قصیدہ بُردہ شریف

امام محمد شرف الدین البوصیریؒ

(مجموعۂ تراجم) مرتب: سید سبط الحسن ضیغم

قصیدہ

بُردہ شریف

امام محمد شرف الدین البوصیریؒ

(مجموعہ تراجم) مرتب: سید سبط الحسن ضیغم

یکے از مطبوعات پیکیجز لمیٹڈ

فہرست

کتاب	مجموعہ ترجمہ قصیدہ بُردہ شریف
مصنف	محمد شرف الدین البوصیری
مترجم	سید وارث شاہ
"	حافظ برخوردار
"	حافظ غلام مرتضیٰ
"	محمد عزیز الدین
"	سید محمد نیک عالم
"	محمد فیاض الدین
"	مولانا عبدالرحمٰن جامی
"	عبدالرحیم محمد زرق
پنجابی نثری ترجمہ	سید سبط الحسن ضیغم
کتابت	شیر زمان
سائز	۲۳ × ۳۶ / ۸
صفحات	۲۶۶

تاریخِ اشاعت : ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ - ۱۲ جیٹھ ۲۰۵۹ بکرمی - ۲۵ مئی ۲۰۰۲ء

قیمت :- ۴۰۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

قصیدہ بُردہ شریف
اپنے بزرگ دادا سید وزیر علیؑ مرحُوم
اور نانا فقیر سید افتخارالدین مرحُوم کے نام
سے معنون کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

سید بابر علیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

قصیدہ بُردہ شریف مشہور عربی شاعر محمدؒ شرف الدین بوصیریؒ کی تخلیق ہے۔ ان کا یہ لغتیہ قصیدہ عبادات اور وظائف کا درجہ حاصل کر چکا ہے اس قصیدہؐ کے وسیلے سے اکابرین ملت نے اپنی حاجات کو بیان کیا اور مُرادیں پائیں۔

پنجابی زبان کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ ہر عہد میں اس کے عظیم فرزندوں نے اسے پنجابی رُوپ دیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

اس مجموعہ میں پنجابی نثری ترجمہ کے علاوہ سید وارث شاہ، حافظ برخوردار، خواجہ غلام مرتضٰی قلعہ والے، محمد عزیزالدین، سید نیک عالم کے شعری ترجمے شامل ہیں۔

اس مجموعہ تراجم میں فیاض الدین چشتی حیدر آباد دکن' کا اردو اور مولا عبدالرحمٰن جامیؒ سے منسوب فارسی زبان میں ترجمہ شامل اشاعت ہے۔ سری لنکا کے مفتی عبدالرزاق کا انگریزی ترجمہ شامل کر کے اس مجموعہ کو اور بھی وقیع بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

جو ادب کی دنیا میں، نعت کے حوالہ سے غیر معمولی اضافہ ہے۔ اس مجموعہ کو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عقیدت مندوں کے سامنے پیش کر کے پیکجز لمیٹڈ، بابر علی فاؤنڈیشن سعادت حاصل کر رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس پیشکش کو قبول فرمائے۔ آمین

سید بابر علی

شعری متن کی تدوین

کتاب میں متن کے حوالہ سے سید وارث شاہ کا ترجمہ سب سے پہلے درج کیا گیا ہے، جب ترتیب کا کام شروع کیا گیا تو اس وقت اندازہ یہی تھا کہ ترجمہ میں اولیت سید وارث شاہ کو حاصل ہے لیکن جب پنجابی تراجم کی تاریخ کو تحقیقی نقطہ نگاہ سے دیکھا گیا تو متن ترتیب پانے کے بعد کتابت بھی کیا جا چکا تھا، اب اس میں کوئی تبدیلی کرنا کام کو طول دینے کا مترادف تھا۔

تحقیق سے معلوم ہوا کہ حافظ برخوردار اول جن کی تخلیق یہ ترجمہ ہے وہ سید وارث شاہ سے پہلے پیدا ہوئے لہٰذا ان کا ترجمہ بھی پہلے وجود میں آنا چاہیے تھا اور اسے متن میں اول نمبر پر ہونا چاہیے تھا جو نہ ہو سکا۔ ترتیب میں یقیناً سہو ہے جس کا تدارک اس ایڈیشن میں ہونا ممکن نہ رہا اور موجودہ ترتیب ہی کو مقدم رکھا گیا، کیونکہ کتاب کی ترتیب مجبوری بن چکی تھی۔

اظہارِ تشکّر

اس مجموعۂ تراجم کی ترتیب اشاعت اور تقسیم میں بہت زیادہ شکر گذار ہوں -

جناب سید واجد علی مینجنگ ڈائریکٹر ، پیکیجز لمیٹڈ

جناب سید بابر علی ، ایڈوائزر ، پیکیجز لمیٹڈ ، چیئرمین سید بابر علی فاؤنڈیشن ، لاہور

جناب صولت سعید ، جنرل منیجر پیکیجز لمیٹڈ - جناب طارق حمید ، سابق جنرل منیجر پیکیجز لمیٹڈ - جناب رفیع اقبال ، سابق جنرل منیجر پیکیجز لمیٹڈ

جناب سید ریاض حسین بخاری سابق کنسلٹینٹ ، پیکیجز لمیٹڈ جناب پروفیسر ڈاکٹر خالد حمید شیخ ، کنسلٹینٹ پیکیجز لمیٹڈ

جناب محمود حسن رومی ، سابق آرٹ ڈائریکٹر پیکیجز لمیٹڈ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم سید ولایت شاہ ، شاہ پور کانجرہ ، تحصیل وضلع ، لاہور

جناب پروفیسر ڈاکٹر ظہور اظہر ، سابق پرنسپل ، یونیورسٹی اورنٹیل کالج ، لاہور جناب ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی ، ڈائریکٹر گنج بخش لائبریری ، اسلام آباد

جناب پروفیسر ڈاکٹر اکرام حسین اکرم ، چیئرمین علامہ اقبال چیئر ، یونیورسٹی اورنٹیل کالج ، لاہور جناب مشفق خواجہ کراچی سید مراد علی شاہ گوڑہ

جناب ملک محمد رضا اعوان ، ان کے فرزند ارجمند حاجی عبدالعزیز اعوان ، لاہور ڈاکٹر ریاض احمد خان اعوان ابوالطاہر فدا حسین فدا

سید جمیل احمد رضوی ، چیئرمین ، یونیورسٹی سنٹرل لائبریری ، نیو علامہ اقبال کمپلیکس ، پنجاب یونیورسٹی لاہور ، ان کے نائب ملک محمد صدیق اور ان کا پورا عملہ

جناب ڈاکٹر انجم رحمانی ، ڈائریکٹر ، لاہور میوزیم ، لاہور - جناب پروفیسر سید مقصود الحسن بخاری ، پرنسپل ، گورنمنٹ ایم اے او کالج ، لاہور -

جناب فلائٹ لفٹیننٹ سید ریاض حسین ترمذی جناب پروفیسر نبیلہ عمر یونیورسٹی اورنٹیل کالج -

جناب رانا یوسف وحید ، جرنلسٹ حافظ آباد جناب چوہدری محمد اسلم چیمہ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کیلاس کے ضلع گوجرانوالہ

جناب ظل حسین علوی چیف لائبریرین ، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے پورے نائبین سمیت

جناب قاری رشید احمد ، مالک نوادرات ، اُردو بازار ، لاہور جناب مولانا عبدالحکیم شرف

جناب اقبال احمد فاروقی مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ ، لاہور

جناب مرتضیٰ احمد قریشی ، جناب وحید احمد بٹ ، جناب شبیر زمان ، جناب عبدالرزاق ذکی ، جناب محمد صدیق فوٹوگرافر ، جناب سید علی عباس جناب نجم ڈار ، محترمہ ماہ رانا ، محترمہ عائشہ یونس ، جناب غلام رسول ، جناب پرویز مجید ، جناب ظہور الدین خاں ، جناب وقار حیدر ذکی ، جناب میاں محسن ، اپنی بیوی اور بچوں کا - کہ ان تمام کی معاونت کے بغیر یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا تھا -

سید سبط الحسن ضیغم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

عربی زبان و ادبیات

عربی زبان ان سامی زبانوں میں سے ایک ہے جو سب کی سب ایک زمین کی پیداوار ہیں جہاں سے وہ پھوٹ کر بڑھی اور پھیلی ہیں جگہ کی تنگی اور گنجان آبادی کی وجہ سے جب سامی قومیں متفرق مقامات میں پھیل گئیں تو ان کی آپس کی جدائی اور دوسروں سے اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان زبانوں میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ پھر ماحول کی اثر اندازی اور درازی مدت نے اس لسانی اختلاف کی خلیج کو اور وسیع کر دیا حتیٰ کہ زبان کا لہجہ بجائے خود ایک زبان بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سامی زبانوں کے باہمی تعلق کو سب سے پہلے قرونِ وسطیٰ میں علمائے یہود نے معلوم کر لیا تھا، لیکن یورپ کے مستشرقین نے باقاعدہ پختہ دلائل کے ساتھ اس باہمی تعلق کو ثابت کر دیا ہے، چنانچہ اب یہ تعلق ایک ایسی علمی حقیقت بن گیا ہے، جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔

ماہرینِ لسانیات نے جس طرح آریائی زبانوں کے تین حصے، لاطینی، یونانی اور سنسکرت کیے ہیں۔ سامی زبانوں کو بھی تین حصوں آرامی، کنعانی اور عربی میں تقسیم کر دیا ہے۔ آرامی زبانوں سے کلدانی، اشوری اور سریانی زبانیں وجود میں آئیں۔ کنعانی زبان عبرانی اور فنیقی کا سرچشمہ ہے عربی سے مضر کی فصیح زبان اور دوسری متفرق بولیاں جنہیں یمنی اور حبشی قبائل بولتے ہیں وجود پذیر ہوئیں۔ عربی زبان دنیا سے الگ محدود علاقہ میں رہنے کی وجہ سے دوسری زبانوں کے برعکس انقلاباتِ زمانہ سے بہت کم متاثر ہوئی اس لیے یہ زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے کہ عربی ہی وہ زبان ہے، جو آرامی اور کنعانی زبانوں کی نسبت اپنی اصل سے زیادہ مشابہ اور قریب ہے۔

سرزمین عرب نے ایک صحرائی تمدن کو جنم دیا۔ اپنی معاشی ضرورتوں کی کفالت کے لیے انہیں تجارت کا پیشہ اختیار کرنا پڑا اور تاجر کی حیثیت سے انہیں دور دراز کے سفر اختیار کرنا پڑتے۔ اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے جنگوں سے گذرنا پڑتا۔ خانہ کعبہ ہونے کی وجہ سے مکہ معظمہ کو مرکزی حیثیت تو حاصل تھی ہی مگر اس کی ایک اور بھی اہمیت وقت کے ساتھ بڑھتی گئی جس نے اسے تجارتی مرکز بنا دیا۔ ہندوستان اور یمن کے مال کو اہل مکہ اور دوسرے عرب قبائل خرید کر لاتے، مکہ معظمہ کے قریب ہی عکاظ ایک اہم مقام تھا وہاں خرید و فروخت ہوتی جس کے بعد قافلے شام کو روانہ ہو جاتے۔ نخلہ، ذوالمجاز دوسرے مقام تھے جو مکہ معظمہ کے قرب و جوار میں واقع تھے۔

اشیائے فروخت کا تعارف ان کی اہمیت کو اجاگر کرنے، ان کی پائیداری، اگر وہ اونٹ یا گھوڑے ہیں تو ان کا نسلی تعارف، ان کی خوبیوں کو بیان کرنے کے سلسلۂ کلام نے خطابت کا روپ اختیار کیا۔ جس میں عرب کے صحرائی صوتی آہنگ نے اشیائے فروخت کی بڑھ چڑھ کر تعریف و توصیف نے اس زبان کو ایک نئی جہت بخشی۔ اشیائے فروخت کی خوبیاں شعر کے ذریعہ بھی بیان کی جاتیں ان میلوں میں لچھے دار گفتگو اور چرب زبانی نے فن شعر کو جنم دیا۔ اشیائے فروخت کے ساتھ ادبی اجتماعات بھی ہونے لگے جہاں ہر قبیلے کا شاعر اپنی شاعری سے اپنے قبیلے کی غیر معمولی انداز میں صفات بیان کرتا گویا ان کاروباری منڈیوں نے مشاعروں کے لیے سازگار ماحول بھی پیدا کر دیا۔

دیگر زبانوں کی طرح عربی میں بھی نثر پہلے وجود میں آئی، چنانچہ محاورہ جات، اکھان، محاورے معاہدں سے پہلے فریقین کی گفتگو حکیمانہ مقولے، خطبے اور وصیتیں عربی ادبیات کا بھی اور عرب تاریخ کا بھی گراں مایہ حصہ ہیں اور اسی پس منظر نے ایک ''اُمی'' قوم کو فصیح اور بلیغ زبان بولنے والوں میں شامل کر دیا۔

حضرت عبدالمطلب کی یہ تقریر ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے، جو انہوں نے حبشہ پر سیف بن ذی یزن کی فتح کے موقع پر فاتح کے دربار میں کی۔

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت بلند اور باعزت و پرشوکت مقام بخشا ہے۔ ایسے خاندان میں پیدا کیا ہے جس کا سلسلۂ نسب اعلیٰ ہے، جس کی بنیاد شرافت

و برتری پر قائم ہے جس کی شاخیں شریف خاندانوں اور پاکیزہ مقامات پر پھیلی ہوئی ہیں، آپ بلند اقبال ہیں۔ عرب کے سردار اور ایسی فصل بہار ہیں جس سے وہ سب سرسبز و شاداب ہوتے ہیں۔ آپ عربوں کے ہردلعزیز فرمانروا ہیں۔ آپ ہی وہ محکم ستون ہیں جس نے عرب کی عمارت کو قائم رکھا ہے آپ ایسی حفاظت گاہ ہیں جہاں تمام عرب پناہ گزین ہوتے ہیں۔ آپ کے اسلاف بہترین سلف تھے اور آپ ان کے بعد ہمارے لیے بہترین خلف ہیں جو بزرگ آپ جیسا ارجمند فرزند چھوڑ جائے وہ ہرگز فنا نہیں ہوسکتا اور جس اولاد کے آپ بزرگ ہوں وہ کبھی گمنامی میں نہیں رہے گی۔ اے بادشاہ ہم حرم خداوندی میں رہنے والے اور خانۂ خدا کے پاسبان و خادم ہیں ہمیں آپ کی خدمت میں وہ آرزو کشاں کشاں لے آئی ہے جس نے ہماری پُرمحن اور گراں بار زندگی سے نجات کی خوشخبری دی ہے۔ ہمارا یہ وفد آپ کے پاس کسی مصیبت پر تعزیت کے لیے نہیں بلکہ فتح پر مبارک باد دینے کے لیے حاضر ہوا ہے“ (ص ۷۱، ۷۲، تاریخ ادب عربی)

جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواہش پر جناب ابوطالب بن جناب عبدالمطلب جناب ورقہ بن نوفل کے پاس حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضؓ بنت خویلد کی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شادی کی استدعا کے لیے پہنچے تو استدعا ان الفاظ میں بیان کی۔

”حمد و ثنا اس خدا کے لیے سزاوار ہے جو خانہ کعبہ کا رب ہے کہ جس نے ہمیں اولادِ ابراہیمؑ اور ذریت اسماعیلؑ قرار دیا ہے اور ہمیں حرم کی جائے امن و اماں میں جگہ دی ہے اور ہمیں تمام لوگوں پر حاکم بنایا ہے اور ہمیں اپنے اس گھر کے ساتھ مخصوص کیا ہے کہ لوگ اطرافِ دنیا سے جس کا قصد کرتے ہیں اور اس حرم کے ساتھ کہ ہر جگہ کے میوے وہاں لاتے ہیں اور ہمیں برکت دی ہے کہ اس شہر میں کہ جس میں ہم آباد ہیں پس آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ کا قریش کے جس شخص سے تقابل کرو وہ اس سے بڑھ کر ہیں اور کسی شخص کا ان سے قیاس نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ اس سے عظیم تر ہیں اور مخلوق میں کوئی اُن کا نظیر و مثل نہیں اور اگر ان کے پاس مال کی کمی ہے تو مالِ دنیا خدا کی عطا ہے کہ جسے اس نے اپنے بندوں میں بقدر ضرورت جاری کیا ہے اور وہ سایہ کی طرح ہے جو جلد پلٹ جاتا ہے انہیں خدیجہؓ کی طرف رغبت ہے اور خدیجہؓ بھی انہیں چاہتی ہیں ہم آئے ہیں کہ آپ سے ان کی خواستگاری کریں۔ ان کی خواہش و رضا کی بنا پر اور جو حق مہر آپ چاہیں ہم اپنے مال سے دیں گے جو معجّل (فوری) چاہو اور جتنا موجل (تاخیر کے ساتھ) اور ربّ کعبہ کی قسم ان کی شان بلند اور قدر و منزلت اونچی ہے ان کا حصہ شاملِ دینِ شائع اور رائے کامل ہے“ صفحہ ۵۹ منتہی الکمال ترجمہ احسن المقال جلد اول

جس زبان کی نثر کا یہ عالم ہو اس کی شاعری کس قدر بلند مرتبہ ہوگی اس کا اندازہ صرف عربی زبان کے جاہلی ادب کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے

”عربوں میں شاعری کا آغاز کب ہوا اس کی تاریخ نہیں ملتی البتہ یہ معلوم ہے کہ جب شاعری کو تاریخ نے جانا تو وہ نہایت محکم و مرتب قصائد کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ بہرحال جب بھی تاریخ کے کانوں نے عربی شاعری سنی اس وقت وہ پختہ اور منظم شکل اختیار کر چکی تھی۔ عقل یہ بات تسلیم نہیں کرسکتی کہ شاعری اپنے ابتدائی دور ہی میں اس قدر پاکیزہ و شستہ اور حسین و کامل شکل میں نمودار ہوئی ہو جیسی کہ مہلہل بن ربیعہ اور امرؤ القیس کے شعروں میں نظر آتی ہے یقیناً اس پر مختلف ادوار گذرے ہوں گے وہ انقلاباتِ زمانہ سے متاثر ہوئی ہوگی زبانوں نے اس کو رواں کیا ہوگا۔ تب کہیں جاکر اس کے اسلوب میں شائستگی اور اس کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوئی ہوگی“۔ (ص: ۴۷، تاریخِ ادبِ عربی)

عربی ادبیات کے محققین اس بات پر متفق ہیں کہ

قس بن ساعدۃ الایادی (متوفی ۶۰۰ء) عربی زبان کے پہلے شاعر ہیں یہ نجران کے بڑے پادری، فلسفی اور سربراہ تھے۔ وہ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے بلند مقام پر کھڑے ہوکر وعظ کرنے کا آغاز کیا وہ موحد تھے، بلند پایہ خطیب تھے اور دعوت دین دیتے تھے خطابت کے دوران میں تلوار کو ٹیک بنانا اور ”امابعد“ کہہ کر وعظ کا آغاز کرنا انہیں سے منسوب ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عکاظ کے میلہ میں ان کی تقریر سنی تو اسے پسند فرمایا۔ روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ قس پر رحم فرمائے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہ تنہا ایک قوم کی جگہ اٹھائے جائیں گے“۔ قس قیصر روم کے دربار میں بھی جاتے جہاں انہیں پورا عزت و احترام دیا جاتا۔ اپنے آخری ایام میں انہوں نے زیب و زینت چھوڑ کر سادہ زندگی بسر کرنا شروع کر دی اور پورا وقت عبادتِ خدا میں گذارتے اور

پند و نصیحت کرتے۔ (ص: ۶۵، تاریخِ ادب عربی)
عربی ادبیات میں ان کے خطبات بھی موجود ہیں اور اشعار بھی، ان کی دو نظموں کے کچھ اشعار کے ترجمہ سے اندازہ ہو سکے گا کہ ان کی شاعری کس مقام و مرتبہ کی حامل ہے۔

"ہم سے پہلے گذرنے والی اقوام میں ہمارے لیے عبرت خیز انجام ہیں، جب میں نے موت کے گھاٹوں کو دیکھا کہ ان پر اترنے والے کے لیے واپس آنے کے راستے نہیں اور یہ بھی دیکھ لیا کہ میری قوم کے سب چھوٹے، بڑے تیزی سے اس گھاٹ کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں کوئی جا کر پھر وہاں سے نہیں لوٹتا اور نہ پسماندگان میں کوئی باقی رہنے والا ہے تو مجھے یقین آ گیا کہ جو پوری قوم کا نتیجہ نکلا وہی میرا انجام ہوگا۔" (ص: ۶۶، تاریخِ ادب عربی)

قس نے دیر سمعان میں اپنے دو مرحوم بھائیوں کی قبروں پر کھڑے ہو کر جو مرثیہ کہا وہ اپنی اثر آفرینی میں بے مثال ہے۔

"میرے دوستو! بہت سو چکے ہو۔ اب اُٹھ جاؤ، کیا سچ مچ آپ نے اپنی نیند ابھی تک پوری نہیں کی، کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے بعد میں دیر سمعان میں تنہا اور اکیلا ہوں اور کوئی آپ دونوں کے علاوہ یہاں میرا دوست نہیں۔"

"میں تمہاری قبروں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا تا آنکہ آپ کی قبروں سے میری بات کا جواب نہ آئے، موت آپ کے گوشت پوست اور آپ کی ہڈیوں میں سرایت کر گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ساقی نے اپنے ہاتھوں سے شراب پلائی ہے۔"

"اگر ایک جان کو دے کر دوسری جان کو بچایا جا سکتا تو میں اپنی جان دے کر آپ دونوں پر قربان ہو جاتا۔"

"میں سدا آپ دونوں پر روتا رہوں گا، تو کیا اس رونے کے سبب نالہ و شیون کرنے کو کچھ حاصل ہو جائے گا؟" (ص: ۶۷، تاریخِ ادب عربی)

اس کے بعد شعر و شاعری کا طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ عمرو بن معدیکرب الزبیدی (م ۶۴۳ء) درید بن الصمۃ۔ نابغہ ذبیانی۔ علقمہ بن عبدۃ تمیمی۔ عبدیغوث حارثی یمنی۔ ذوالاصبع عدوانی۔ افوہ اودی۔ دواد ثمیل مازنی۔ زہیر ابی سلمٰی۔ عمرو بن کلثوم۔ اعشیٰ۔ تابط شراً۔ حارث بن حلزہ۔ عمرو بن ہذیل عبدی۔ اُمیہ بن ابی صلت۔ لبید بن ربیعہ۔ عنترہ عبسی۔ عدی بن زید عبادی۔ امرؤالقیس۔ طرفہ بن العبد۔ ابو صفترہ بولانی۔ متلمس جریر بن عبدالعزیٰ اور حاتم طائی پر جاہلی ادب میں بجا طور پر فخر کیا جاتا ہے۔ ان کی تخلیقات میں فخر و حماسہ، مدح و ہجو، مرثیہ و عتاب، تغزل و تشبیب۔ وصف و اعتذار اور ہر قسم کے حکیمانہ افکار کے سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں وہ شاعر بھی ہیں جنہوں نے قصیدے لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکا دیئے، جنہیں سبعہ معلقہ کا نام دیا جاتا ہے، یہ ساری شاعری مطبوعہ شکل میں دستیاب ہے اور اس کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔

عربی زبان پر کلام مجید کے اثرات

اس پس منظر میں کلام مجید کا نزول سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کہ عرب کے بڑے بڑے شاعروں، خطیبوں اور زبان و بیان کے ماہرین نے قرآن شریف کی ایک ایک آیت کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کیا کہ واقعی یہ ربّی کلام ہے، اس کے مقابلے میں ایک سطر بھی لکھنا محال اور ناممکن ہے چنانچہ کلام مجید نے عربی زبان و بیان، نثر و نظم کی غیر معمولی خداداد وسعتوں اور منطقی صلاحیتوں، فن شعر و ادب کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ کلامِ مجید سب سے پہلی مرتب و مدون کتاب جس کا تاریخ ادب سے حوالہ سے بھی مطالعہ ازبس ضروری اور ابدی ہے چھٹی صدی عیسوی کے آخری سالوں اور ساتویں صدی کے آغاز میں اس کتاب نے عرب کے اُمّیوں کو انقلاب آفرین کر کے نئے عہد کی باگ ڈور انہیں تھما دی۔ اسلام کی وجہ سے عربی زبان کا جغرافیائی حدود اربعہ وسیع ترین دنیا پر محیط ہے۔ اور عربی زبان پوری مسلم دنیا کی دینی زبان بھی ہے، مگر مسقط سے لے کر شاد (چاڈ) تک اور بحرین سے لے کر حبشہ اور صومالیہ

تک عربی مادری زبان کی حیثیت اختیار کرگئی ہے اور اب اس وسیع و عریض جغرافیائی حدود میں عربی زبان اپنے سات سولہجوں میں بولی پڑھی اور لکھی جاتی ہے ایشیا۔ افریقہ یہاں تک کہ یورپ لاطینی اور شمالی امریکہ میں بھی ایسی اقوام اور ممالک کی تعداد کم نہیں ہے، جہاں مسلم آبادی موجود ہے اور ان کا عربی زبان و ادب سے بلا واسطہ بھی اور بالواسطہ بھی تعلق ہے یہی وجہ ہے جہاں عربی مقامی زبان کی حیثیت رکھتی ہے اور وہاں بھی جہاں یہ زبان دینی حیثیت رکھتی ہے وہاں بھی عربی زبان و ادب کے غیر معمولی اثرات موجود ہیں۔ تفسیر، سیرت، حدیث، فقہ، لغت، قواعد کے ساتھ ساتھ عربی ادبیات کے ان گنت تراجم کیے گئے۔ عربی زبان میں لکھا بھی گیا، یہ سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے

نعت حضورؐ پاک

سب کا محور حضور سرور کائنات حضرت محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے کیونکہ اسلام کے عملی اظہار کا وہی منبع اور وہی نمونہ ہیں۔ آپؐ ہی کی ذات کی پیروی اُسوۂ حسنہ ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اتباع اور پیروی کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے آپؐ ہی وجۂ وجود کائنات ہیں رسولؐ اور آخری نبیؐ ہیں انسان کی راہنمائی کے لیے آخری لیکن کامل ترین شخصیتؐ ہیں۔ مگر حالات اور تجزیہ باور کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ آپؐ اپنی تخلیق اور نوع کے حوالہ سے بے مثال ہیں۔

ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے مگر آپؐ کا سایہ نہیں تھا یہ جسمانی میکانزم ہے۔

آپؐ جس طرف رُخ فرماتے بادل آپؐ پر سایہ فگن رہتا۔

مکھی، مچھر اور اس قسم کے تمام حشرات الارض نہ آپؐ کے جسم کے کسی حصہ پر بیٹھتے اور نہ ہی ایسے طعام یا پھل پر بیٹھتے جسے آپؐ کے جسم اطہر کا کوئی حصہ چھو جاتا۔

آپؐ اپنے وجود میں اس قدر اکمل و اجمل تھے کہ لاریب، آپؐ کا مثیل نہ کوئی پہلے ہوا نہ آج تک دیکھنے میں آیا اور نہ ہی مستقبل میں ایسا ممکن ہے۔

آپؐ کی ذات میں تمام انسانی اوصاف مجتمع ہیں جس کی وجہ سے آپ واحد و یکتا ہیں۔

آپؐ فصاحت و بلاغت اور تکلم میں لاثانی اور بے مثل ہیں۔

آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب ''الکتاب'' قرآن مجید بن گئی جو زبان و بیان کے معاشرتی اصولوں، سیاست، تمدن، معاشیات و عمرانی علوم، فکر و فلسفہ، اقوام اور ملتوں کے عروج و زوال کے اسباب و علل کی قاموس ٹھہری اور دنیا کے سب سے بڑے انقلابی منشور کی حیثیت اختیار کرگئی۔

یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی ذات پاک کے کسی بھی عہد کا ذکر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدس و محترم بن گیا اور اُن کی تعریف و توصیف اور حُسنِ بیان کے لیے نعت کا لفظ آپ کی ذات کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا اور یہ تعریف و توصیف ان تمام صحیفوں میں بھی موجود ہے جو آپ سے پہلے آنے والے رسولوںؑ پر وحی کیے گئے۔

حضورؐ سرور کائنات کے تمام خصائص کا احاطہ کرنا ہم ایسے افراد کے بس کی بات نہیں تاہم تاریخی کتب میں جو کچھ درج ہے۔ اس کا حوالہ دینا بے جا نہیں ہوگا اور پھر نعت و قصائد کے ادراک کے لیے بھی ضروری ہے کہ آپؐ کی ذات کے بارے میں معاصرین کا نقطۂ نظر پیش کیا جائے تاکہ اس عظمت سے آگاہی حاصل ہو سکے جو آپؐ کے حصہ میں آئی۔ خدا تعالیٰ نے آپؐ کی تہذیب و تربیت کا انتظام کر دیا اور آپ کے اخلاق کی تکمیل پختہ عقل، نرم اخلاق، خوشگوار طبیعت،

پر وقار حیا، متانت و بردباری، تسلی بخش صبر، مہربانی و درگذر، سچی زبان، قابل اعتماد ذمہ داری، مضبوط دل، جمعیت خاطر بخش کر فرمائی۔ آپ کو بت پرستی کی نجاستوں سے پاک رکھا، چنانچہ آپؐ نے نہ شراب پی نہ بتوں پر چڑھائے ہوئے جانوروں کا گوشت کھایا نہ بتوں کے میلوں مجلسوں میں حصہ لیا بچپن ہی میں آپؐ کی طبع بلند کو کسبِ معاش کے لیے حیلہ و تدبیر کا شوق پیدا ہوا۔ آپؐ نے اپنے قومی رواج کے مطابق نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے تجارت میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ لوگوں میں آپؐ کی راست بازی، ہوشیاری و امانت داری کا چرچا عام ہونے لگا ..... (ص : ۲۷۶ "تاریخِ ادب عربی)

آپؐ کو دنیا کے ساز و سامان اور زندگی کے آرام و آسائش سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لیے آپؐ کو نہ تو دولت جمع کرنے کی ہوس ہوئی نہ کسی بلند منصب پر پہنچنے کی تمنّا۔ آپؐ دنیا کے مشاغل سے فارغ ہو کر تخلیہ میں لمبی لمبی راتیں غارِ حرا میں بیٹھ کر عبادت اور غور و فکر میں گذار دیتے اپنی پاکیزہ اور لطیف روح کو عالمِ بالا کی جانب متوجہ کرتے حتیٰ کہ اس غار میں چالیس برس ۶ ماہ (قمری سال) کی عمر ہونے پر آپؐ کو بذریعہ وحی رسالت و معجزہ بخشا گیا۔

اسی کتاب میں آپؐ کا حُلیہ مبارک یوں بیان کیا گیا ہے۔

حُلیہ مُبارک

"کسی دیکھنے والے نے آپؐ کی تعریف اس طرح بیان کی ہے کہ رسولؐ اللہ نہایت عظیم شخصیت و وجاہت کے مالک تھے آپؐ کا چہرہ ماہ شب چاردہم (چودھویں کا چاند) کی طرح روشن تھا۔ آپؐ کا درمیانہ قد سے لمبے اور بہت لمبے قد سے چھوٹے تھے، رنگ چمکدار، جبیں کشادہ گھنی خم دار ابروئیں جن کے درمیان فاصلہ تھا، اس فاصلہ میں ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پھول جاتی، نوک دار ستواں ناک جس پر نور تھا اور غور سے دیکھنے والے کو آپؐ کی ناک کھڑی معلوم ہوتی تھی، گھنی داڑھی، آنکھیں بڑی اور پتلیاں سیاہ تھیں، گال لمبے، نرم، منہ چوڑا، دانت چمکدار اور ان کے درمیان خلا تھا۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی پتلی لکیر تھی۔ آپؐ کی گردن چاندی کی طرح صاف اور گڑیا کی طرح خوبصورت تھی۔ بدن سڈول، موٹا اور گٹھیلا تھا اور سینہ اور پیٹ کی اونچائی برابر تھی سینہ بہت چوڑا تھا، تمام جوڑ مضبوط اور موٹے تھے۔ کلائیوں، کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر گھنے بال تھے کلائی چوڑی اور ہتھیلی کشادہ تھی۔ ہاتھ اور پاؤں مضبوط اور سخت تھے ٹانگیں اور ہاتھ لمبے اور خوبصورت تھے۔ پاؤں کے تلوے اندر بیٹھے ہوئے اور اس قدر سپاٹ تھے کہ پانی اُن پر پھسل جاتا تھا اور اس طرح چلتے جیسے نشیبی زمین پر کوئی قدم جما جما کر چلتا ہو۔ قدم رکھتے وقت کچھ آگے جھکتے اور نہایت سکون و وقار سے چلتے، تیز رفتار تھے، جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپؐ بلندی سے نیچے کی طرف آ رہے ہیں، جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورا بدن اس کی طرف پھیر لیتے، نگاہ نیچی رہتی تھی آپؐ کی نظر آسمان سے زیادہ زمین کی طرف رہتی آپؐ کی پوری نظر صرف کنکھیوں سے دیکھنا ہوتی تھی، اپنے ساتھیوں کو اپنے آگے چلاتے اور جس سے ملتے اسے سلام کرنے میں پہل فرماتے، زیادہ تر خاموش، غم زدوں کے دردمند اور غور و فکر میں محو رہتے، بات پورے مُنہ سے کرتے، مختصر اور جامع باتیں بیان فرماتے، نہایت نرم مزاج و خوش اخلاق تھے، نہ تند و درشت تھے نہ عاجز و کمزور، جب اشارہ کرتے تو اپنے پورے ہاتھ سے کرتے۔ اظہارِ تعجب کے لیے اپنے ہاتھ کو اُلٹ دیتے اور جب بات کرتے تو ہاتھ کو قریب لا کر داہنے ہاتھ کا انگوٹھا بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے، جب غصہ میں ہوتے تو نفرت کرتے ہوئے اپنا منہ موڑ لیتے خوشی میں اپنی نگاہیں نیچی رکھتے۔ آپؐ کی پوری ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی، جس سے موتیوں کی مانند خوبصورت دانت چمکنے لگتے۔" (ص : ۸۹۰ - ۲۷۸ "تاریخِ ادب عربی)

فصاحت و بلاغت

سیرت کی کتابوں میں آپؐ کی فصاحت و بلاغت کے حوالہ میں جو مواد موجود ہے اس کے حوالہ سے انشا احمد زیات رقمطراز ہیں۔" آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم نے خوش زبان و شیریں زبان قبائل میں پرورش پائی۔ آپؐ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے قریش میں بڑھے۔ بنو سعد میں دودھ پیا۔ لہٰذا قدرتی طور پر آپؐ تمام عربوں سے زیادہ فصیح ہوگئے۔ خود آپؐ نے اپنے متعلق ایک دفعہ سب سے زیادہ فصیح ہونے کا دعوٰی فرمایا اور کسی نے آپؐ کے دعوٰی کی نہ تردید کی نہ اس پر اعتراض کیا۔ آپؐ کی فصاحت میں آمد ہی آمد تھی وہ الہام سے زیادہ مشابہ تھی، کیونکہ آپؐ اس کے لیے کوئی اہتمام و تکلیف یا کسی قسم کی مزاولت نہ کرتے الفاظ و معانی از خود آپؐ کے لیے مطیع ہوجاتے تھے کوئی بھدا یا غیر موزوں لفظ آپؐ کی زبان سے نہیں نکلا۔ نہ آپ کے طرزِ بیان میں کوئی عبارت ڈھیلی اور بے ڈول ہوتی۔ عربوں کی کوئی بولی (لہجہ) آپؐ کے دائرہ علم سے باہر نہ تھی، نہ کوئی فکر آپ کے ذہنِ رسا سے بچ کر نکلا۔ آپؐ کا کلام درحقیقت بقول جاحظ ایسا کلام تھا، جس کے حروف کی تعداد کم اور معانی کی مقدار زیادہ تھی، جو صنعت و آورد سے بالاتر تکلّف سے مُنزّہ ہوتا اس میں تفصیل کی جگہ تفصیل اور اجمال کی جگہ اجمال تھا۔ وہ بے قاعدہ، غریب و وحشی الفاظ سے خالی، نیز بازاری اور عامیانہ الفاظ سے پاک صاف تھا، سرمایۂ حکمت سے لبریز، نیز غلطیوں اور خامیوں سے محفوظ و مصون (پاک پاکیزہ معنوی اور لفظی کمیوں سے محفوظ اور معنوی کمزوریوں سے بلند تر) تھا جسے غیبی تائید و توفیق حاصل تھی۔ الغرض لوگوں نے آپؐ کے کلام سے زیادہ مفید، سچا، مناسب و موزوں، خوش اسلوب و خوش معنی، پُراثر و دلنشیں، آسان اور زود فہم اور اپنے مقصود و مطلوب کو کھول بوضاحت بیان کرنے والا کلام نہیں سُنا" (ص: ۲۷۹ تاریخ ادب عربی)

حضرت علی ؑ نے آپ کی گود میں پرورش پائی۔ آپؐ کے پورے جیون سے بخوبی آگاہ تھے، آپؐ نے انہیں علم سے اسی طرح آگاہی بخشی جس طرح کوئی جانور اپنے بچہ کی چونچ میں اسے چوگا دے کر پرورش کرتا ہے یہی وجہ ہے انہوں نے جو بصیرت حاصل کی اس سے آپ کی مقدس زندگی کا جو مطالعہ کیا اسے بیان کرنے کی قدرت سے غیر معمولی طور پر بہرہ ور تھے۔ انہوں نے کئی مواقع اور مقامات پر آپؐ کی ذاتِ بابرکات کا تذکرہ کیا۔ آپؐ کے مقام و مرتبہ سے ہمیں آگاہی بخشنے کی کوششیں کیں کہ "بابرکت ہے وہ خُدا جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اسے پا سکتی ہیں وہ ایسا اوّل ہے کہ جس کے لیے نہ کوئی نقطۂ ابتدا ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اس کا آخر ہے کہ وہ وہاں پہنچ کر ختم ہو جائے"۔

اس نے انؑ (انبیاء) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صُلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا۔ دوسرا دینِ خُدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک یہ الٰہی شرف محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے جو نشوونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا۔ اسی شجرہ سے کہ جس سے بہت سے انبیاءؑ پیدا کیے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ انؐ کی عزت بہترین عزت اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے، جو سرزمین حرم پر اُگا اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں وہؐ پرہیزگاروں کے امام ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے (سرچشمۂ) بصیرت ہیں، وہؐ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لَو دیتی ہے اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ فشاں ہے۔ انؐ کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت کی ہدایت کرنا ہے، انؐ کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انہیںؐ اس وقت بھیجا کہ جب رسولوںؑ کی آمد کا سلسلہ رُکا ہوا تھا۔ بدعملی پھیلی ہوئی اور اُمتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی"

(خطبہ نمبر ۹۲، ص: ۹۷-۲۹۶، نہج البلاغہ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسینؒ مرحوم)

جب کوئی ایسی شخصیت ہو تو ان کی ہر خصوصیت نعت کا درجہ رکھے گی، چنانچہ عربی ادبیات اور سیرت کی کتابوں میں واضح طور پر ایسے واقعات موجود ہیں کہ آپ کے رخ و کردار کو جب کسی نے دیکھا تو اس نے آپ کے اوصاف بیان کرنے میں بُخل سے کام نہیں لیا کسی کی عظمت کا اعتراف بھی بڑی بات ہے ۲۵ سال کی عمر میں جب آپؐ کا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہوا تو اس محفل میں عرب کے ایک معروف شاعر عبداللہ ابن غنم بھی موجود تھے انہوں نے فی البدیہہ قصیدہ کہا جو ہماری دانست میں پہلی نعت ہے اور اس قصیدہ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ کی ۲۵ سالہ زندگی ہی میں اہلِ عرب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ آپؐ ہی وہ نبیؐ اور رسولؐ ہیں، جن کی خوشخبری گذشتہ صحائف میں دی گئی تھی۔ اس نعتیہ قصیدہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

هَنِيئاً مَرِيئاً يَا خَدِيجَةُ قَدْ جَرَتْ ... لَكِ الطَّيْرُ فِيمَا كَانَ مِنْكِ بِأَسْعَدِ
تَزَوَّجْتِ مِنْ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا ... وَمَنْ ذَا الَّذِي فِي النَّاسِ مِثْلُ مُحَمَّدِ
بِهِ بَشَّرَ الْبَرَّانِ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ ... وَمُوسَى بْنُ عِمْرَانَ فَيَا قُرْبَ مَوْعِدِ
أَقَرَّتْ بِهِ الْكُتَّابُ قِدْماً بِأَنَّهُ ... رَسُولٌ مِنَ الْبَطْحَاءِ هَادٍ وَمُهْتَدِ

ص: ۶۰ احسن المقال ترجمہ منتہی الکمال

ترجمہ:۔ اے خدیجہؓ تمہیں مبارک ہو کہ آپ کے ہمائے سعادت نشان نے عزت و شرف کے عرش کے کنگرے کی طرف پرواز کی ہے اور آپ اول و آخرین میں بہترین شخص سے بیاہی گئی ہیں اور دنیا میں حضرت محمدؐ جیسا فرد کہاں مل سکتا ہے یہ وہ ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ اور حضرت موسیٰؑ ابن عمرانؑ نے ان کی نبوت کی خبر دی ہے اور بہت جلد ان کی بشارت کا اثر ظاہر ہونے والا ہوگا۔ اور سال ہا سال سے سب پڑھنے اور لکھنے والے آسمانی کتابوں کے اقرار کر چکے ہیں کہ وہ ہیں بطحا کے رسولؐ جو ہدایت یافتہ بھی ہیں اور ہدایت کا پیغام دینے والے بھی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپؐ کا ذکر عبادت، نعت گوئی اور اللہ تعالیٰ کے لیے پسندیدہ ترین عمل، آپؐ کی مدح نجات کا ذریعہ بن چکی ہے اور آپؐ کی بعثت سے لے کر اب تک نعت گوئی دنیائے شعر و ادب کا یہ عظیم ورثہ ہے جو ہر زبان میں موجود ہے، کیونکہ آپؐ کا زمانہ (پیدائش ۲۰-اپریل ۵۷۱ء، وصال ۸ جون ۶۳۲ء) شعر و بیاں اور خطابت کا زمانہ تھا اور جاندار شعری روایات کی امین قوم کا قرآن مجید سے متاثر ہونا قدرتی بات ہے، کیونکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت سے اچھی طرح آگاہ، اور ان کے کان اس کے سننے کے لیے بیقرار رہتے، چنانچہ اس زمانہ میں موجود شعراء نے کلام مجید سے بھی اور آپ کی شخصیت اور وعظ و نصیحت سے بھی غیر معمولی اثرات قبول کیے۔ جہالت کے پیروکاروں نے اس سحر بیانی کو جادو قرار دے کر فرار کی راہ اختیار کرنے کی کوشش کی، مگر صاحبِ نظر، صالح اذہان، پرہیزگار، متقی افراد، اور پاکیزہ فکر رکھنے والوں کیلئے یہ پیغام ایک نعمت غیر مترقبہ تھا،

جناب حسّانؓ ابن ثابتؓ

انہی شعرا کی فہرست میں کعبؓ بن زہیر جنہوں نے مشہور قصیدہ بانت سعاد تخلیق کیا، خنساءؓ (متوفیہ ۲۴ھ) اور حضرت ابو الولید حسان ابن ثابت انصاری (متوفی ۵۴ھ) بھی شامل ہیں، جنہیں حضورؐ پاک کا صحابی ہونے کے شرف کے ساتھ ساتھ شاعرِ رسالت مآبؐ ہونے کا مقام و مرتبہ بھی حاصل ہے کیونکہ حضورؐ پاک کے مدینہ پہنچنے کے بعد انہوں نے اسلام کو قبول کیا اور اپنی زندگی حضورؐ پاک کی نعت گوئی اور حمایت میں شعر لکھنے کیلئے وقف کر دی۔ اسلام دشمن قریش جب اپنی اسلام دشمنی میں حضورؐ پاک کی ہجو گوئی پر اُتر آتے، تو اس کا جواب جناب حسانؓ اس خوبصورتی سے دیتے کہ قریش کو خاموشی اختیار کرنا پڑتی۔ حسانؓ کی یہ قادر الکلامی اور فنِ شعر اور زبان پر اس قدر عبور تھا کہ وہ مشرک قریشیوں کی ہجو گوئی میں حضورؐ پاک کے خاندان کو انتہائی فنکارانہ طور سے بڑی خوبصورتی سے الگ کر لیتے، کیونکہ آپؐ انہی کے خاندان سے تھے، جس پر حضورؐ پاک جناب حسانؓ ابن ثابت سے پیار کرتے، انہیں عزت بخشتے یہی وجہ ہے کہ جناب حسانؓ حضور سرورِ کائناتؐ کے اہم ترین ممدوحین میں سے تھے۔

قصیدہ بردہ شریف اور اس کی برکات

حضورؐ پاک سے محبت، عقیدت ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ چنانچہ حسانؓ ابن ثابت نے آپ کی شان میں قصیدے لکھے نعت گوئی کی اس کے بعد

یہ سلسلہ چل نکلا اور ہر عقیدت مند اور مسلّم شاعر نے اس موضوع پر زبان و بیان کے جوہر دکھائے۔ دنیا کے مشہور نعتیہ منظوم ادب میں زبان و بیان کے لحاظ سے ایک انتہائی اہم قصیدہ بردہ شریف ہے جو معجزاتی عناصر سے بھی بھرپور ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر دنیا کی کوئی ایسی زبان شاید ہی ہو جس میں اس کے کئی کئی ترجمے موجود نہ ہوں اسی سبب اس تخلیق کے بارے میں حسبِ ذیل رائے قائم کرنا بے سبب نہیں ہے کہ قصیدہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ (ترجمے اور) شرحیں اس کی لکھی گئیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (ص: ۱۳ برکاتِ بردہ) یہ رائے کسی جلد بازی یا محض عقیدت کی بنا پر قائم نہیں کی گئی، بلکہ اسلام کے حوالہ سے عربی اور فارسی زبانوں پر کام کرنے والے بیشتر مستشرقین کی بھی یہی رائے ہے۔

BURDA, 1. A piece of woolen cloth used since pre-Islamic times, which was worn as a cloak by day and used as a blanket by night; that of the Prophet has become famous. As a reward for Ka' bb. Zuhayr's (q.v.) poem, he made him a present of the burda he was wearing. It was bought from the son of the poet by Mu'awiya and was preserved in the treasury of the 'Abbasid Caliphs until the occupation of Baghdad by the Mongols. Hulegil caused it to be burned but it was afterwards claimed that the real burda of the Prophet was saved and it is still preserved in Constantinople.

Bibliography: Dozy, Dictionnaries des noms de vetements chez les Arabes, Amsterdam, 1845, 59-64; R Basset, La Banat So'add, Algiers, 1910,90-91 and the authors quoted. On the sacred relics in Istanbul, see Tahsin Oz, Hirka-i-Saadet Dairesi ve Emanet-i-Mukaddese, Istanbul 1953.

2. The name of a celebrated poem by al-Busiri(q.v.). According to the legend he composed it when he was cured of a paralytic stroke which had seized him, by the Prophet's throwing his mantle over his shoulders as he had done on a previous occasion for Ka'b b. Zuhayr. The fame of this miraculous cure spread and the poem, which was entitled "Al-Kawakib Al-Durriyya fi Madh Khayr Al-Barriyya," came to bear the name Burda. Its verses are supposed to have supernatural powers. They are still employed at the present day as charm and recited at burials. No other Arabic poem has attained such renown.Over ninety commentaries have been written on it in Arabic, Persian, Turkish and Berber; the *takhmis*, the *tathlith* and the *tashtir* that have been made from it are innumerable. The poem begins with the usual nisab in the style of ancient Arabic poetry; the author then proceeds to regret his youth and confess his faults. His career is contrasted with that of Prophet, whose miracles , related according to tradition, fill the following verses. The poem concludes with a supplication to Prophet Muhammad and several verses in his honour . There is no trace of Sufism in it. Among the chief commentaries may be mentioned the first in terms of date, that of Abu Shama 'Abd al Rahman b. Isma'il al Damishki(596-665AH/1199-1266AD)copies of which are preserved in Paris (Bib. Nat., no. 1620) and Munich(no.547); that of Ibn Mazruk of Telmcen (died 842AH/1438-39) described by Dozy as "stupendus et horrendus"; that of Khalid al-Azhari (died 905AH/1499-1500AD) which has been several times printed, occasionally with that of Ibrahim al-Badjuri(died 24 Dhu 'I-Ka'da 1276AH/13 June 1860AD); that of Ibn Ashur (Cairo 1296). The text was published for the first time at Leiden by Uri in 1761 under the title Carimen Mysticum Borda Dictum, with a Latin translation. Since then it has often been reprinted, particularly in the East, and there is hardly a Madimu' of edifying text

which does not contain it. In the West, von Rosenweig's edition may be mentioned :Funkelnde Wandelsterne zum Lobe des Besten der Geschopfe (Vienna 1824), with a German translation and notes. The best edition is that of Rolfs, published after his death by Behrnauer, Die Burda, ein Lobgedicht auf Muhammad(Vienna 1860), with translations into Persian, Turkish and German; it dose not however contain the series of apocryphal verses given by von Rosenweig. The Burda has been translated into various languages; without enumerating all the translations, we may mention, in addition to those mentioned above, that of de Sacy(at the end of the Exposition de la Foi Musulmane by Pir Ali Birgevi, translated by Garcin de Tassy, Paris 1822) and that of R. Basset, with a commentary (Paris 1894); that of Redhouse, The Burda (in W. A Cluston, Arabian Poetry for English Readers 322-341, Glasgow 1881); G. Gabrieli's Italian translation, al-Burdatayn(Florence 1901), 30-85, with notes.

Bibilography: R. Basset, Les Manuscrits Arabes des Bibliotheques des Zaouias d' 'Ain Madhi et Temacin......,Algiers 1866, 46-54; 1. Goldziher, in Revue de l'Histoire des Religions, Vol.xxxi, 304 ff,; Brockelmann, I, 264-266. (R. Basset)

Pp: 1314-15, Encyclopaedia of Islam, Vol. I.

ترجمہ :- (۱) بعثتِ اسلام سے پہلے عرب دنیا میں استعمال ہونے والا اونی کپڑا جسے دن کے وقت چغہ اور رات کے وقت کمبل کے طور پر استعمال میں لایا جاتا تھا۔ اس کے لیے بُردہ کا لفظ عربی زبان کا حصہ ہے جس وقت کعبؓ بن زہیر نے اپنا قصیدہ بانت سعاد آپؐ کو سنایا تو آپؐ نے یہ کملی اوڑھ رکھی تھی اس قصیدہ کی سماعت فرمانے کے بعد خوش ہوئے اور آپؐ نے کعبؓ بن زہیر کے کندھوں پر اپنی کملی ڈال دی اس سبب سے اس اونی چادر کو شہرت ملی امیر شام نے شاعر کے فرزند ارجمند سے اس کملی کو خرید کر اپنے توشہ خانہ میں محفوظ کر دیا جو سقوط بغداد تک عباسی خاندان کے خزانہ عامرہ میں محفوظ رہی، مگر ہلاکو خان نے جب بغداد کو نذر آتش کیا تو یہ چادر بھی جل گئی، مگر بعد میں دعویٰ کیا گیا کہ یہ چادر جلنے سے بچ گئی اور قسطنطنیہ میں اب بھی موجود ہے۔

(۲) مشہور نظم (قصیدہ) جس کے مصنف البوصیری ہیں۔ تاریخ کے مطابق البوصیری نے اسے اس وقت تخلیق کیا، جب ان پر فالج کا حملہ ہُوا اور (ان کے قصیدہ کو سننے کے بعد خوش ہو کر) آپؐ نے اپنی چادر البوصیری کو اس طرح اوڑھائی، جیسا کہ ایک بار پیشتر، حضور پاکؐ کعبؓ بن زہیر کے کندھوں پر رکھ چکے تھے۔ اس سے البوصیری صحت یاب ہو گئے، اس معجزہ کو شہرت ملی تو یہ تخلیق، جس کا عنوان الکواکب الدّریہ فی مدح خیر البرّیہ تھا۔ بردہ کے نام سے تاریخ ادب کا حصہ بن گئی، اس قصیدہ کے اشعار کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں غیر معمولی روحانی اثرات ہیں اور انہیں پُر تاثیر ہونے کی وجہ سے) وہ مقام و مرتبہ آج بھی حاصل ہے۔ میت کے ثواب کے لیے مرحوم کی تدفین کے موقعہ پر ان اشعار کو پڑھا جاتا ہے۔ کسی اور عربی (شعری) تخلیق کو یہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ نوے سے زاید عربی، فارسی، ترکی اور بڑی بڑی زبانوں میں اس کی شرحیں لکھی جا چکی ہیں قصید بردہ شریف کی لکھی جانے والی ان شرحوں کے علاوہ اس کی ان گنت تضمینیں، تثلیثیں، تخمیسیں، تشطیریں (ہر مصرعہ کے درمیان میں دو مصرعوں کا اضافہ) لکھی گئیں۔ قصیدہ کا آغاز کلاسیکی جاہلی ادب کی روایت کے مطابق تشبیب کی صنف سے شروع ہوتا ہے بعدہٗ شاعر اپنے جوان ماضی پر پشیمانی کا اظہار کرتا ہے اور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف بھی اور ساتھ ہی توبہ کرنے کا اعلان بھی کرنا ضروری سمجھتا ہے اور حضور پاکؐ کی اس نعت کے سبب معجزہ یہ ہوتا ہے کہ البوصیری کے کردار میں یکسر تبدیلی رونما ہو جاتی ہے، جس کا اظہار وہ اپنے اس قصیدہ میں کرتے ہیں اور حضورؐ کے حضور انتہائی عجز اور انکسار سے آپؐ کے اوصاف بیان کرتے ہیں اس میں تصوف کے عناصر موجود ہیں۔ قصیدہ

بردہ شریف کی اہم ترین شرح ابو شامہ عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل الدمشقی (۱۲۶۶-۱۱۱۹ء/۶۶۵-۵۹۶ھ) نے لکھی، جس کے نسخے پیرس (نیشنل ببلیوگرافی نمبر ۱۶۲۰) اور میونخ نمبر ۵۴۴) کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ مشہور مورخ ڈوزی کے مطابق ابن مرزوق جو Telmcen کے باشندہ تھے اور (۱۴۳۸-۳۹ء/۸۴۲ھ) میں فوت ہوئے۔ خالد الازہری (المتوفی (۱۵۰۰-۱۴۹۹ء/۹۰۵ھ) کی تصنیف کی گئی شرحیں کئی بار طبع ہو چکی ہیں۔ ابراہیم الباضوری (المتوفی (۲۴ ذی قعد ۱۲۷۶ھ/۱۴ جون ۱۸۶۰ء) ابن عاشور (قاہرہ ۱۲۹۶ھ) کی شرحیں کئی بار شائع ہو چکی ہیں۔ لاطینی زبان میں کیا گیا ترجمہ پہلی بار لیڈن سے ۱۷۶۱ء میں شائع ہوا، جس میں عربی متن بھی موجود تھا Uri نے Carmen Mysticum Burda Dictum کے نام سے ترتیب دیا۔ اس کے بعد اس متن کو مشرق میں کئی بار طبع کیا گیا ہے ایسا کوئی اور مجموعۂ تراجم سامنے نہیں آیا جس میں یہ غیر فانی (لاطینی) ترجمہ موجود نہ ہو۔ مغرب میں طبع ہونے والے تراجم میں ویانا سے ۱۸۰۴ء میں جرمن زبان میں طبع ہونے والی یہ تخلیق قابل ذکر ہے یہ مجموعہ Rosenweig ایڈیشن کے نام سے معروف ہے، لیکن طباعت کی خوبصورتی کے ساتھ شائع ہونے والے اس مجموعہ میں متن کے ساتھ فارسی، ترکی اور جرمن زبانوں کے ترجمے شامل تھے، جو Rolfs نے ترتیب دیا، مگر یہ ایڈیشن اس کی وفات کے بعد برنیز نے ۱۸۶۰ء میں ویانا سے شائع کیا۔ قصیدہ بردہ شریف کے بہت زیادہ تراجم ہو چکے ہیں۔ اہم ترجموں میں مشہور فرانسیسی مستشرق گارسن دی تاسی کا فرانسیسی زبان میں کیا جانے والا ترجمہ Exposition de la Foi Musulmane کے نام سے طبع ہونے والا قصیدہ ہے، جس میں پیر علی بیرغاوی کی عربی شرح ہے۔ Garcin de Tassy نے پیرس میں ۱۸۲۲ء میں اس ترجمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ فرانسیسی زبان میں R.Besset نے اپنی تشریحات کیساتھ پیرس میں ۱۸۹۲ء میں طبع کیا۔ ۱۸۸۱ء میں W.A.Cluston نے Arabian Poetry for English Readers ترتیب دے کر گلاسکو سے شائع کی۔ اس انگریزی کتاب کے صفحات ۳۱-۳۲۲ پر ریڈ ہاؤس کا مشہور ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ۱۹۰۱ء میں فلورنس میں اطالوی زبان میں کیا گیا ترجمہ طبع کیا گیا، جو G.Gabriel کی محنت کا نتیجہ ہے۔

عربی زبان پر کام کرنے والے ایک مستشرق اے آر نکلسن A.R. Nichoilson نے اپنی ایک مشہورِ عالم کتاب A Literary History of the Arabs میں امام بوصیری اور قصیدہ بردہ شریف کے بارے میں اپنے انداز میں ذکر کرتے ہوئے اس غیر فانی عربی تخلیق کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے وہ رقمطراز ہیں۔

"The Qasidatu 'L Burda (Mantle Ode) of Al-Busiri is a hymn in praise of the Prophet. Its author was born in Egypt in 1212 A.D. We know scarcely anything concerning his life, which, as he himself declares, was passed in writing poetry and paying court to the great (i); but his biographers tell us that he supported himself by copying manuscripts, and that he was a disciple of the eminent Sufi, Abu 'Al Abbas Ahmad Al-Marsi. It is said that he composed the Burda while suffering from a stroke which paralysed one half of his body. After praying God to heal him, he began to recite the poem. Presently he fell asleep and dreamed that he saw the Prophet, who touched his palsied side and threw his mantle (Burda) over him. (2) "Then," said al-Busiri, "I awoke and found myself able to rise." However this may be, the Mantle Ode is held in extraordinary veneration by Muhammadans. Its verses are often learned by heart and inscribed in golden letters on the walls of public buildings; and not only is the whole poem regarded as charm against evil, but some peculiar magical power is supposed to reside in each verse separately. Although its poetical merit is no more than respectable , the Burda may be read with pleasure on account of its smooth and elegant style, and with interest as setting forth in brief compass the

mediaeval legend of the Prophet—a legend full of prodigies and miracles in which the historical figure of Muhammad is glorified almost beyond recognition

Pp: 326-327, A Literay History of the Arabs, A.R.Reynold A.Nicholson, Cambridge,

ترجمہ: قصیدۃ البردہ (کمبلی پچاس سے ۲۰۰ تک اشعار پر مشتمل نظم) حضور پاکؐ کی شان میں تخلیق کی گئی نعت ہے۔ اس کے مصنف ۱۲۱۲ء میں مصر میں پیدا ہوئے۔ مصنف کی سوانح حیات کے بارے میں معلومات کی کمی ہے تاہم جیسا کہ مصنف نے خود ہی لکھا ہے کہ اس نے درباری قصائد لکھے اس کی جیون کتھا لکھنے والے رقمطراز ہیں کہ وہ روزگار کے طور پر مخطوطات کی کتابت کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ وہ (سلسلہ شاذلیہ کے) مشہور صوفی درویش ابوالعباس احمد المرسی کے مرید تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فالج کے حملہ کی وجہ سے ان کے جسم کا نصف حصہ مفلوج ہو گیا، تو انہوں نے یہ نعتیہ قصیدہ تخلیق کرنے کے بعد رب التبارک والعزت کے حضور شفا کے لیے دُعا کی اور اس نعتیہ قصیدہ کو بلند آواز میں پڑھنا شروع کیا تو نیند نے آلیا۔ مصنف نے خواب میں حضور سرورِ کائناتؐ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں اور اس کے جسم کے مفلوج حصہ پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اپنی کمبلی بوصیری پر ڈالی - بوصیری کی آنکھ کھلی تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے ہیں اسی وجہ سے مسلم دنیا میں اس نعتیہ قصیدہ کے تقدس میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا، اب اسے حفظ کرنا ایک بابرکت عمل کے مترادف ہے برکات و رحمت الٰہی کے حصول کے لیے اہم عمارتوں کی دیواروں پر اس کے اشعار کو سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے، جادو، ٹونہ اور بداثرات سے بچنے کے لیے یہ قصیدہ ایک مؤثر قوت کا حامل ہے، یہی نہیں بلکہ اس کا ہر شعر غیر معمولی رُوحانی قوت کا حامل ہے اسے جس قدر مقدس و محترم سمجھا جاتا ہے اسی مناسبت سے اس قصیدہ میں ادبی محاسن موجود نہیں ہیں؟ اسے مخصوص انداز میں بڑی عقیدت سے پڑھا جاتا ہے۔ حضور پاکؐ کی حیاتِ مبارکہ اور آپؐ کے معجزات کو خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

قصیدہ بردہ شریف کے مقام و مرتبہ اور اہمیت عالمی اور کلاسیکی حیثیت اختیار کر چکی ہے، یہی وجہ ہے کہ عالمی ادبیات کے حوالہ سے جو بھی کتاب لکھی گئی یا جس کا قاموسِ ادبیات سے بالواسطہ یا بلا واسطہ تعلق ہو اس میں اس غیر فانی عربی تخلیق کا ذکر ضروری خیال کیا گیا ہے، چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف بڑٹانیکا میں بھی اس کے تذکرہ کے بغیر نہیں رہا، چنانچہ قصیدہ بردہ شریف کے بارے میں جامع اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

Among the Arabs, religious poetry mainly followed the classical models, and the poets lavishly decorated panegyric to the Prophet Muhammad with every conceivable rhetorical embellishment. Examples of this trend include Al-Burda (The Mantle) of Al-Busiri (died 1298)upon which dozens of commentaries have been written (and which has been translated into most of the languages of Muslims because of the power to bless attributed to it).

Page 53, col. II Vol. 22, Encyclopaedia Britannica, 14th Edition, 1988.

ترجمہ:- بسا اوقات عرب دنیا میں مذہبی شاعروں کی تخلیق کے وقت عربی زبان کے کلاسیکی انداز کا تتبع کیا گیا ہے۔ اور جن شاعروں نے حضور سرورِ کائناتؐ کی شان میں قصیدے لکھے تو پوری عقیدت سے ان نعتوں میں زبان و بیان کے لحاظ سے عظیم تخلیقی جوہر دکھانے کی کوشش کی جس کی واضح مثال قصیدۂ بردۂ شریف مصنفہ البوصیری (متوفی ۱۲۹۸ء) ہے جس کی کئی درجن تفسیریں لکھی گئیں (خاص طور پر مسلمان ملکوں میں بولی جانے والی زبانوں میں ترجمے کیے گئے، کیونکہ اس میں رُوحانی سرور کی غیر معمولی طاقت ہے۔ باوجود اس کے کہ عربی ادبیات کا دامن تصوف کے حوالہ سے خالی ہے، مگر اس کے مقابلہ میں فارسی شعر و ادب صوفی

فکر سے مالا مال ہے، مگر قصیدہ بردہ شریف ایک ایسی تخلیق ہے جس نے اس کمی کو کما حقہ، پورا کر کے رکھ دیا ہے۔ عربی اور فارسی زبانوں کے مشہور فاضل مستشرق اے آر نکلسن اپنی مشہور تصنیف اے لٹریری ہسٹری آف دی عربس میں اس خیال کی تائید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"The mystical poetry of the Arabs is far inferior, as a whole, to that of the Persians. Fervour and passion it has in the highest degree, but it lacks range and substance, not to speak of imaginative and speculative power. 'Umar Ibnu l'-F'arid(1181-1235A.D.), though he is undoubtedly the poet of Arabian mysticism,cannot sustain a comparison with his great Persian contemporary, Jalalu'l-Din Rumi(1273 A.D); he surpasses him only in the intense glow and exquisite beauty of his diction. It will be convenient to reserve a further account of Ibnu l-F'arid for the next chapter, where we discuss the development of Sufism during this period. Finally, two writers claim attention who owe their reputation to single poems--a by no means rare phenomenon in the history of Arabic Literature. One of these universally celebarated odes is the Ladmiyyatul Ajam (the ode rhymingin l of the non-Arabs) composed in the year 1111 A.D. by Tughrai ; the other is the Burda (Mantle Ode) of Busiri, which I take the liberty of mentioning in this chapter, although its author died some forty years after the Mongol Invasion."

Page 225 - 226, A Literary History of the Arabs, A.R.Nicholson, Cambridge, 1953

ترجمہ:۔ تصوف کے حوالہ سے عربی شاعری کا درجہ فارسی شاعری کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ عربی شاعری میں جوش و جذبہ بھی موجود ہے اور مبالغہ آرائی بھی ہے اس میں تخلیقی جوہر اور تصورات کی بلندی بدرجہ اُتّم موجود ہے، مگر گہرائی اور پختگی میں کمی ہے۔ عمر ابن الفرید (۱۲۳۵ - ۱۱۸۱ء) بلاشبہ عربی زبان میں صوفی شاعر کی حیثیت سے متعارف ہیں، مگر اپنے فارسی زبان میں معاصر مولانا جلال الدّین رُومی (م ۱۲۷۳ء) کے پایہ کے نہیں، حالانکہ ابن الفرید اٹکل میں عربی شاعری میں غیر معمولی مقام و مرتبہ پر فائز ہیں۔

البتہ (عربی) زبان میں دو ایسے شاعر ضرور موجود ہے، جو تصوف کی دنیا میں محض ایک ایک نظم کی وجہ سے اہم خصوصیات کے حامل ہیں۔ ان میں ایک نظم تو لامیۃ العجم ہے جسے طغرائی نے ۱۱۱۱ء میں مرتب کیا اور دوسری ایسی تخلیق (بردہ شریف) ہے جس کے مصنف شرف الدین محمد بوصیری ہیں جن کا تذکرہ کتاب کے اس باب میں کیا ہے، حالانکہ انہوں نے منگولوں کے حملہ کے تقریباً چالیس سال بعد وفات پائی۔

یہی وجہ ہے کہ بردہ شریف کے فارسی زبان میں تراجم کی تعداد بہت زیادہ ہے، جو ہر اس علاقہ میں رقم کیے گئے، جہاں فارسی بولنے یا لکھنے والے موجود تھے اور فارسی زبان سرکاری و غیر سرکاری زبان کے طور پر درس و تدریس کا حصہ تھی۔ فارسی زبان کے مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی (۱۴۹۲-۱۴۱۴ء) ایسے اکابرین بھی اس کے مترجمین میں شامل بیان کیے جاتے ہیں۔

پاک و ہند میں فارسی زبان گیارہویں صدی میں محمود غزنوی کے عہد میں حکمرانوں کی زبان بنی تھی، لیکن اکبر اعظم (۱۶۰۵-۱۵۵۶ء) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے حکم کے تحت فارسی زبان کو ــــ اس برصغیر میں سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔ اس برصغیر میں قصیدہ بردہ شریف کی پہلی عربی شرح قاضی شہاب الدّین دولت آبادی (م ۱۴۴۵ء) کو لکھنے کا شرف حاصل ہوا، لیکن اس علاقہ میں فارسی زبان میں سب سے پہلے شرح لکھنے والی شخصیت محمد غیور قادری ہیں جو ۱۴۱۵ء میں دہلی میں زندہ و سلامت تھے۔ (ص: ۲۷، برکات بردہ)

اکبری عہد کے سخت ترین نقاد و مورخ ملا عبدالقادر بدایونی (م ۱۶۱۵ء) نے بھی قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھی۔ اس سلسلہ میں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء میں شیخ ضیاء اللہ جانشین و خلیفہ شیخ محمد غوث گوالیاری مصنف جواہر خمسہ کے حضور آگرہ میں حاضری دی ان دنوں میں قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھ چکا تھا انہیں ایک باب پڑھ کر سنایا۔ قصیدہ بردہ شریف کے مطلع کے بارے میں میرے ذہن میں جو رُوحانی مطالب اور علمی نکات تھے انہیں سنائے تو انہوں نے بہت مسرّت کا اظہار کیا اور اس کے بارے میں انہوں نے بھی مفید مطلب باتیں ارشاد فرمائیں۔ (ص: ۶۳۰ منتخب التواریخ)

اس کے بعد شروح اور تراجم کا سلسلہ چل نکلا۔ صرف پنجاب میں لکھی جانے والی شرحیں اور تراجم جو میری نظر سے گزر چکی ہیں ان کی تعداد دو درجن سے زیادہ ہے اور اس صدی میں بھی جب فارسی زبان کا چلن ختم کر دیا گیا تھا، اس وقت بھی یہاں یہ سلسلہ غیر معمولی طور پر جاری رہا۔ اسی صدی میں فارسی شاعری کے اکابرین میں علامہ اقبالؒ بھی شامل ہیں انہوں نے قصیدہ بردہ شریف کی کوئی الگ شرح نہیں لکھی نہ ترجمہ کیا، مگر وہ اس سے غیر معمولی طور پر متاثر ضرور تھے چنانچہ امام بوصیری کے حوالہ سے حضور سرورِ کائنات ﷺ کے حضور میں عرض پرداز ہیں ؎

اے بوصیری را رداء بخشندہ   بربطِ سلما مرا بخشندہ ئے

ایک اور مقام پر یوں گویا ہیں ؎

تو بصیری از تو می خواہم کشود   تا من باز آید کہ آں رفتہ کہ بود

علامہ محمد اقبال مرحوم کی غیر فانی تخلیقات میں ان کی ایک نظم ذوق و شوق ہے۔ یہ نظم علامہ مرحوم نے بوصیری کے وطن مصر اور فلسطین میں کہی۔ اس نظم میں انہوں نے قصیدہ بردہ شریف میں استعمال استعاروں کو اپنی رچنا کا حصہ بنایا ہے۔ یہ تخلیق بال جبریل میں شامل ہے۔ علامہ مرحوم لکھتے ہیں

سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحابِ شب   کوہِ اِضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلسان

گرد سے پاک ہے ہوا برگِ نخیل دُھل گئے   ریگِ نواحِ کاظمہ نرم مثلِ پرنیاں

آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر   کیا خبر اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں

اس برصغیر پر مکمل قبضہ حاصل کرنے کے بعد فرنگی نے مسلم تشخص کو ختم کرنے اور ان کے دلوں سے حضور پاکؐ کی عقیدت و مودّت کو ختم کرنے کے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات برکات کو نشانہ بنایا۔ یوپی کے لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور اس میں پیش پیش تھے۔ (ص: ۱۸، دیباچہ، لائف آف محمدؐ) چنانچہ حضور پاکؐ اور آپؐ کی حیاتِ مقدسہ کا دفاع سر سید احمد خاں مرحوم اور رائٹ آنریبل جسٹس سید امیر علیؒ مرحوم نے کیا۔ سید امیر علیؒ نے سپرٹ آف اسلام کے نام پر سیرتِ حضورؐ پر ایک شاہکار کتاب رقم کی جو زبان و بیان اور مواد کے لحاظ سے سیرتِ پاکؐ پر لکھے جانے والے لٹریچر میں کلاسیک کا درجہ اختیار کر گئی۔ سپرٹ آف اسلام کے ہر باب کا آغاز قصیدہ بردہ شریف کے شعر سے کیا گیا ہے۔

سپرٹ آف اسلام کا ترجمہ رُوحِ اسلام کے نام سے ہو چکا ہے، جب مولانا اشرف علی تھانوی نے اس موضوع پر اپنی وقیع کتاب نشر الطیب فی ذکر الحبیب رقم کی تو ان کے سامنے سید امیر علیؒ مرحوم کی یہ بات تھی جس کے تتبع میں مولانا مرحوم نے اپنی اس کتاب کے ہر باب کا اختتام قصیدہ بردہ شریف کے شعر سے کیا ہے۔

عربی اور فارسی شاعری میں فرق و امتیاز

پروفیسر مولانا سید محمود علیؒ نے اس قصیدہ کی ادبی خصوصیات کا تذکرہ النسوار الفردہ علی قصیدہ بردہ میں یوں کیا ہے۔ "طرزِ کلام شعرائے عرب کے آخر ترین طبقہ سے ملتا ہے۔ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں شکوہِ الفاظ اور بے ساختگی ادا میں ممتاز ہیں۔ مضمون آفرینی سے سروکار نہیں رکھتے۔ جوش اور اثر کے دریا بہاتے ہیں اور کوئی مضمون ہو سخاوت اور شجاعت کے ذکر سے خالی نہیں چھوڑتے۔ اسلامی شعراء کا قدیم طبقہ شعرائے جاہلیت سے زیادہ تفاوت نہیں رکھتا۔ عباسی زمانہ میں تغزل کی شان پیدا ہوئی اور شعرائے فارس کی طرح قصیدہ کے شروع میں تشبیب کا التزام ہونے لگا اور عاشقانہ نظم کے علاوہ قصائد و مراثی بھی مضمون آفرینی سے خالی نہ رہے مگر شکوہِ الفاظ کا سکہ ابھی تک جاری تھا اور کلام کی روانی اپنی عظمت و شان سے دلوں کو مرعوب کرنے میں کامیاب ہوتی تھی، آخر عجمیت

غالب آئی اور متاخرین بالکل شعرائے فارس کے مقلّد ہوگئے۔ الفاظ سلیس اور سہل جو روزمرہ کے استعمال میں آئیں۔ مضامین پیچیدہ اور بلند جو غور کیے بغیر سمجھے نہ جائیں۔ عشق و محبت کے تذکرے پسند کیے جانے لگے اور قصیدوں کے اندر بھی زورِ طبیعت کا بڑا حصہ طول و طویل تشبیب کی عاشقانہ باریک خیالیوں میں صرف ہونے لگا۔"

"یہ قصیدہ اسی طرز میں لکھا گیا ہے، مگر مزاج میں متانت اور کلام میں معقولیت غالب ہے۔ عرب کے شعرائے قدیم بالعموم معشوقہ کا فرضی یا واقعی نام لے کر تعشق دکھاتے ہیں اور محبوب کو ہمیشہ مونث باندھتے ہیں۔ فارسی میں مونث مذکر کے ضمائر یکساں ہیں۔ محبوب کے بارے میں تمیز قائم نہ رہی، شدہ شدہ کاکل پیچاں اور سبزۂ خط دونوں لوازم زینت سمجھے جانے لگے، عربوں پر یہ اثر غالب آیا، تو مشترک الفاظ کہاں سے لاتے؟ مذکّر ضمیریں اور مذکّر افعال استعمال کرنے لگے، خود مصنف کے دوست بہاوالدین وزیر کے کلام میں محبوب کو بے تکلف مذکّر باندھا گیا ہے"۔

مگر یہ بزرگ (بوصیری) عشق و محبت کے ذکر سے شروع کرتے ہیں تو کسی خاص شخص کا نام نہیں لیتے اس کا ذکر نہیں کرتے، چند مقامات کا نام لیتے ہیں جہاں محبوب سے ملاقی ہونے کا خیال دلانا چاہتے ہیں، وہ مقامات بھی کیا ہیں؟ ذی سلم جو حرمین شریفین کے درمیان میں کوئی موضع ہے۔ کاظمہ خود مدینہ طیبہ کا ایک نام ہے، اضم ایک پہاڑی ہے مدینہ (منورہ) کے قریب، گویا محبت کا خیال بھی ہے، تو مدینہ والوں کے ساتھ! پھر تشبیب میں تعشق ہی کا رونا نہیں، اس میں پشیمانی بھی ہے، بڑھاپے کی حسرت بھی ہے، اپنے تئیں نصیحت بھی کرتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں پر افسوس کرتے ہوئے نفس مضمون سے گریز کرتے ہیں۔

"مدح میں دور از کار مبالغے اور ناممکن غلو و اغراق کا نشان نہیں۔ بہاؤالدین وزیر ممدوح کی تعریف میں کہتے ہیں":-

ترجمہ:- اگر اس سے تمام دنیا کا سوال ہو تو اس عطیہ کو حقیر سمجھے گا کہ وہ دنیا سائل کو دے دی جائے اور چھپ کر دے گا کھنکارنے کا بھی نہیں۔

"وہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو گھوڑا ایسا اڑتا ہے گویا وہ پیاسہ ہے اور کہکشاں کو دریا کا ساحل سمجھتا ہے یہ قصیدہ بردہ شریف اول سے آخر تک دیکھ جاؤ۔ لیتے تکلف نہ ملیں گے مضامین اعلیٰ سے اعلیٰ اور دلکش ہیں، مگر تمام واقعات اور روایات پر مبنی ہیں اور آدابِ شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت (صلعم) کے مجاہدات و ریاضت کا ذکر ہے، آلام و صعوبات کا ذکر ہے، اعجاز و تصرف کا ذکر ہے، قرآن شریف کے فضائل ہیں، غزوات کے تذکرے ہیں، صحابہ کرامؓ کی جانبازی و جوانمردی کے قصے ہیں اور درود و دعا پر قصیدہ ختم ہوگیا" (ص: ۷، ۸، ۹) ایک اور مترجم ادبی خصوصیات کا ذکر یوں کرتے ہیں، کہ یہ قصیدہ اپنی ادبی لطافتوں اور نزاکتوں اور سلاست و روانی کے قطع نظر اعلیٰ خصوصیات اور بڑے ہی فیوض و برکات کا حامل ہے (ص: ۴ ترجمہ:- فیاض الدین نظامی)

اس قصیدہ کو عربی ادبیات میں شہرت ملنے پر سید ابن معتوق (۱۰۸۷ھ) نے اس کا جواب لکھنے کی کوشش کی، بلاشبہ بڑے پر اثر انداز میں انہوں نے یوں آغاز کیا۔

لَا بَرَّ فِی الْحُبِّ یَا اَهْلَ الْهَوٰی قَسَمِی وَلَا وَفَتْ لِلْعُلٰی اِنْ خُنْتُکُمْ ذِلَمِی

ترجمہ:- "محبت کرنے والو! میں تم سے خیانت کروں تو میرا پیمانِ وفا کبھی صحیح نہ نکلے اور ترقی کے مدارج پر فائز ہونے کا میرا عزم کبھی پورا نہ ہو"۔

قصیدہ کا دو تہائی حصہ پر زور اور مؤثر ہے، مگر قصیدہ کے تیسرے حصہ میں وہ پہلا سا زور قائم نہیں رہا اور شاعر لسانی اور معنوی خوبیاں پیدا کرنے سے قاصر رہے ہیں اس میں بھی انصاف یہی ہے کہ ابن معتوق، قصیدہ بردہ شریف کی صفائی اور سلاست کو نہیں پہنچ سکا (ص: ۹-۱۰ الشوارالوردہ)

ایک اور نقاد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ بصیری کے جذبات سے اس کا تقابل کیا جاتا ہے تو انصاف یہی کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک (ص: ۳۲: طیب الوردہ)

حضورؐ پاک کی نعت میں لکھے گئے کئی عربی قصائد کے اشعار گنبد خضریٰ کے اندر جہاں آپؐ کا مقدس مزار ہے در و دیوار پر منقش تھے، جو اب مٹ چکے ہیں (ص: ۳: حجرہ نبویؐ کے اندر نقش عربی کی چند نایاب نعتیں) فیاض الدین نظامی اس سلسلے میں لکھتے ہیں ۱۹۵۶ء میں انہوں نے مسجد نبویؐ کے چھت کے گنبدوں میں قصیدہ بردہ شریف کو نہایت خوش خط لکھے ہوئے دیکھا (ص: ۴، ترجمہ فیاض الدین) ظاہر ہے کہ جب اس قصیدہ شریف کے نقوش مسجد نبویؐ کے اندر موجود تھے

تو کوئی وجہ نہیں کہ گنبدِ خضراء میں قصیدہ بردہ شریف کے اشعار کو منقش نہ کیا گیا ہو، مگر انقلاب زمانہ سے انہیں مٹانے کی کوشش کی گئی۔ جیسا کہ اوپر بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس قصیدہ شریف نے جو اہمیت اختیار کر لی ہے۔ اس کا تقاضہ تھا کہ اس کے تراجم کی ببلیوگرافی ترتیب دی جاتی، لیکن ہماری معلومات کے مطابق کلام مجید، سیرتِ پاک، احادیث شریف اور فقہ اسلامی کے مجموعی ذخیروں کی بھی فہرستیں تیار نہیں کی جا سکیں۔ حالانکہ فہرست نگاری یا ببلیوگرافی کی تدوین کا سلسلہ ابن الندیم نے الفہرست کے نام سے ۹۸۸ء میں ترتیب دیا (ص: ۵۲، کالم ۲، نیو انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ج ۲۲) دوسرے لفظوں میں تحقیق کے اس بنیادی مواد کی فراہمی اور رہنمائی کا سہرا مسلمانوں کے سر پر ہے، لیکن ادبار کے سبب جب وہ کلامِ مجید، سیرت پاک، احادیث نبویؐ، فقہ اسلامی اور ان شرحوں اور تفسیروں، دنیا بھر کی زبانوں میں موجود مجموعی سرمایہ کی جامع ببلیوگرافیاں ترتیب نہیں دی سکیں تو وہاں قصیدہ بردہ شریف کی کسی جامع "الفہرست" کی تدوین کی توقع لا حاصل ہے حالانکہ یہ ذمہ داری کوئی بھی ایک مسلمان ملک سرانجام دے سکتا ہے، یہ وہ بنیادی کام ہے جس کا آغاز ہو جانا چاہیے، کیونکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے یہ اور دوسرے ایسے ہی علمی کام سرانجام دے کر نشاۃ ثانیہ کی بنیادیں استوار کی جا سکتی ہیں۔

قصیدہ بردہ شریف کی بحر اور وزن کے بارے میں بھی علما نے بحث کی ہے، چنانچہ طیب الوردہ میں اسے بحر بسیط قرار دے کر علمِ عروض میں اس کی تقطیع یوں کی ہے **مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن** اور **مستفعلن** کا پہلا رکن کہیں کہیں **مفاعلن** کے وزن پر آیا ہے اس قسم کے زحاف کو خبن کہتے ہیں (ص: ۳۲) دوسرا **مستفعلن** ہمیشہ سالم رہتا ہے (ص ۱۰ : الشوارد البردہ)

پنجابی زبان و ادب

پنجابی زبان، پاکستان اور بھارت میں بولی سمجھی اور لکھی جانے والی قدیم ترین زبان ہے جو اس پنجاب میں تخلیق ہوئی جو دو آبوں کی سرزمین ہے پانی کی بہتات اور مٹی کی زرخیزی کے سبب لاکھوں سالوں سے آباد ہی نہیں بلکہ دنیا بھر سے ہزاروں نسلیں نقل مکانی کر کے یہاں پہنچ کر آباد ہوتی رہی ہیں یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے تمام نسلوں کے آپسی میل جول اور بیاہ شادی سے جو نسل تخلیق ہوئی اس نے جس تہذیب و تمدن اور زبان کو تشکیل کیا۔ وہ ہر لحاظ سے غیر معمولی انفرادیت کی حامل ہے قد کاٹھ چہرے مہرے اور جسمانی ساخت ہی میں نہیں زبان میں بھی وکھرا پن موجود ہے۔

یہ واحد نسلی گروہ ہے جو دنیا کی ہر زبان کو اصلی مخارج کے عین مطابق ادا کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے اور اس لسانی گروہ کے حروفِ تہجی میں دنیا بھر کی اصوات کی ادائیگی کے لیے ذخیرہ الفاظ موجود ہے خود اس کے اپنے گن بھی ہیں جو اسی دھرتی کی دین ہیں۔ حروفِ ابجد میں بھ پھ تھ ٹھ وغیرہ کی ایسی مخلوط اصوات اس کی اپنی آوازیں ہیں جو پنجاب کی کوکھ سے پیدا ہوئیں اور یہ آوازیں جس کسی اور زبان میں موجود ہیں وہ اسی سے ادھار لی گئی ہیں۔

بنیادی طور پر پنجابی زبان ایک دراوڑی بچہ ہے جس نے فارسی زبان کا دودھ پیا، عربی زبان کی گود میں کھیلا اور اسی سے تربیت حاصل کی۔ پنجاب میں آ کر بسنے والے دوسرے نسلی گروہوں کے اصواتی اثرات بھی قبول کیے، مگر عربی زبان و ادب کے اس پر غیر معمولی احسانات اور اثرات ہیں کیونکہ دینی ذخیرہ الفاظ اور اسلامی فکر اور تہذیبی اثرات قبول کرنے میں اس دھرتی کے خصائص نے غیر معمولی فیاضی دکھائی، جس کے نتیجہ میں بھارت میں شامل علاقوں میں آباد لوگوں کے مقابلہ میں یہاں اسلام کی وسیع پیمانہ کے مطابق آبیاری ہوئی، کیونکہ یہ دین اپنی تعلیمات کے حوالہ سے ان کے مزاج کے مطابق ہے اور اس تہذیبی اکائی نے جسے وادئ ہڑپہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اسلام قبول کرتے ہوئے اس میں اپنی نجات کا راستہ دیکھا یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی وجہ سے مُسلم آبادی میں عددی اضافہ پاکستان کے قیام کی صورت میں سامنے آیا اور پنجابی زبان کا خمیر پنجاب میں ان کی آمد سے اُٹھا اور لسانی جغرافیہ میں ایک عہد آفریں اور انقلابی تبدیلی تھی۔

پنجاب کے بارے میں اس تاریخی مغالطہ کو دور کرنے کی ضرورت بھی ہے کہ یہاں موجود خود کفیل شہری تمدن کو ایران سے نکالے جانے والے آریائی قبیلوں کی یلغار نے تباہ کیا، جن کی قیادت رگ وید کے مطابق اندر کر رہا تھا، لیکن ہڑپہ وادی کی تباہی کا سبب خود ہڑپہ کا لفظ بیان کرتا ہے۔ ہڑ بمعنی سیلاب اور پہ

سے مراد گذرگاہ ہے۔ گویا ہڑپہ سیلاب کی گذرگاہ کیلیئے مستعمل مرکب لفظ ہے، جو کسی انسانی یلغار کی وجہ سے تباہ و برباد نہیں ہوا بلکہ قبل مسیح میں کسی غیر معمولی اور بھیانک سیلاب نے اس تہذیب اور خود کفیل شہری تمدن کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا وادیٔ ہڑپہ میں موجود جگہ بجگہ جو "ٹھیہ" نظر آتے ہیں، اسی تمدن کی تباہی کی تاریخ بیان کرتے ہیں۔

وادی ہڑپہ کی زبان کو مسلمانوں کی آمد پر ہندوی کا نام دیا گیا جس میں ناتھ جوگیوں اور دوسری تہذیبی اور دھارمک لہروں کے زیرِ اثر تخلیق ہونے والے ادب کے نشان ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ہندوی کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر، مسعود سعد لاہوری متوفی ۱۱۲۱ء کو تسلیم کیا جاتا ہے، مگر جس شاعر کا کلام دستبردِ زمانہ سے محفوظ رہا۔ وہ حضرت مسعود گنج شکر المعروف بابا فرید اجودھنی (م ۱۲۶۴ھ) ہیں جنہیں چشتی مکتبۂ فکر میں شہبازِ طریقت کا مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ آپ کے دوہے ایک پختہ شاعری ہے، جو مشکل سے مشکل ترین خیالات کے اظہار پر قادر ہے۔ اس لیے انہیں پنجابی زبان کا پہلا شاعر قرار نہیں دیا سکتا، کیونکہ کسی زبان کی ابتدائی شاعری اس قدر پختہ، قواعد و ضوابط کی اس قدر پابند نہیں ہوتی جس قدر کلام بابا فریدؒ ہے۔

اسلام سے پیشتر پنجابی زبان لنڈوں، ٹاکری، شاردا اور کھروشٹی رسم الخطوں میں لکھی جاتی تھی۔ اس میں کئی کمیاں تھیں جسے دُور کرنے کے لیے آٹھویں نویں صدی عیسوی کے دوران میں، اسمٰعیلی درویشوں نے موجودہ رسم الخط کو وضع کیا اور یہ کوشش کی کہ پنجابی زبان کی زیادہ سے زیادہ آوازوں کے اظہار کے لیے حروفِ تہجی وضع کیے جائیں، چنانچہ عربی زبان کے حروفِ تہجی کی بنیاد پر انہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ آغاز میں پنجابی ادبیات کے لیے خط نسخ کو اپنایا گیا، مگر اکبری عہد میں جب فارسی کو دفتری زبان کا درجہ دیا گیا۔ تو غیر دینی ادبیات کے لیے خط نستعلیق استعمال ہونے لگا۔ بابا نانک جی مہاراج (۱۴۶۹-۱۵۳۹ء) کے دوسرے جانشین گورو انگد جی مہاراج (و ۱۵۵۲ء) نے اپنی علیحدہ شناخت بنانے کے لیے لنڈوں میں ترمیم و اضافہ کر کے گورمکھی رسم الخط کو وضع کیا، جس میں عربی کی اصوات کے اظہار کے لیے حروف تشکیل نہ کیے گئے۔ اس کمی کو ایک عظیم سکھ سکالر اور سکھ انسائیکلو پیڈیا کے مرتب بھائی کاہن سنگھ نابھہ (   ) نے بری طرح محسوس کیا گورمکھی حروف میں کچھ نشانیاں ایزاد کر کے انہوں نے اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی، مگر دیگر سکھ علماء نے ان کی پیروی نہ کی، جس کے نتیجہ میں پنجابی رسم الخط مسلمانوں کے لیے مخصوص ہو گیا اور گورمکھی لپی سکھ قوم کے لیے دیوناگری اور رومن خطوں میں بھی پنجابی لکھنے کو رواج دینے کی کوشش کی گئی جو کامیاب نہ ہو سکی۔

پاکستان میں جن لوگوں کی مادری زبان پنجابی ہے ان کی تعداد ۸۰ فیصدی ہے، مگر یہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن کی مادری زبانیں تو اور ہیں مگر پنجابی زبان بولتے بھی ہیں، سمجھتے بھی ہیں اور لکھنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، مگر پاکستان کے علاوہ مشرقی پنجاب (بھارت) میں پنجابی بولنے والے سکھوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کی مجموعی تعداد چار کروڑ کے قریب ہے۔ اس کے علاوہ دنیا بھر کے تقریباً ہر ملک میں وسیع اور موثر کن تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی مادری زبان پنجابی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ، انگلستان اور کینیڈا میں سرکاری طور پر پنجابی زبان کو درس و تدریس کا مقام و مرتبہ بھی حاصل ہے۔

الشوارۃ الفردہ علی قصیدۃ البردہ کے مصنف پروفیسر مولانا سید محمود علی دہلوی ثم جالندھری نے اپنے ترجمہ کے دیباچہ میں بردہ شریف کے مصنف کے حالات و آثار نہ ملنے پر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا، کہ گذشتہ زمانہ ہوتا تو کام سے فراغت تھی۔ لوگ (جس تحریر کو) پسند کرتے نقل کر لیتے، ورنہ کتاب والے کی طرح کتاب بھی گمنام رہتی، اب تصنیف کے بعد اشاعت کا اہتمام بھی ضرور ہے، ورنہ لکھنا نہ لکھنا برابر اور اشاعت کے وقت عام دستور ہو گیا ہے اور مفید بھی ہے، کہ جس کلام کو پیش کیا جائے اس کے حالات بھی مذکور ہوں، مصنف قصیدہ کے حالات و آثار کی سہل الحصول کتابوں (قاموس الاسلام وغیرہ) میں ملے نہیں، جہاں ایسے سامان (حالات و آثار) کا گمان تھا۔ خط لکھے جواب نہ پایا، سنا کہ مولوی ذوالفقار علیؒ مرحوم دیوبندی نے عطر الوردہ کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے وہ منگوائی کہ ایسے فاضل اور کثیر الذرائع بزرگ نے (مصنف قصیدہ بردہ شریف کے) حالات بھی لکھے ہوں گے (کتاب کو) دیکھا تو مایوسی کہ یہاں حالات نہیں تو ملتے ہی نہ ہوں گے" (ص ۴: الشوارۃ الفردہ) اور عجیب بات ہے کہ ایسی ہی بات نکلسن نے بھی لکھ دی (ص: ۳۲۷، اے لٹریری ہسٹری آف عربس) حالانکہ اپنی اس وقیع کتاب کے اسی صفحہ پر وہ مصنف کی سوانح عمری لکھنے والوں کی بات بھی کرتے ہیں۔ پروفیسر مولانا سید محمود علی اپنے عہد کے مشہور علما میں سے ہیں اور اس ترجمہ کے وقت رندھیر سنگھ کالج کپورتھلہ، ایسے وقیع تعلیمی ادارہ سے متعلق تھے، کپورتھلہ ان ریاستوں میں شامل تھا، جہاں وقیع لائبریریاں بھی قائم تھیں، لیکن قصیدہ بردہ شریف کے

مصنف کے حالات و آثار کی تلاش کے بارے میں مایوسی بلا وجہ ہے کیونکہ عربی ادبیات کے بارے میں کسی یورپی زبان میں کوئی کتاب لکھی گئی ہو یا مسلم دنیا میں شاید ہی کوئی کتاب ہوگی، جس میں قصیدہ بردہ شریف اور اس کے مصنف کے بارے میں بھرپور تنقیدی محاکمہ اور تجزیہ نہ دیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ عربی زبان و ادب کے ان مؤلفین کو بھی اس غیر فانی تخلیق اور اس کے مصنف کا ذکر کرنا پڑا ہے، جو نعتیہ شاعری کو بوجوہ عربی زبان و ادبیات سے متعلق لکھی جانے والی کُتب میں درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ ان مؤلفین میں احمد حسن زیات ایسے اہل قلم شامل ہیں۔ اگر سید صاحب اپنے عہد میں دستیاب انگریزی اور عربی کتب کا مطالعہ کرتے، تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ انہیں مصنف کے تراجم، احوال و آثار میسر نہ آتے۔

شیخ بوصیریؒ، حالات و آثار

اس غیر فانی نعتیہ رچنا کے خالق شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید بن حمّاد بن عبداللہ صنہاجی ہیں (ص: ٦ دو قصائد بردہ شریف)۔ ابوعبداللہ کنیت ہے اور شرف الدین لقب ہے۔ اس لیے ان کے اسم گرامی کی اصل ترتیب ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بن عبداللہ ہونا چاہیے۔ آپ کے والد بوصیر کے رہنے والے تھے۔ بوصیر (البوصیر) مصر کا ایک گاؤں ہے (ص: ٣٢٦، اے لٹریری ہسٹری آف عربز) بعض تذکرہ نگاروں نے انہیں دلاصی بھی لکھا ہے، کیونکہ آپ کی پیدائش اپنی والدہ کی جنم بھومی دلاص میں یکم شوال ٦٠٨ھ / ٧ مارچ ١٢١٣ء کو ہوئی (ص: ٨: طیب الوردہ علی قصیدۃ البردہ) مگر یکم شوال ٦٠٨ھ / کو عیسوی سال ٧ مارچ ١٢١٢ء ہے (ص ١٥٣: تقویم تاریخی) آپ کو اپنے والد کے قصبہ بوصیر کی وجہ سے بوصیری کی شہرت ملی (ص: ٢٠٦-٢٠٥ جلد ٢: فوات الوفیات) ابوعبداللہ عبداللہ شرف الدین محمد نسلاً عرب نہیں تھے، بلکہ آپ کا خاندانی سلسلہ بربر قومیت سے تھا جس کی ایک معروف شاخ بنوحبنون ہے جو صنہاجہ قبیلہ کا ایک حصہ ہے (ص: ٥: مقدمہ دیوان بوصیری) بوصیری کے بزرگ قلعہ بنی حماد میں مقیم تھے، جو وسطی غربی الجزائر میں واقع تھا۔ وہاں سے نقل مقامی کر کے بالائی مصر میں بوصیر نامی گاؤں میں آبسے، جو آج بوصیری کی وجہ سے عالمی شہرت کا مرکز بن گیا، حالانکہ یہ گاؤں خاصہ قدیم ہے۔ یونانی تاریخ میں اسے بوصیرس کا نام دیا گیا ہے، جسے مصریوں نے ابوصیر بنا دیا (ص: ٣٨٥، ج ٢: نیواینج انسائیکلوپیڈیا) امام بوصیری کے معاصرین میں مشہور جغرافیہ دان اور مؤرخ یاقوت حموی کے نزدیک اس نام کی چار بستیاں آباد تھیں جن میں اہمیت اور شہرت کے لحاظ سے بوصیر قوریدس نامی قصبہ خاص اہمیت کا حامل تھا (ص: ٥٠٩ - ج ١: معجم البلدان)

عربی زبان کا مقولہ ہے کہ نام آسمان سے اترتے ہیں (ص ٢: ادب ابوطالب) چنانچہ عید کے پُرمسرت موقع پر پیدا ہونے والے فرزند کا نام حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر محمدؐ رکھا گیا۔ اور یہی نام ان کے لیے اور ان کی مشہوری کے لیے ایک بابرکت نام ثابت ہوا۔ تاریخ میں جن لوگوں نے اپنے فرزندوں کے نام حضور سرور کائناتؐ کے نام پر رکھے۔ شہرت اور بقائے دوام نے اس نام کی برکت کی وجہ سے ان کے قدم چُومے اور خیر و برکت سے مالا مال کر کے علمی، مالی اور فکری طور پر بھی انہیں دوام بخشا۔

عرب دنیا کا ابھی زوال شروع نہیں ہوا تھا اور یورپ ابھی جہالت کے اندھیروں میں غائب تھا، کیونکہ مادی قوت سے محروم تھا۔ اسلام ایک روشن دین تھا۔ علوم و فنون کی تدریس اس کی تعلیمات کا بنیادی حصہ تھا۔ مساجد ابتدائی درس گاہیں ہی نہیں تھیں، بلکہ بلند مرتبہ دارالعلوم کا درجہ بھی رکھتی تھیں تعلیم کا آغاز حفظِ قرآن سے ہوتا تھا، چنانچہ شرف الدین محمدؐ نے بوصیر کی کسی درسگاہ سے کلام مجید کو حفظ کیا اور مزید تعلیم کے حصول کے لیے قاہرہ پہنچے جہاں مسجد شیخ عبدالظاہر میں مروجہ اعلیٰ علوم تفسیر قرآن، حدیث، سیرت، فقہ، تاریخ، لُغت، معانی، عروض۔ ادبیات کی تحصیل کی۔ اس زمانہ میں ایک دستور تھا کہ طالب علم ہر اس استاد سے تعلیم حاصل کرنے کو ترجیح دیتے جو کسی خاص علم میں مہارت تامہ رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ متذکرہ بالا مسجد کی درسگاہ کے علاوہ تخصص کے لیے گرد و نواح کی دوسری مساجد اور درسگاہوں میں جا کر خود کو زیورِ تعلیم سے بہرہ ور کرنے کی کوشش کرتے رہے (ص: ٦۔ مقدمہ دیوان بوصیری) معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی عمر میں شعر و ادب سے لگاؤ پیدا ہو چکا تھا چنانچہ عرب تہذیب و تمدن کے مؤرخ اور عربی ادبیات پر گہری نظر رکھنے والے قصیدہ بردہ شریف کے انگریزی مترجم ریڈ ہاؤس امام بوصیری کو شاعر ہی نہیں محدث کے درجہ پر بھی فائز کرتے ہیں (ص: ١٠٥: کنسائز انسائیکلو پیڈیا آف عربیک سولائزیشن)

”اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت بلند اور باعزت و پرشوکت مقام بخشا ہے۔ ایسے خاندان میں پیدا کیا ہے جس کا سلسلۂ نسب اعلیٰ ہے، جس کی بنیاد شرافت

بوصیری کے بارے میں تاریخ ادبیات میں غیر معمولی معلومات اور کوائف درج ہونے کے باوجود اس موضوع پر لکھنے والوں کی اکثریت اس بارے میں خاموش ہے کہ امام بوصیری نے کن کن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، مگر برکات بردہ اور افاداتِ بردہ کے مؤلف اس عہد کو سامنے رکھ کر جب شرف الدین محمد بوصیری قاہرہ میں موجود تھے لکھتے ہیں کہ اس وقت وہاں حافظ ابن دحیہ کلبی (۳۶-۱۲۳۵ء) بھی قاہرہ میں موجود تھے، جنہیں وہ امام شرف الدین محمد بوصیری کے اساتذہ میں شامل کرتے ہیں (ص: ۲۴: برکات بردہ)

اصل میں مؤلف اس بات پر قیاس کرتے ہیں کہ جب امام بوصیری کی تاریخ پیدائش ۱۲۱۲ء ہے تو وہ اگر دس بارہ سال کی عمر میں (۲۴-۱۲۲۲ء) میں قاہرہ میں پہنچے ہوں گے تو جناب کلبی اپنی وفات سے تیرہ چودہ سال پیشتر یقیناً قاہرہ میں ہوں گے۔ کیونکہ وہ اس زمانہ میں مشہور اساتذہ میں سے تھے اور سیرت وحدیث کے موضوع پر کتانی کے حوالہ سے ان کی تالیفات میں خصائص مصطفٰے کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ (ص: ۱۶۴ - الرسالۃ المستطرفہ) اور بوصیری کی فکری تربیت میں بھی جناب کلبی کو شامل گردانتے ہیں (ص ۲۵-۲۴ برکات بردہ) لیکن اساتذہ کے معاملہ میں اسے واضح شہادت کے مترادف نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

اسلامی علوم کے مدارس میں دینی علوم کے ساتھ طلبا کو معاشی غلامی سے بچنے کیلئے طب، خطاطی، درس و تدریس کے حوالہ سے بھی تعلیم دی جاتی تھی تاکہ تعلیم سے فراغت کے بعد طلباء، درس و تدریس کے ساتھ ساتھ طبابت اور خطاطی کا پیشہ اپنا کر اپنی گذران کو آسان اور آزاد بنا سکیں۔ عرب دنیا میں بھی یقیناً یہی دستور قائم تھا اور طلباء میں جو رجحان تقویت پکڑ لیتا یا ان کی طبیعت کے مطابق ہوتا مستقبل میں وہی اُن کا مستقل روزگار بن جاتا۔ چنانچہ امام بوصیری نے بھی تعلیمی فراغت کے بعد بچوں کو کلام مجید حفظ کرانے کے لیے ایک مدرسہ شروع کیا، مگر وہ یہ سلسلہ تا دیر نہ چلا سکے۔ ان کی شاعری میں مصروفیت اور کتابت کا شوق ان کے مدرس ہونے پر غالب آ گیا، جس کی وجہ سے انہوں نے مکتب کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اس بات کو تسلیم کرنا ہمارے لیے مشکل ہے کہ یہ سلسلہ انہیں حکومت کی طرف سے مالی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے ترک کرنا پڑا۔ (ص: ۷، مقدمہ دیوان بوصیری)

بحیثیت کاتب اور خطاط کے وہ اپنا آپ منوا چکے تھے (ص: ۹۰ المنجد فی الادب والعلوم) وہ فنِ خطاطی میں اس قدر ماہر، پختہ اور راسخ ہو چکے تھے کہ قصیدہ بردہ شریف میں ۷۰، ۴۷-۷۴ اور ۱۳۱ ویں شعر میں خطاطی کی اصطلاحات کو خوبصورتی کے ساتھ استعمال کر کے اس فن سے اپنے لگاؤ کا اظہار کرتے ہیں۔ خطاطی کی اصطلاحوں نے شعروں کی معنویت میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے۔

پریس کی ایجاد سے پیشتر کتاب کی اشاعت کا واحد ذریعہ کتابت تھا اور کاتب حضرات کا روزگار آج ہی کی طرح ایک اہم پیشہ سمجھا جاتا، چنانچہ انہیں بھی اس فن عزیز کو بطور ذریعہ روزگار اختیار کرنا پڑا

فن خطاطی میں عبور حاصل کرنے کے ساتھ ان کی شاعری بھی ان کے درباری تعلق کا ذریعہ بنی۔ خاندانِ صلاح الدین ایوبی کے آخری حکمران سلطانِ مصر الملک الصالح نجم الدین ایوب نے ۶۳۷ھ میں دینی مدارس میں تقسیم کے لیے تین ہزار دینار کی خطیر رقم طلباء میں تقسیم کرنے کے لیے بھیجی۔ مسجد شیخ عبدالظاہر کے حصہ میں جو رقم آئی اسے مدرسہ کے انچارج نے صحیح طور پر تقسیم نہ کیا تو اس پر احتجاج کرتے ہوئے بوصیری نے ایک قصیدہ رقم کیا، جس میں رقم کے غتر بود ہونے کا تذکرہ پوری شدت سے کیا (ص: ۶-۷، مقدمہ دیوان بوصیری) اور یقیناً اسے اپنے خط میں لکھ کر دربار کے متعلقین کو ارسال کیا، جو زبان و بیان اور شاعری کے لحاظ سے بھی خاصے کی چیز تھی اور حکمران کو اس قصیدہ کی وساطت سے اس بندر بانٹ کی اطلاع بھی ملی، جو انچارج مدرسہ نے کی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ قصیدہ خوش خطی کا اعلیٰ نمونہ ہو گا۔ اہل دربار سے اپنی قصیدہ گوئی کے فن میں مہارت اور خطاطی دونوں میں بلند مقام و مرتبہ رکھنے کی وجہ سے متعارف ہوئے سلطان (۶۴۷-۶۳۷ھ) ادب نواز، علماء اور شاعروں کی عزت و احترام کا قائل تھا اور ان کی قدر و منزلت سے واقف تھا (ص ۲۷: کمالات بردہ) چنانچہ دربار میں خطاط کی حیثیت سے ان کی خدمات حاصل کر لی گئیں اور انہیں مشرقی صوبہ کے صدر مقام بلبیس میں مباشر (محرر) کی حیثیت سے سرکاری خطاط کا عہدہ تفویض کر دیا گیا، جہاں وہ شعبہ کتابت کے انچارج کی حیثیت کتابت سے متعلقہ امور اور نقول کی تیاری کی نگرانی کرتے (ص ۲۰۶، ج ۲ فوات الوفیات) اس طرح سے آپ پر اچھی معاشی زندگی کے

دروازے کھل گئے اور دربار سے وابستگی سے عزت وآبرو میں بھی اضافہ ہوا۔

ترقی کے مدارج پانا

شعر وشاعری اور خطاطی میں ان کی شہرت ان کی ترقی کا زینہ بن گئی۔ ۶۵۶ ہجری میں زین الدین ابن الذبیری وزیر اعظم مقرر ہوئے تو ان سے تعلق خاطر پیدا ہونے سے مرکزی دربار سے وابستہ ہوگئے اور زندگی میں اور بھی فارغ البالی آئی اور شعر وشاعری اور خطاطی میں ان کے مکمل جوہر کھل کر سامنے آگئے۔

اسی فراغت کے سبب حج وزیارت پر نکلے اور اس طرح اپنی دیرینہ خواہش کو پورا کیا، اپنی زندگی کا کچھ عرصہ بیت المقدس میں بھی گذارا (ص ۶۰۴، ج ۴ : معجم المطبوعات) قصیدہ بردہ شریف کی تصنیف کے بعد جب عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں غیر معمولی اضافہ ہوا تو حج وزیارت کی غرض سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دوسری بار پہنچے اور وہاں کئی سال رہے اور اس سفر میں ان کی کوشش تھی، کہ وہ تمام مقدس مقامات ومقابر کی زیارت کریں جس میں انہیں کامیابی وکامرانی ہوئی۔

وفات

اسکندریہ مصر کا اہم ترین شہر ہے مقدسی کے کہنے کے مطابق یہ تاریخی شہر درویشوں اور اللہ والوں میں ہردلعزیز رہا ہے، وہیں امام بوصیری کے مرشد المرسی شاذلی قیام پذیر رہے، وہیں وفات پائی وہیں اپنی ابتدائی عمر میں بوصیری نے اُن کے سلسلہ شاذلیہ کے حوالہ سے بیعت کی، زندگی کے آخری ایام میں بھی دل میں مرشد کے مزار کے قرب کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ وہاں پہنچ گئے، چنانچہ وہیں ۱۲۹۵ء میں وفات پائی (ص ۶۷۷ جلد ۲ : نیو انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا) تدفین فسطاط (قاہرہ) میں ہوئی۔

مسلک

امام بوصیری، شافعی فقہ سے متعلق تھے، شاعری اور خطاطی کے فن میں مہارت کے ساتھ فقیہ اور محدث بھی تھے، شاید یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ سے محبت وعقیدت اور تقلید کی وجہ سے ان کی قبر بھی اسی جوار میں بنی۔

عربی زبان وادب پر گہری نظر رکھنے والے عظیم سکالر مولانا عبدالعزیز میمن جب قاہرہ پہنچے تو امام بوصیری کے مزار کی زیارت کے لیے حاضری دی، تو دیکھا کہ وہاں موجود حاضرین ایک مخصوص لے میں قصیدہ بردہ شریف پڑھنے میں مصروف تھے، جس سے مولانا عبدالعزیز میمن کی روح بھی سرشار ہوگئی اور اس وجد آفرین ماحول میں کھو گئے۔ (ص ۳۶ : برکات بردہ) فن خطاطی میں ان سے استفادہ کرنے والوں میں کون حضرات شامل ہیں اس کے بارے میں تو کوشش کے باوجود معلومات دستیاب نہیں ہوسکیں البتہ فن شعر میں ان کے شاگردوں میں علامہ ابو حیان نحوی (م ۷۴۵ھ) امام ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) قاضی القضاۃ بدرالدین ابن جماعہ (م ۷۳۳ھ) ایسے منفرد افراد وشخصیات شامل ہیں (ص ۳۶ : برکات بردہ)

فنِ شعر میں کمال

فن شعر میں اپنا مقام ومرتبہ حاصل کرنے میں اس حد تک کامیاب وکامران ہوئے کہ بقول مولانا جلال الدین سیوطی اس فن میں درجہ کمال تک پہنچ گئے۔ (ص ۲۴۵ ج ۱ : حسن المحاضرہ) عربی ادب کے نقادوں کے نزدیک ان کے اشعار میں ان کی ترکیبیں چست اور حسن لطافت بدرجہ اتم موجود ہے (ص ۲۰۶

ج ۲ : فوات الوفیات) ابن سید الناس بوصیری کا معاصرین کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے بجا طور پر لکھتے ہیں کہ بوصیری، مشہور ہجوگو الجزار (م ۶۷۹ھ) اور ٹپ گو الوراق (م ۶۹۴ھ) سے شعر و شاعری کے حوالہ سے نہ صرف خوش مقال تھے بلکہ ان سے زیادہ بہتر اور خوب تر لکھنے والوں میں سر فہرست تھے (ص ۲۴۵ ج ۱ : حسن المحاضرہ) بوصیری نے یا تو قصیدے رقم کیے یا پھر ہجوگوئی کی جس میں طنز بھی موجود ہے۔ مزاح بھی پیدا کرتے ہیں درباری شعراء کی طرح ان میں جہاں ممدوح کی غیر معمولی تعریف ملتی ہے وہیں ان کے مخالفین کی ردّ و قدح کے ساتھ ساتھ اپنے ممدوحین سے اپنی حاجات اور ناداری کا تذکرہ کرکے مشکلات کے حل کرنے کے لیے ممدوح سے مالی استعانت کی بات کرتے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف لکھنے کے بعد ان کی شہرت ایک نعت گو شاعر کی ہوگئی جس میں وہ سب کو پیچھے چھوڑ گئے اس سلسلہ میں مشہور عربی غیر مقلد سکالر مولانا مسعود عالم ندوی کی رائے کا اظہار بے موقع نہ ہوگا۔ وہ رقمطراز ہیں کہ

عربی ادب اور نعت گوئی

" طبیعت سوز و مستی چاہتی ہے، لیکن عربی شاعری کا دامن نعت سے بالکل خالی ہے اور جو کچھ ذخیرہ ہے اس میں درد و سوز نہیں اور تو اور حضرت حسانؓ بن ثابت کے کلام سے بھی پیاس نہیں بجھتی۔ حضرت کعبؓ بن زہیر کا مشہور قصیدہ بانت سعاد عربی شاعری میں جو بھی مرتبہ رکھتا ہے ۔ پر اس میں جلتے ہوئے دل کی تسکین کا کوئی سامان موجود نہیں ۔ لے دے کر ایک بوصیری کا قصیدہ بردہ ہے۔ بلاشبہ اس میں کہیں کہیں مقام نبوت سے تجاوز ہوگیا ہے، لیکن اس کا ہر شعر درد و سوز سے بھرا ہوا ہے ۔ راقم اپنی وہابیت کے باوجود اسے پڑھتا ہے اور لطف اندوز ہوتا ہے۔ عبدالرحمٰن برقوقی نے دیوان حسانؓ کی شرح میں لکھا ہے۔" اب تک عربی شاعری میں بوصیری اور شوقی کے سوا کوئی نعت گوئی میں کامیاب نہیں ہوا" ان کی رائے بڑی صائب معلوم ہوتی ہے ، البتہ شوقی کے متعلق راقم اس وقت قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا" (ص ۳۱۴ : دیار عرب میں)

قصیدہ بانت سعاد اور قصیدہ بردہ شریف کا تقابلی مطالعہ بھی کیا گیا ہے چنانچہ شیخ الجامعہ عباسیہ مولانا محمد ناظم ندوی نے اس معاملہ میں اپنا تقابلی تجزیہ یوں پیش کیا ہے۔

قصیدہ بردہ کا آغاز کعب بن زہیر کے بانت سعاد کی طرح ذکر حبیب سے کیا گیا ہے لیکن بوصیری کی آنکھیں محبت رسولؐ اور اہل مدینہ کی یاد میں خونابہ فشاں ہیں اور کعبؓ بن زہیر جاہلی شعراء کی طرح فراق سعاد میں بے تاب ہے بوصیری نے حجاز خصوصًا مدینہ منورہ کے اردگرد کے بہت سے مقامات کا ذکر کیا ہے اور اس طرح نشاندہی کرکے مدینہ منورہ کے گرد و نواح کا ایک ایسا دل کش نقشہ کھینچا ہے کہ زائر حرم کے دل میں ان کے مقامات کے معلوم کرنے اور دیکھنے کا ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے (ص ۶۷: سیرت نمبر ماہنامہ فاران کراچی)

بوصیری کا عہد ۱۲۹۵ - ۱۲۱۲ء ایک پر آشوب دور ہے ، کیونکہ عرب سلطنت کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی ، علاقائی قوتوں نے سر اٹھایا اور نئی نئی سلطنتیں قائم ہوئیں ، صلیبی جنگیں ، منگولوں کی یلغار ، اندرونی طور پر عقائد کی بے معنی جنگ و جدل کا یہی زمانہ ہے ۔ سماجی بیماریاں عروج پر تھیں ، شیخ محمد بن شاکر کبتی نے اپنی فوات الوفیات میں بوصیری کے ۲۶ ایسے اشعار دیئے ہیں، جن میں اہل شرقیہ کی بد خصلتی ، چوری ، سینہ زوری ، راہزنی ، بد دیانتی ، بدکرداری کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اصل میں زوال پذیر کسی بھی سماج میں وہی کچھ ہوتا ہے جو بوصیری نے اس قصیدہ میں بیان کیا ہے ۔

تصوف کی جانب میلان کے اسباب

انسان کو اپنی عافیت کے لیے یا تو سرکاری عمائدین کی سرپرستی حاصل کرنا پڑتی ہے کیونکہ اس سے مادی مشکلات بھی حل ہوتی ہیں اور سماجی مجرموں سے بھی تحفظ مل جاتا ہے زمانہ کی ایسی بے ثباتی میں انسان کا تصوف کی جانب متوجہ ہونا غیر قدرتی بات نہیں کہ ایسے غیر محفوظ عہد میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ تعالیٰ

کے سہارا لینے سے اطمینانِ قلب بھی نصیب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میں مالی مشکلات سے بھی نکالتا ہے اور سماجی بلیّات و تکالیف اور دشواریوں سے بھی اس لیے جب بوصیری کے حوالہ سے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی ذاتی اور سماجی مشکلات کے سدباب کے لیے یہی راہ اپنائی ۔

سالِ تصنیف

عجیب اتفاق ہے کہ اس قدر اہم اور جامع ادبی دستاویز حضور پاکؐ سے منظور شدہ نعتیہ قصیدہ کا سال تصنیف امام بوصیری نے نہیں دیا مگر تاریخی شواہد اس سلسلہ میں غیر معمولی طور معاونت کرتے ہیں ۔

امام بوصیری نے اس غیر معمولی نعتیہ تخلیق کو الملک ظاہر کے وزیر اعظم بہاوالدین الحنا (م ۶۷۷ھ) کے عہدِ وزارت میں تحریر کیا ۔ بہاوالدین ابن الحنا، الصاحب زین الدین کے بعد ۸ ربیع الاول ۶۵۹ھ کو اس عہدہ پر متمکن ہوئے (ص ۲۵۷ ، جلد ۳ : البدایہ والنہایہ)

قصیدہ بردہ شریف کے اہمیت کے حوالہ سے پہلی کتاب شیخ عبدالسلام بن ادریس مراکشی (م ۶۶۰ھ) نے خواص البردہ لکھ کر اس نعتیہ قصیدہ کا نہ صرف علمی و ادبی مقام و مرتبہ متعین کیا بلکہ اس کی برکتیں بھی بیان کیں اور ظاہر ہے کہ اپنی وفات (۶۶۰ھ) سے پیشتر ہی شیخ عبدالسلام نے خواص البردہ تصنیف کی (ص ۴۷ ؛ برکات بردہ) عربی کتب کی دوسری ببلیوگرافی مرتب کرنے والی معروف شخصیت حاجی خلیفہ نے مورخ ابو شامہ (م ۶۶۵ھ) کی شرح بردہ کا ذکر کیا ہے (ص : ۱۳۳۴ ، ج ۲ : کشف الظنون) ان کے زمانہ میں یہ کتاب متداول اور موجود تھی (ص ۱۳۳۴ ج ۲ : کشف الظنون)

ان شواہد کے ہوتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ غیر معمولی نعتیہ تخلیق ۶۶۰ - ۶۵۹ھ کے درمیان میں تصنیف کی گئی اور پروفیسر فضل احمد عارف کی بھی یہی رائے ہے (ص ۶۴ : برکات بردہ) اردو ادب میں قصیدہ بردہ شریف اور اس کے مصنف امام بوصیری کے حوالہ سے پروفیسر فضل احمد عارف ایک مستند مقام و مرتبہ پر فائز ہیں اور ان کی اس موضوع پر دو اہم ترین مطبوعات طبع ہو کر ان کی تحقیق کی داد پا چکی ہیں ۔ قصیدہ بردہ شریف کہاں رقم کیا گیا ؟ کچھ علماء کی رائے ہے کہ اسے قاہرہ میں تخلیق کیا گیا اور دیگر اسے مکہ مکرمہ میں تصنیف کیے جانے پر قیاس کرتے ہیں (ص ۵۶۴ ج ۴ : انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا) لیکن ہماری رائے میں یہ قصیدہ مدینہ منورہ میں تصنیف ہوا کیونکہ درویش اور قطب زمانہ الشیخ ابوالرجا مدینہ منورہ ہی کے قرب وجوار میں موجود تھے اگلے ہی روز امام بوصیریؒ سے ملاقاتی ہوئے ۔

درباری زندگی اور حکمرانوں کے قرب کے نتیجہ میں درباریوں کو بھی حکمرانوں کی خوشنودی کے حصول میں لہو ولعب سے گذرنا پڑتا ہے اور آج بھی ایسا ہی ہے اور بسا اوقات ان حدود وقیود کی عملاً خلاف ورزی ان سے بھی سرزد ہو جاتی ہے ، جو صاف اور صحت مند زندگی گذارنے کے لیے حکماء ، اہل دانش اور حال وقال کے عاملین نے قائم کر رکھی ہیں اسی سبب سے کلام مجید میں سورہ العصر میں انسان کو گھاٹے کا سوداگر قرار دیا گیا ہے ، جس میں اس کا خسارہ سے دوچار ہونا غیر قدرتی نہیں بلکہ اس کے اعمال کا ہی نتیجہ ہے ، کیونکہ وہ جان بوجھ کر غلطیوں کا ارتکاب کرتا ہے ۔

قصیدہ بردہ شریف

امام بوصیری اپنی خطاطی ، قصیدہ گوئی ، ہجوگوئی اور موثر شعری تخلیقات کیوجہ سے غیر معمولی درباری قرب حاصل کر چکے تھے ۔ درباری لوازمات سے متمتع ہونے کی وجہ سے ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے جسم کا نصف حصہ مفلوج ہونے کیوجہ سے وہ بے بس ولاچار ہو گئے ، دماغ ابھی کام کر رہا تھا اسی لاچاری کے سبب ان کے دل سے ہوک اٹھی ، ایک زخمی دل کی چیخ تھی ، جب دل کی گہرائیوں سے کوئی التجا کی جائے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسی لج پال اور ملجا و ماوا شخصیت مخاطب ہوں تو کوئی وجہ نہیں دکھی دل کی آواز نہ سُنی جائے اور پیش کی گئی عرضداشت کو شرفِ قبولیت ملتا ہی آپؐ کی رحمۃ العالمینی کا نام ہے ، چنانچہ یہ قصیدہ امام بوصیری کے دُکھی دل کی آواز تھی ، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سماعت فرمائی اور شاعر کے درد کا درمان اس کی حالت نیند ہی میں کر دیا ۔ امام بوصیری نے جن الفاظ

میں یہ واقعہ بیان فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔

نعت گوئی میں کئی قصیدے تصنیف کیے ان میں سے کچھ زین الدین یعقوب ابن الزبیری کو پڑھ کر سنائے جو درجۂ وزارت پر متمکن تھے پھر بدقسمتی سے فالج کا حملہ سے جسم کا نصف حصہ مفلوج ہونے کی وجہ سے بیکار ہوگیا۔ علاج معالجہ سے افاقہ نہ ہوا بالآخر در محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ بنانے کی امنگ اٹھی کہ کیوں نہ حضور پاکؐ کی نعت کے حوالہ سے موذی مرض سے چھٹکارہ پانے کے لیے دربار رسالتؐ میں عرض کی جائے، چنانچہ قدرت کے فیضان اور آپؐ کی محبت کی وجہ سے میرے جذبات قصیدہ کے روپ میں ڈھلتے گئے اسی تخلیق کو وسیلہ بناکر گڑگڑا کر صحت کے لیے دعا مانگی۔ آنکھوں میں آنسو تھے اپنی بے بسی کا رونا اور عجز ولاچاری کا اظہار تھا، نیند نے چادر تان دی خواب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی آپؐ نے اپنا دستِ مبارک میرے جسم کے مفلوج حصہ پر پھیرا، میرے جسم کا ہر بال جھوم اُٹھا، کیونکہ دستِ مبارک کے چھونے سے میں قطعی طور پر صحت یاب ہوچکا تھا اور ایسا لگا کہ مجھے کوئی عارضہ کبھی لاحق ہوا ہی نہیں۔ بے پایاں مسرت اور خوشی کے ساتھ بیدار ہوا تو شاداں اور فرحاں تھا۔ عجیب قسم کی سرشاری تھی، تشکر میں جھک گیا۔ علی الصبح سیر کی غرض سے نکلا۔ ابھی تک میں نے اس ساری صورت سے کسی کو بھی آگاہ نہیں کیا تھا، کیونکہ صحت یاب ہوکر بیدار ہونے کے بعد مجھے کوئی ایسا فرد ملا ہی نہیں تھا جسے یہ سب کچھ بیان کرتا۔ گھر سے چند قدم کے فاصلہ پر ایک بزرگ سے مڈھ بھیڑ ہوگئی۔ سلام دعا کے بعد انہوں نے فرمایا کہ مجھے آپ کا قصیدہ چاہیے میں نے عرض کیا کہ میں نے تو کئی قصیدے لکھے ہیں آپ کو کون سا قصیدہ درکار ہے تو وہ گویا ہوئے کہ وہ قصیدہ جو آپ نے بیماری کی حالت میں تخلیق کیا اور اس کا پہلا مصرعہ اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٖ ہے مجھے حیرانی ہوئی کہ میں نے اس قصیدہ کا کسی سے بھی ذکر نہیں کیا۔ ان بزرگوں کو کس طرح پتہ چل گیا، جب ان سے اپنے تعجب اور حیرانی کا تذکرہ کیا تو وہ فرمانے لگے کہ رات جب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ قصیدہ پیش کر رہے تھے تو سامعین میں یہ فقیر بھی حاضر تھا اور اس کی سماعت کی سعادت مجھے بھی حاصل ہوئی ہے انہوں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ لمحہ میرے لیے ناقابل فراموش ہے کہ اس قصیدہ میں کچھ ایسے اشعار بھی آئے جن کی سماعت پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسرت سے ایسے جھوم جھوم جاتے جس طرح پھل دار درختوں کی ثمر دار شاخیں بادِ نسیم کے چلنے سے ہوا میں لہرا لیتی ہیں۔ یہ سُن کر قصیدہ کی نقل انہیں پیش کی اور اس کے بعد اس کا ذکر خوشبو کی طرح چاروں طرف فضا کو معطر کرنے لگا (ص ۲۰۹، ج ۲: فوات الوفیات)

اس کے بعد قریبی زمانہ میں لکھے گئے تذکروں اور ادبی تاریخوں میں المقریزی (م ۸۴۵ھ) علامہ ابن شاکر کتبی (م ۸۶۴ھ) اور ابن تغری بردی (م ۸۷۴ھ) نے اس واقعہ کو اسی انداز میں بیان کیا ہے، جس طرح امام بوصیری نے یہ قصیدہ رقم کرنے، حضورؐ کو خواب میں دیکھنے، مکمل طور پر صحت مند ہونے اور صبح سویرے ایک بزرگ کا ملتے ہی قصیدہ طلب کرنے کے واقعات بیان کیے ہیں۔

وہ بزرگ کون تھے! اس قصیدہ کے بارے میں لکھے گئے تمام لٹریچر میں یہ بات مکمل تصریح کے ساتھ موجود ہے کہ یہ بزرگ الشیخ ابوالرجا الصدیق تھے جو اپنے زمانہ کے اللہ والے تھے انہیں قطب زمانہ کا مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ طیبہ (مدینہ منورہ) سے باہر دنیا سے الگ تھلگ رہ کر حضور پاکؐ کی محبت میں سرشار ثناءالٰہی میں ہر وقت مصروف رہتے۔ (ص ۵: راحت الارواح علی ہامش العصیدہ)

قصیدہ بردہ شریف کی شہرت اور برکات

اس کے بعد جلد ہی اس قصیدہ کی شہرت عوام سے نکل کر دربار تک پہنچ گئی، چنانچہ بہاؤالدین ابن الحنا وزیراعظم الملک الظاہر بیبرس نے بھی اس قصیدہ کی شہرت پر امام بوصیری سے قصیدہ نقل حاصل کی اور ہمیشہ ننگے پاؤں، ننگے سر احترام میں کھڑے ہوکر اس قصیدہ کو سنتے۔ ان کے اہلِ خانہ بھی ان کے اس عمل میں شریک ہوتے، اس قصیدہ شریف کی برکت حاصل کرنے اور اپنی مشکلات پر اس قصیدہ کی برکت سے قابو پانے میں کامیاب ہوتے (ص ۲۹، جلد ۲: کشف الظنون)

پروفیسر فضل احمد عارف اس سلسلہ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ وزیراعظم بہاؤالدین کے فرمان نویس سعدالدین فارقی آشوبِ چشم سے اس قدر علیل ہوگئے کہ خدشہ ہوا کہ کہیں اندھا پن کا شکار نہ ہوجائیں۔ آنکھوں کے ماہرین اپنے عجز کا اظہار کرنے لگے، سعدالدین فارقی کا پریشان ہونا قدرتی امر تھا، کیونکہ بینائی سے محرومی

زندگی سے قطعی طور ہاتھ دھونے کا مترادف ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے مواقع پر مایوسی کی فضا میں ہر مسلم فرد حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنا کر دست بہ دعا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ سعد الدین فارقی کو بھی اس حالت سے گذرنا پڑا۔ خواب میں بشارت ہوئی کہ وزیر اعظم بہاؤالدین سے ملو ان کے پاس قصیدہ بردہ شریف ہے حاصل کرکے اپنی آنکھوں سے لگاؤ، اللہ تعالیٰ خیر کرے گا، چنانچہ بیداری کے فوراً بعد وہ بہاؤالدین سے ملے کہ آپ کے پاس قصیدہ بردہ شریف ہے تاکہ اس سے آشوبِ چشم کا علاج کرسکوں، کیونکہ ایک بزرگ نے اس سلسلہ میں بشارت دی ہے۔

بہاؤالدین نے کہا کہ اس کے پاس اس نام کی کوئی ادبی تخلیق موجود نہیں ہے البتہ بوصیری کا ایک نعتیہ قصیدہ میرے پاس ضرور ہے، جس سے برکت وشفا ہم حاصل کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ملازم یاقوت کو قصیدہ لانے کو کہا یاقوت کے لانے پر سعد الدین فارقی نے بوصیری کا یہ قصیدہ لے کر اپنی آنکھوں پر رکھا۔ وہ ایسا مرہم ثابت ہوا کہ تمام درد بند ہوگئی اور آشوب چشم کا مرض کافور ہوگیا۔ (ص ۵۰ : کمالات بردہ)

آشوبِ چشم

اور اسی قسم کے بہت زیادہ واقعات اس سلسلہ میں بیان کیے گئے ہیں جو کئی قابلِ ذکر کتب میں تواتر کے ساتھ موجود ہیں یہی نہیں بلکہ الگ الگ شعروں کے پڑھنے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کا بھی تفصیلی تذکرہ متعلقہ کتب میں موجود ہے۔ دیوبند کے اکابرین میں مولانا حسین احمد مدنی مرحوم ایک بلند مرتبہ شخصیت تھے ان کے مکتوبات میں سعد الدین فارقی ایسا ہی ایک اور واقعہ یوں درج ہے۔

مدنی صاحب مرحوم کے عقیدت مندوں میں حاجی حبیب الرحمٰن سیوہاروی بھی شامل تھے ان کی نواسی کی بینائی جاتی رہی تو انہوں نے مولانا مدنی مرحوم کو بچی کی بصارت کے بارے میں دعا کرنے کے لیے لکھا تو انہوں نے جواباً تحریر کیا کہ باوضو ہوکر قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر پڑھ کر آنکھوں پر پھونک دیا جائے۔ دن میں یہ عمل سات بار کرنے کی ضرورت ہے۔ كَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ (ص ۳۱۵ ج ۲ : مکتوبات شیخ الاسلام)

ترجمہ :- نہ جانے کتنے ایسے مریض ہیں جنہوں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک مس فرمانے سے صحتِ کاملہ کی دولت پائی اور کتنے ایسے جنون کے مرض میں مبتلا تھے جنہیں آپ کے ہاتھوں کے لمس سے دیوانگی سے شفا ملی۔ (ص ۵۱۵ ج ۲ : مکتوبات شیخ الاسلام۔

مُلّا عبد الحامد بدایونی

عہد اکبری کے مسلمہ مورخ اور نقاد مُلّا عبد القادر بدایونی اس معاملہ میں اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اکبر اعظم کا فرمان پہنچا کہ بلا تاخیر دربار میں حاضر ہوکر رپورٹ کروں، مولانا پانچ ماہ تاخیر سے ذی الحج ۱۰۰۰ھ کو بدایون سے چل کر بھمبر (گجرات) میں پہنچے اور حکیم ہمام نے اکبر اعظم کو اطلاع دی کہ مُلّا صاحب پہنچ گئے ہیں۔ پانچ ماہ تاخیر سے پہنچنے کا سبب ان کی علالت ہے، جس کی اہل بدایون نے اپنی تصدیق بھی ارسال کی ہے جس میں حکیم عین الملک کا تصدیقی خط بھی ہے، لیکن اکبر نے کہا کہ بیماری پانچ ماہ طول نہیں کھینچ سکتی، جس کی وجہ سے ملا عبد القادر کو دربار میں حاضری کا اذن نہ ملا۔ مُلّا صاحب کا غمگین ہونا قدرتی تھا۔ شرمسار بھی تھے کہ ان سے ایسی کوتاہی سرزد کیوں ہوئی، چنانچہ شہزادہ دانیال کے لشکر میں قلعہ روہتاس (جہلم) میں پہنچ کر درود شریف اور قصیدہ بردہ شریف کے وسیلے سے اپنی خطا کی معافی کے ملتجی ہوتے رہے اللہ تعالیٰ نے دعا منظور فرمائی اور جب پانچ ماہ بعد بادشاہ کشمیر سے لاہور لوٹا تو مُلّا صاحب کو ۱۷ ربیع الاول کو دربار میں حاضری کا فرمان ملا۔ بادشاہ نے اپنا غصہ تھوک دیا اور ناراضگی کی بجائے مُلّا صاحب کو خلعت بخشا اور ساتھ میر نظام الدین سے مل کر مشترکہ طور پر جامع رشیدی کے ترجمہ کی ذمہ داری سونپی (ص ۵۴۶ ج ۲ : منتخب التواریخ مترجم)

سید عبد الحی حسنی بریلوی نے تاریخ فرشتہ کے حوالہ سے یہ تاریخی واقعہ بیان کیا ہے :

رہائی

بیجاپوری نے آپ (سعد اللہ) سے روایت کی ہے یہ واقعہ تاریخ فرشتہ میں ہے کہ جب سُلطان حسین بادشاہ سندھ نے ملتان پر حملہ کرکے اس کا محاصرہ کیا میں اس موقع پر ملتان میں اپنے والد ابراہیم الجامع (ابن فتح ملتانی م ۹۳۲ھ) کے پاس ان کے گھر میں موجود تھا۔ جب سلطان نے ملتان فتح کرلیا تو اس کی فوج نے شہر میں داخل ہوکر لوٹ مچادی اور رعایہ کو اسیر کرنے لگے۔ اپنے والد کے ہمراہ میں بھی گرفتار ہوگیا۔ فوجیوں نے ہمارے گھر میں جھاڑو لگادی۔ آخر وہ ہمیں وزیر کے پاس لے گئے۔ وزیر نے میرے متعلق کچھ حکم تحریر کرنا چاہا، میں عرض گذار ہوا، وزیر صاحب وضو کے بغیر کچھ نہ لکھیے، اس پر وہ وضو کرنے بیٹھ گیا، میں نے موقع پاکر ایک کاغذ لیا، جس پر بوصیری کا یہ شعر لکھ دیا فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ ترجمہ: تیری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے کہ جب تو ان سے کہتا ہے کہ بس تو یہ اور روتی ہیں اور تیرے دل کو کیا ہوگیا ہے کہ جب تو اس سے کہتا ہے کہ بس! تو وہ اور غم کھاتا ہے۔

یہ شعر لکھ کر میں اپنی جگہ پر آبیٹھا۔ اتنے میں وزیر اپنی جگہ پر پہنچا اس کی نگاہ شعر پر پڑی تو یہ شعر پڑھ کر وہ میری طرف متوجہ ہوا کیونکہ اس وقت وہاں میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔ وزیر نے مجھ سے میرا نام دریافت کیا، جب میرے والد کا نام سنا تو دفعتاً میرے پاس آکر رہا کیا اپنے بدن سے قمیص اتار کر مجھے پہنائی اور مجھے بادشاہ کے سامنے لے جاکر والد صاحب اور میرا دونوں کا تذکرہ کیا۔ شاہ حسین نے میرے والد کو بھی طلب کیا اسی وقفہ میں علمائے دربار ہدایہ کے ایک مسئلے پر مباحثہ کر رہے تھے۔ بادشاہ نے ہم دونوں کو رہا کردیا۔ میرے والد نے اس مجلس میں مسئلہ زیر بحث پر تقریر کی تو حاضرین اور سلطان سب لطف اندوز ہوئے۔ بادشاہ نے میرے والد کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہا، لیکن انہوں نے بڑھاپے کی وجہ سے معذرت چاہی اور اس سے دو ماہ بعد دنیا سے مُنہ موڑ لیا۔ یہ واقعہ ۹۳۲ھ میں رونما ہوا (ص ۲۲-۲۳ ج ۴: نزہتہ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، مترجم)۔

تواتر سے اہل اللہ نے ذاتی تجربہ کی بنیاد پر تحریر کیا ہے کوئی بھی نیک حاجت ہو کوئی مشکل ہو، اس سے چھٹکارہ پانے کے لیے قصیدہ بردہ شریف کے اولین اشعار میں شامل اس شعر هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

ترجمہ:۔ وہی حبیب لبیب ہیں کہ امید کی گئی ہے ان کی شفاعت کی ہر شدت و مصیبت میں شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی سے جو سختی کے ساتھ ان کے غلاموں پر نازل ہوچکی ہے۔

کو پڑھا جائے تو مشکلات حل ہوجاتی ہیں، دشواریوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے، چنانچہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر بارگاہِ رسالت میں انتہائی مقبولیت کا حامل ہے۔ نمازِ فجر کے بعد سات مرتبہ پڑھنے سے حضور پاکؐ سروری فرماتے ہیں (ص ۴۸۲: مہرِ منیر) مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری مرحوم اسے اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھنے سے مشروط کرتے ہیں (ص ۲۷: طیب الوردہ)

بُردہ شریف کی فصلیں

قصیدہ بردہ شریف کو موضوع کے اعتبار سے دس فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ فصلیں، امام بوصیری نے مدون نہیں کی تھیں، بلکہ مرتبین نے اپنی اور قارئین کی سہولت کے لیے قصیدہ کو دس حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس تقسیم کے بارے میں اپنے اپنے موقف کو مدلل اور حتمی بنانے کے لیے تفصیل و اجمال دونوں سے کام لیا گیا ہے۔

ہر فصل میں اشعار کی تعداد یکساں نہیں۔ کوئی فصل ۱۲ اشعار پر مشتمل ہے اور کوئی فصل تیس پر۔ ان میں بھی کمی بیشی ہوتی رہی ہے۔ بیشتر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ قصیدہ میں موجود اشعار کی تعداد ایک سو ساٹھ ہے باقی اشعار الحاقی ہیں، جو عقیدت مند شاعروں کی جانب سے ازداد کیے گئے ہیں، لیکن قدیم قلمی نسخے

اور شرحیں اس معاملہ میں راہنمائی کرتی ہیں۔ مفتی خرپوت نے شعر نمبر ۴، ۵ کو اور کئی دوسرے محققین نے شعر نمبر ۷ کو الحاقی قرار دے کر ۱۶۰ شعروں پر صاد کیا ہے ہم نے اس مجموعہ میں ۱۶۱ اشعار کا ترجمہ پیش کیا ہے، کیونکہ تمام مترجم شعراء نے ۱۶۱ شعروں کا ترجمہ کیا ہے، مگر متعلقہ فصلوں کے قدیم اور جدید ترتیب اور تدوین کیے گئے نسخوں میں ہر فصل اور اس میں موجود اشعار کی تعداد کچھ یوں ہے

		موضوع	قدیم ترتیب میں شعری تعداد	جدید ترتیب میں شعری تعداد
۱	فصل اول	تشبیب	۱۳	۱۲
۲	فصل دوم	اعترافات اور نفس کی مذمت	۱۶	۱۶
۳	فصل سوم	مدح حضور پاکؐ	۳۰	۳۰
۴	فصل چہارم	میلاد النبیؐ	۱۹	۱۳
۵	فصل پنجم	دعوت وارشاد	۱۰	۱۷
۶	فصل ششم	شرف قرآنی	۱۷	۱۷
۷	فصل ہفتم	معراج النبیؐ	۱۳	۱۳
۸	فصل ہشتم	جہاد النبیؐ	۲۲	۲۲
۹	فصل نہم	طلب مغفرت	۱۴	۱۲
۱۰	فصل دہم	مناجات وحاجات کا بیان	۹	۱۲
			۱۶۳	۱۶۴

قصیدہ بردہ شریف کا نام

اس سلسلہ میں ہر شارح، ہر مترجم اور قصیدہ بردہ شریف کے بارے میں لکھنے والے ہر مصنف اور محقق نے بہت کچھ لکھا ہے کہ اسے بردہ کا نام کیوں دیا گیا۔ اس سلسلہ میں علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری نے اپنی کتاب شرح طیب الوردہ میں اس سلسلہ میں تمام معلومات کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں اپنی طرف سے کوئی بات کرنے کی بجائے ان کی حسب ذیل تحقیق کو نذرِ قارئین کیا جائے وہ یوں رقمطراز ہیں :

"فالج سے صحت آشوبِ چشم کی شدت سے نجات، امور ملکی دینی دنیوی مہمات کا حل تو اس کی برکت سے ظاہر ہے، جیسا کہ عرض ہو چکا۔ اس بناء پر صاحبِ عطر الوردہ نے لکھا :- "ان البردة الثوب المخطط كما فى القاموس والناظم قدس سرهٗ يذكر فيها المضامين المختلفة فتارة يذكر الصبابة ولوازمها من الاشواق والاحزان ومرة يتجرد من نفسه مخاطبًا ويحاوره عتابًا ويخاطبه سوالا و جوابا وطورا يعترف بالتقصير ويعتذر عنه وحينًا يحذر عن مكائد النفس ويعظ الناس وساعة يتشبث بالرجاء ويستغيث ويستشفع به صلى الله عليه وسلم ووقتا يمدحه عليه السلام ويشرح كمالاته الذاتية والمكتسبة ويبين معجزاته الظاهرة الباهرة ويذكر فضائل اصحابه باتم بيان الى غير ذالك فكانه لكل مضمون لون عجيب فائق يشبه كل مضمون بخط حسن الهيئة الرائق فشابهت القصيدة ببردة مخططة فسميت بها۔"

"خلاصہ یہ کہ لغت میں بردہ دھاریدار کپڑے کو کہتے ہیں اور چونکہ اس قصیدہ میں ناظم فاہم نے مختلف مضامین کی آرائش کی ہے کہیں بادِ صبا سے مخاطبہ کہیں اظہار شوق و ذوق، کہیں غمِ ہجر کی داستان، کہیں تنہائی کا شکوہ، کہیں نفس امارہ پر عتاب، کہیں مدعی مدعا علیہ کے سوال وجواب، کہیں اعترافِ قصور،

کہیں عذر خواہی، کہیں نفس کے مکروں سے ڈرانا، کہیں عوام قارئین کو واعظ سنانا، کہیں دربار رسالتؐ میں استغاثہ، کہیں سرکارؐ مدینہ کے حضور میں استشفاع، کہیں مدحت و مناعت، کہیں شرح کمالاتِ ذات، کہیں اظہارِ معجزات، کہیں فضیلت صحابہؓ، کہیں مارنحت عذبات البان ریح صبا، کہیں واطرب العیس بالنغم تو گویا یہ مختلف مضامین ثوب عشق و محبت پر خط ہیں۔ اسی بناء پر اس قصیدہ مبارکہ کا نام قصیدہ بردہ رکھا گیا۔"

۲۔ بعض نے کہا کہ بردہ ایک اسم ہے جس سے ٹھنڈک حاصل کی جائے اور اس کا ماخذ برد ہے جس کے معنی سوہان، سوہان اور راست کردن کے ہیں۔ تو چونکہ اس قصیدہ مبارکہ کے الفاظ حشو و زوائد سے مصئون لوازماتِ شاعری سے مزیّن ہیں اور اس کے پڑھنے سے قلب میں برودت اور صفائی پیدا ہوتی ہے۔ بنا بریں اسے قصیدہ بردہ کہا گیا۔

۳۔ اور یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ بردۃ ماخذ برد سے ہو یعنی ترویح و تنفیس اور ملائمت بالخیر، جیسے عرفِ عرب میں کہتے ہیں برد امرنا یعنی صلح وحسن، تو چونکہ یہ قصیدہ مبارکہ حصولِ صفاء روح اور سببِ راحتِ قلبِ قاری ہے اس لیے اسے بردہ کہا گیا۔

۴۔ چوتھی وجہ یہ لکھتے ہیں۔ قیل النبی علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بردتہ المبارکۃ فی النوم عند سماع القصیدۃ فعوفی لساعۃ یعنی کہا جاتا ہے کہ جب یہ قصیدہ خواب میں امام بوصیریؒ نے حضورؐ کو سنایا تو حضورؐ نے اپنی بردیمانی اُن پر ڈالی تو فی الفور آپ کو صحتِ کاملہ حاصل ہوگئی۔

۵۔ اور شرح شیخ محی الدین محمدؐ بن مصطفےٰ المعروف بہ شیخ زادہ میں اس طرح ہے۔ ثم قصۃ وصول البردۃ من الحضرۃ للصلۃ مشھورۃ و حکایۃ ما شوھد من آثار برکاتھا فی الکتب مسطورۃ واشتھار شانھا العجیب عند جماھیر الانام، اغنانی من الکفار فی وصفھا واطالۃ الکلام۔ یعنی قصہ بردیمانی عطا ہونے کا دربارِ رسالت سے مشہور و معروف ہے اور حکایات عجائب و غرائب اس قصیدہ کے کتابوں میں مسطور ہیں اور شہرت جماہیر انام میں اس قصیدہ کی اس قدر ہے کہ اس نے ہمیں اس کے فضائل زیادہ بیان کرنے سے مستغنی کر دیا اور اطالتِ کلام سے بچا لیا۔

۶ علاوہ ازیں عطر الوردہ میں سعد الدین الفارقی کی آشوبِ چشم پر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ترا فی المنام قائلا لہ امض الی الصاحب بھاؤالدین وخذ منہ البردۃ واجعلھا علیٰ عینیك تبرء بھا۔ یعنی سعد الدین نے خواب میں دیکھا کہ بہاؤالدین کے پاس جا اور بردہ لے کر آنکھوں سے لگا۔ ابھی صحت یاب ہو جائے گا۔ فجاء الی الصاحب وقص علیہ ما رائ فقال ما عندی شیٔ یقال لہ البردۃ وانما عندی مدیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نستشفی بھا فاخرجہ ووضعھا علی عینیہ وقرء وھو جالس فشفاہ اللہ تعالی من الرمد لوقتہ تو سعد الدین نے اپنے حاکم بہاؤالدین کے پاس آئے اور خواب بیان کیا۔ بہاؤالدین وزیر نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسی شے نہیں جسے بردہ کہا جاتا ہے، مگر ایک نعت حضورؐ کی ایسی مقبول ہے کہ اس سے اللہ مریضوں کو شفا دیتا ہے اور وہ قصیدہ نکال کر ان کی آنکھوں سے لگایا اور سنایا اسی وقت خدا نے صحت عطا فرمائی۔ اقول وباللہ التوفیق۔

اس واقعہ سے یہ امر ثابت ہُوا کہ اس قصیدہ مبارکہ کا نام بُردہ تو عالمِ ارواح میں اولیاء و کملا کے اندر مشہور تھا، لیکن بہاؤالدین وزیر کو اس کا علم اس سے زائد نہ تھا کہ وہ اس قصیدہ کو نعت شریف جانتے تھے۔

بہرحال قصیدہ شریف کا نام قصیدہ بُردہ پانچ توجیہات سے تو توجیہاً مناسب معلوم ہوتا ہے اور شیخ زادہ کے قول کے مطابق یہی نام مشہور و معروف ہے۔ عام اس سے کہ رداءِ مبارک عطا کی گئی ہو۔ یا مناسبت مضمون کے اعتبار سے ہی اس نام سے مسمّٰی ہوا ہو۔ بہرحال یہ قصیدہ قصیدۂ بردہ شریف کے نام سے مشہور رہے۔

قصیدہ کی پسندیدگی پر عطا بردیمانی بعید از عطا بھی نہیں۔ اس لیے کہ قصیدہ بانت سعاد جب حضرت کعبؓ بن زہیر نے اسلام لانے کے بعد بارگاہِ رسالتؐ میں بغرض عفو تقصیرات پیش کیا اور دربارِ رسالتؐ میں سنانا شروع کیا تو جب حضرت کعبؓ اس شعر پر آئے

ان الرسول لسیف یستضاء بہ مھند من سیوف اللہ مسلول ! ”یعنی ہمارے حضورؐ یقیناً برہنہ تلوار ہیں اور اس کی چمک سے نور ہدایت عالم میں عام پھیل رہا ہے“۔ توحضورؐ نے بردیمانی کعبؓ کو عطا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعبؓ نے مھند من سیوف الھند مسلول کہا تھا اس لیے کہ ہندوستان کے لوہے کی تلواریں عرب میں بہت مشہور تھیں توحضورؐ نے سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ فرماکر اصلاح کی اور یہ چادر ایک مدت تک حضرت کعبؓ کے گھرانہ میں تبرک رہی۔ حضرت معاویہؓ نے اس رداء مبارک کو دس ہزار درم میں لینا چاہا، مگر حضرت کعبؓ نے عطائے سرکار کے بدلے درم و دینار پسند نہ کیے۔ آخرش ورثائے کعبؓ بعد وفاتِ کعبؓ حضرت معاویہؓ نے تیس ہزار درم میں خرید لیا اور اُن کے بعد خاندانِ عباسیہ میں بھی یہ تبرک رہی اور تاجپوشی کے وقت خلیفہ کے شانوں پر ڈالی جاتی تھی پھر فتنہ تاتاریہ میں یہ چادر شریف مفقود ہوگئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصیدہ کی بخششوں میں دربارِ رسالتؐ سے عطا رداء ہوئی ہے اور بوصیریؒ کو بھی اگر عطا ہوئی ہو تو تعجب نہیں۔

لہٰذا قصیدہ بُردہ کا نام رداء و بردیمانی سے منتسب ہونا صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ص ۲۸-۲۵ : طیب الوردہ)

قصیدۂ بُردہ پڑھنے کے آداب

اس قصیدہ کے پڑھنے سے جہاں امراض سے شفا ملتی ہے مشکلات حل ہوتی ہیں وہیں اس کے پڑھنے کے آداب بھی مقرر کیے گئے ہیں۔ چند علما اور مفتیانِ کرام نے اس سلسلہ میں احکام جاری کیے کہ قصیدہ بردہ شریف کے پڑھنے سے پیشتر ان شرائط اور آداب کو بروئے کار لانا ضروری ہے، اگر کسی نیک مقصد کے حصول کے لیے قصیدہ بُردہ شریف کو پڑھا جائے اور متعلقہ مقاصد پورے نہ ہوں تو اس کی بے اثری کی ذمہ داری پڑھنے والے پر ہوگی، جس نے ان آداب اور شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا ہوگا۔ اس بے اثری کے اسباب وعلل پر علمائے تفصیلی بحث کی ہے، چنانچہ مفتی حضرموت سید عمر آفندی امام غزنوی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ انہوں نے قصیدہ بردہ شریف اس غرض سے بلا ناغہ پڑھنا شروع کیا تاکہ حضورِ پاک کی زیارت کا شرف حاصل کریں، مگر یہ سلسلہ کئی دن جاری رہا، مگر انہیں یہ شرف حاصل نہ ہوا جس پر امام غزنوی نے اپنے شیخ سے ماجرہ بیان کیا تو امام غزنوی کے شیخ نے کہا یقیناً تم ان آداب و شرائط کو ملحوظ نہیں رکھتے ہوگے جو اس مقصد کے لیے ضروری ہیں، غزنوی کہنے لگے کہ نہیں میں تو شرائط کو پورا کرنے کے بعد ہی قصیدہ بُردہ شریف پڑھتا ہوں تو ان کے شیخ نے مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ امام غزنوی اس درود کو نہیں پڑھتے جو بوصیریؒ نے حضورِ پاک کو قصیدہ سناتے وقت پڑھا تھا جو یہ ہے۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

قصیدہ بُردہ شریف کے پڑھنے کے لیے باقی شرائط یہ بیان کی جاتی ہیں

باوضو ہوکر پڑھا جائے

پڑھتے وقت منہ قبلہ شریف کی طرف ہونا چاہیے۔

پڑھتے وقت زیر زبر کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

جو شعر بھی پڑھے اس کے معانی سے پڑھنے والے کو آگاہ ہونا چاہیے، کیونکہ کوئی دعا اسی وقت قبول ہوتی ہے جب پڑھنے والا اس کے مفہوم ومعانی کا ادراک رکھتا ہو۔ اسی لیے مستدعی کے لیے یہ بھی ضروری قرار دیا جاتا ہے کہ دعا مانگنے والا اپنی زبان میں استدعا کرے کیونکہ اس کے مفہوم اور معانی سے وہ پوری طرح آگاہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے بڑے خشوع وخضوع سے پڑھتا ہے۔

ہر شعر کو شعر کے انداز میں پڑھنا چاہیے نہ کہ نثری انداز ولہجہ میں۔

بہتر ہوگا کہ پہلے قصیدہ کو حفظ کر لیا جائے ۔

بہتر ہوگا کسی ماذون (مجاز۔ اجازت یافتہ) سے پڑھنے کا اذن حاصل کرے ۔

قصیدہ پڑھنے سے پہلے اور آخر میں وہ درود پڑھے جو شیخ بوصیری نے پڑھا تھا ۔

صاحب الشوارد الفردہ نے سلسلہ سہروردیہ کے آداب کو ضروری قرار دیا ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں انہیں اپنے والد محترم میر سید علی بخاریؒ سہروردی سے اجازت ہے ۔ان آداب کا تذکرہ وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں ،جنہیں انہوں نے سلسلہ سہروردیہ سے متعلق قرار دیا ہے

پڑھنے سے پیشتر اپنے مقدور کے مطابق مستحقین کو کھانا کھلائے جس میں نمکین اور میٹھا دونوں قسم کا طعام ہو اور سب سے پہلے حضور پاکؐ کے وسیلہ سے مصنفِ قصیدہ کا فاتحہ پڑھے ۔

صاف ، پاکیزہ اور خوشبودار لباس زیب تن کرے ۔

جس شعر میں بھی حضور پاکؐ کا اسمِ گرامی آئے اس کی تین بار تکرار کرے اور درود پاک پڑھا جائے ۔

قصیدہ شریف پڑھنے کے لیے ایک وقت مقرر کرے اور روزانہ ورد کرے ۔

اگر ممکن ہو تو ہر ماہ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے ۔

قصیدہ پڑھنے سے پیشتر حسب ذیل درود شریف پڑھے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اللھم صل علی سیدنا محمد ملأ الاخرۃ وبارك علی سیدنا محمد ملأ الدنیا وملأ الاٰخرۃ وارحم سیدنا محمد ملأ الدنیا وملأ الاٰخرۃ اللھم انی اسئلك یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا جار لمستجیرین یا امان الخائفین یا عماد من لا عماد له یا سند من لا سند له یا ذخر من لا ذخر له یا حرز الضعفاء یا کنز الفقراء یا عظیم النجاء یا منقذ الھلکی یا منجی الغرقیٰ یا محسن یا مجمل یا منعم یا مفضل یا عزیز یا جبار یا منیر انت الذی سجد لك سواد اللیل رضوء النھار وشعاع الشمس وحفیف الشجر ودوی الماء ونور القمر یا اللہ انت اللہ لا شریك لك اسئلك ان تصلی علی سیدنا محمد عبدك ورسولك وعلیٰ اٰل سیدنا محمدن اللھم واعط سیدنا محمدن الوسیلۃ والفضل والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ اللھم عظم برھانه وافلح حجته وابلغه ماموله فی اھل بیته وامته

۷۔ قصیدہ ختم کرکے یہ دعا پڑھے

اللھم احرسنی بعینك التی لا تنام واکفنی برکنك الذی لا یرام وارحمنی بقدرتك علی فلا اھلك وانت رجائی فکم من نعمۃ انعمت بھا علی قل لك بھا شکری وکم من بلیۃن ابتلیتنی بھا قل لك بھا صبری فیامن قل عند نعمته شکری فلم یحرمنی ویامن قل عند بلیۃ صبری فلم یخزلنی ویامن راٰنی علی الخطایا فلم یفضحنی یا ذا المعروف الذی لا ینقضی ابدا ویا ذا النعماء التی لا تحصٰی ابدا اسئلك ان تصلی علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبك ادرءُ فی نحور الاعداء والجبابرۃ اللھم انك تعلم سری وعلی نیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی۔ اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین ۃ

بُردہ شریف کی برکات

امام بوصیریؒ کو فالج سے شفا ، اور کئی اور قابلِ ذکر حضرات نے اس قصیدہ کی برکت سے جسمانی ، روحانی اور مادی مشکلات کو دور کرنے میں استمداد حاصل کی اس قصیدہ کے حوالہ سے لکھی جانے والی کتابوں میں بڑی تفصیل سے قصیدہ بردہ شریف کے الگ الگ اشعار پڑھنے کے بھی خصائص اور برکات بیان کیے گئے ہیں کہ کس طرح ان کے مطالعہ سے کئی مشکلات حل ہو سکتی ہیں ، لیکن شرائط وہی ہیں جن کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے کہ مکمل قصیدہ شریف پڑھا جائے یا کوئی ایک شعر پڑھنے والے کیلئے ضروری ہے کہ

جو بھی شعر پڑھا جائے ، پڑھتے وقت اس کے اعراب یعنی زیر زبر پیش کا لحاظ رکھا جائے

اس شعر کا مفہوم و معانی بھی ذہن میں ہوں

پورے احترام اور خلوص سے پڑھا جائے اور وضو کر کے رو بہ قبلہ بیٹھ کر پڑھا جائے ، جیسے عبادت گذار عبادت میں بیٹھتا ہے ۔

حضور پاکؐ کے توسل سے امام بوصیری کی روح کو ثواب کے لیے فاتحہ اور تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے ۔

جب حضور پاکؐ کے سامنے امام بوصیری نے اپنی اس تخلیق کو پڑھا تو اس سے پیشتر انہوں نے جو درود پڑھا اسی درود کو شعر سے پہلے اور شعر پڑھنے کے اختتام پر تین تین بار پڑھے ، جو حسبِ ذیل ہے ۔

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

خرپوتی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ ضعفِ قلب و جگر ، غمگینی اور نفس کی تنگی کو دور کرنے کے لیے نیچے درج شدہ شعر کو حروفِ مقطعات کی طرز پر سیب پر لکھ کر کھانے یا کھلانے سے یہ مرض دور ہو سکتے ہیں ۔ یہ عمل مسلسل سات روز تک جاری رہنا چاہیے ، اگر شیشے یا چینی کے برتن پر لکھ کر ضیق النفس کے مریض کو پلایا جائے تو حضورِ پاکؐ کے صدقہ میں ان شاء اللہ صحتِ کاملہ نصیب ہوگی ۔   شعر یہ ہے

لَوْلَا الْهَوٰی لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰی طَلَلٍ   وَلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

حروف مقطعات کی طرز پر لکھنے کا مطلب حروف کو الگ الگ لکھنا ہے جیسا کہ کلام مجید میں انہی حروف کو لکھا گیا ہے مثلاً   ل ول اا ل ہ دی ل م ت ر ق دم ع اع ل اط ل ل   دل اا رق ت ل ذک ر ال ب ان وا ل ع ل م

حاجتوں ، جائز دلی خواہشات اور مرادوں کے پورا ہونے کے لیے حسبِ ذیل شعر کو تین بار پڑھے ۔ رب کریم کے فضل سے تمام حاجتیں پوری ہوں گی ان شاء اللہ

فَكَیْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ   بِهٖ عَلَیْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

اگر دشمنوں کے شر کا خوف ہو اور وہ در پے آزار ہوں تو اس شعر کو مدوّر لکھ کر اپنے عمامہ میں اس طرح رکھے کہ یہ نقش پیشانی کی جانب ہو تو ان شاء اللہ دشمن خود مشکلات سے دوچار ہوگا ، عزت و آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھے گا یہ شعر ورد کے طور پر پڑھے دشمن کے نقصان پہنچانے کے ارادوں اور شر سے محفوظ ہو جائے گا ۔

اگر کتب بینی کرنے اور مطالعہ کتب سے دل گھبرائے اور نفسِ مضمون کے ادراک اور سمجھنے میں ذہن کام نہ کرے تو اس شعر کو ایک سو انیس بار پڑھے اور پھر مطالعہ شروع کرے تو ان شاء اللہ اکتاہٹ بھی دور ہوگی اور نفسِ مضمون بھی ذہن نشین ہوتا جائے گا ۔ ہر سطر فہم و ادراک کا حصہ بن جائے گی ۔   شعر یہ ہے

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَیْنٍ قَدِ امْتَلَاَتْ   مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْیَةَ النَّدَمِ

اگر دشمن زبردست ہو اور اس کے شر کا خطرہ ہو تو حسبِ ذیل شعر پڑھنے سے ان شاء اللہ دشمنوں کے شر سے بھی محفوظ رہے گا اور دشمن زیر بھی ہو جائے گا ۔ شعر کو مدور لکھ کر اپنے عمامہ میں اس طرح رکھے کہ یہ شعر پیشانی کی جانب ہو ۔

مَحَضْتَنِیَ النُّصْحَ لٰكِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُهٗ   اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِیْ صَمَمِ

اگر طبیعت فسق پر مائل ہو تو اس بُری خواہش پر قابو پانے کے لیے، دل و دماغ کو نیکی پر مضبوطی کے ساتھ قائم کرنے کا جذبہ بھی تو اس شعر کو نماز جمعہ کے بعد کاغذ پر لکھ کر گلاب کے عرق میں دھو کر پییۓ اور اسے پوری عقیدت سے پڑھا جائے۔ عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی پڑھی جائیں۔ درود و سلام کا نذرانہ حضور پاکؐ کو پیش کرنے کے ساتھ کبائر و صغائر سے بچنے کی دُعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ حضور پُر نورؐ کے صدقہ میں چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنے کے ارادوں کو غیر معمولی تقویت بخشیں گے۔ انشاءاللہ۔

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا　　　فَاَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

دینی اور دنیوی حاجت روائی کے لیے ایک ہی نشست میں اول و آخر درود شریف اور درمیان میں گیارہ مرتبہ قصیدہ بردہ شریف پڑھنے سے تمام حاجتیں اور مرادیں انشاء اللہ پوری ہوں گی۔ علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری اپنی شرح طیب الوردہ میں لکھتے ہیں کہ اگر اتنی مقدار میں نہ پڑھ سکے تو میرا تجربہ ہے کہ ہر وقت پڑھتا رہے، تو بھی اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا۔ بفضلہ تعالیٰ مراد پوری ہوتی ہے (ص ۳۵)

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ　　　لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

جان کنی کا مرحلہ انسان کے لیے انتہائی مشکل وقت ہوتا ہے اور وہ انتہائی تکلیف کے لمحات ہوتے ہیں، جس سے انسان کو گذرنا پڑتا ہے۔ اس لیے مریض کے سرہانے اس شعر کو پڑھنے سے جان آسانی سے نکل جاتی ہے اور مرتے وقت اس عذاب سے اس شعر کی وجہ سے بچ نکلتا ہے بصورت دیگر اسے شفا مل جائے گی۔

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهٗ اٰيَاتُهٗ عِظَمًا　　　اَحْيَ اسْمُهٗ حِيْنَ يُدْعٰى دَارِسَ الرِّمَمِ

اگر دورانِ سفر کوئی جنگل میں پہنچ جائے اور وہاں اسے درندوں کا خوف لاحق ہو جائے یا انسانوں کے جنگل میں اس کو درندہ صفت ظالم انسانوں سے واسطہ پڑ جائے تو درج ذیل شعر سات یا نو بار پڑھ کے اپنے گرد شہادت کی انگلی سے حصار کھینچ لے، تو وہ ہر قسم کی درندگی اور ظلم سے محفوظ ہو جائے گا۔

وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ　　　مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْاُطُمِ

سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص حسبِ ذیل شعر کے پہلے مصرعہ کو لکھ کر گھر میں رکھ دے اور مصرعہ ثانی لکھ کر اپنے ہمراہ لے جائے تو اسے سفر میں کسی بھی مصیبت، حادثہ یا مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور حفاظت سے گھر بھی پہنچ جائے گا۔

مَا سَامَنِي الدَّهْرُ ضَيْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ　　　اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ يُضَمِ

اگر کوئی گھوڑا یا کوئی جانور قابو میں نہ آتا ہو اور اڑیل ہو تو قصیدہ بُردہ شریف کے پہلے تین شعر شیشے یا چینی کے برتن پر لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر اسے پلا دیا جائے تو وہ مطیع اور تابع فرمان ہو جائے گا اور اگر یہی تینوں اشعار ہرن کی جھلی پر لکھ کر لکنت زدہ مرد یا عورت کے بازو پر باندھ دیۓ جائیں تو بفضلہٖ لکنت دُور ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص غمزدہ ہو، حزن و ملال کا شکار ہو یا تنگی نے گھیر رکھا ہو تو یہ دو شعر سیب پر لکھ کر اسے کھلا دیں یا شیشے پر لکھ کر پلا دیں تو وہ بحرانی کیفیت سے انشاءاللہ نکل آئے گا۔ سیب پر لکھ کر کھلانا زیادہ بہتر ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ دونوں شعروں کو حروف مقطعات کے مطابق حرف حرف لکھیں، اگر کوئی آسیب زدہ ہو تو ان دونوں شعروں کو پڑھ کر دم کرنے سے آسیب زدہ صحت یاب ہو سکتا ہے اور چینی کے برتن پر لکھ کر پانی ملا کر مریض کو پلائیں اور ان شعروں کو کاغذ پر لکھ کر گلے میں ڈالنے سے چند ایام ہی میں آسیب زدہ جادو، ٹونے کے اثرات سے نکل کر انشاءاللہ صحت یاب ہو جائے گا

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ　　　بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ　　　وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

متن کے مسائل

قومی رویوں کی تشکیل ادارے کرتے ہیں اور قومی فکر و ذہن کی تعمیر و ترقی انہی اداروں کی رہین منت ہوتی ہے۔ اس کے لیے جس خلوص، لگن، محنت، دیانت اور سخت کوشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ غلامی ایسے جوہر سے قوموں کو محروم کر دیتی ہے، جس کی وجہ سے غلامی، ادبار اور جہالت کو پختہ روایت کے طور پر قبول کر لیا جاتا ہے۔ حالات بدلنے کے باوجود مزاج نہیں بدلتے۔ پیش قدمی کر کے، کسی کارنامہ کو سر انجام دینے کے لیے ہاتھ ڈالنا اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے جذبہ کی کمی سہل انگاری کو جنم دیتی ہے اور اپنی کمی، کمزوری، نالائقی اور اعتراف حقیقت کے جذبہ کے فقدان کی وجہ سے قومیں اپنی کمزوریوں کو دوسروں کی غلطیوں کے کھاتے میں ڈال کر بظاہر ہوشیاری کا ثبوت دیتی ہیں، لیکن اس سے حالات نہیں بدلتے۔ کچھ یہی انداز ہم بھی اپنا چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ راستہ ترقی کا نہیں تنزل کا ہے، آگے بڑھنے کا نہیں رجعت قہقری کا عملی اظہار ہے۔

جب اس قسم کا ماحول بن جائے، تو پھر آگے نکلنے والوں کی راہوں میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں مشکلات کے پہاڑ تعمیر کر کے انہیں نئی راہیں بنانے سے روکا جاتا ہے ان کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے جو مثبت رویہ نہیں اور ظاہر ہے کہ نتائج بھی ایسے ہی نکلیں گے۔ ہمارے ہاں ہر محاذ، ہر میدان اور ہر کھیتر میں ایسا ہی ہوا ہے، حالانکہ غور و فکر، تجسس اور تحقیق مسلم ذہن کی تعمیر میں بنیادی عناصر کا مقام رکھتے ہیں۔ گذشتہ صدیوں کے طویل زمانۂ غلامی میں بھی مسلم ذہن نے اس حوالہ سے شکست قبول نہیں کی، مگر یہ عجیب اتفاق ہے کہ آزادی سے پیشتر ہمارے بزرگ جو مختلف راہیں استوار کر چکے تھے ہم انہیں بھی فراموش کر چکے ہیں اور ان کے جادواں نقوش کو دھندلا یا ضرور گیا ہے۔ ادبی تحقیق کے میدان میں تو ہم اور بھی پیچھے گئے ہیں اور متن کی تدوین کے لیے کوئی راہنما اصول وضع نہیں کیے گئے حالانکہ کلاسیک کی اشاعت میں ہمیں قدیم ترین متون کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ کسی متن کی تدوین اور اسے قابل اشاعت بنانا، یقیناً ایک بنیادی مسئلہ ہے جو سہل انگاری سے حل نہیں ہو پاتا۔

متن کی تدوین کے لیے ضروری ہے کہ اگر مسودہ مصنف کے ہاتھ کا دستیاب نہیں ہوتا تو متن کی تدوین کرتے وقت زیادہ سے زیادہ متون کا مطالعہ کرنا پڑے گا تاکہ مصنف کے متن کے قریب تک پہنچا جا سکے کیونکہ متن میں وقت کے ساتھ ساتھ کاتب حضرات غیر معمولی کانٹ چھانٹ بیدریغ ہو کر کرتے ہیں، یہ ان کا کوئی رویہ یا روایت ہے یا ان کے اندر کا تخلیقی جوہر، چنانچہ مختلف اوقات میں کتابت کی گئی ہو یا ایک ہی کتاب یا مسودہ ایک ہی وقت میں جب الگ الگ کاتب صاحبان کے ہاتھ سے معرضِ وجود میں آئے گا تو اس میں غیر معمولی تبدیلیاں ہوں گی اور زمانہ کا بُعد بھی شامل ہو جائے تو کاتب کی صوابدید میں ناقابلِ بیان حد تک اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں اپنا طریقہ کار یہ ہے کہ ایک کتاب کے جس قدر بھی متن موجود ہوں ان کی اپنے ہاتھ سے نقول تیار کی جائیں تاکہ تقابلی مطالعہ میں آسانی ہو اور سب سے قدیم نسخہ کو بنیاد بنا کر کام کا آغاز کیا جائے اور اس سے متن کی تیاری میں بہت کم تبدیلیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس مجموعہ تراجم کے لیے قصیدہ بردہ شریف کے ۹ تراجم کو اکٹھا کیا گیا ہے چھ ترجمے پنجابی زبان سے متعلق ہیں اور باقی تین تراجم میں فارسی، اُردو اور انگریزی کا ایک ایک ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔ پنجابی زبان کے ۶ ترجموں میں شامل نثری ترجمہ راقم السطور کی کوشش کا نتیجہ ہے تاکہ یوسفؑ کی خریداری میں اپنا نام بھی شامل ہو سکے۔ باقی لوگ عظیم المرتبت اور غیر فانی شاعر ہیں۔ خواجہ غلام مرتضیٰؒ قلعہ والے، محمد عزیز الدینؒ، سید نیک عالمؒ میرپوری، فیاض الدین نظامی، مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ اور سری لنکا کے قاضی عبدالرحیم محمد زرق کا انگریزی ترجمہ شامل اشاعت ہے اور یہ تراجم تمام مطبوعہ ہیں اور انہیں کئی کئی ناشرین نے شائع کیا ہے۔ مطبوعہ متون میں مشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے مگر زیادہ نہیں، کیونکہ اشاعت سے تحقیق کی چھلنی سے چھن کر ہی کوئی تحریر اشاعت کا حصہ بنتی ہے، مگر سید وارث شاہ کے بارے میں یہ اطلاعات تو ملتی ہیں کہ ان کا قصیدہ بردہ شریف طبع ہو چکا ہے (دیباچہ اصل نے وڈی ہیر وارث شاہ) مگر دنیا کی معلوم لائبریریوں میں اس کی کسی مطبوعہ کاپی کی دستیابی نہ ہونے

کی وجہ سے قلمی نسخوں پر انحصار کرنا پڑا ، جو بلا شبہ کئی درجن ہیں اور قومی لائبریریوں اور ذاتی کتب خانوں میں بکھرے پڑے ہیں ، جس سے قریبی متن تیار کرنے میں آسانی رہی ۔ متن کی تیاری کے وقت میرا اندازہ تھا کہ سید وارث شاہ کا ترجمہ حافظ برخوردار سے پہلے کیا گیا ۔ اسی لحاظ سے تدوین میں وہ پہلے نمبر پر ، مگر ثابت ہوا حافظ برخوردار کے ترجمہ کو پہلے متن کا حصہ بننا چاہیے ، مگر متن کی کتابت کے بعد اس میں تبدیلی مشکل امر تھا جس کی وجہ سے اسی ترتیب پر اکتفا کیا گیا ۔

حافظ برخوردار کے ترجمہ کے دو ہی قلمی نسخوں کے بارے میں تا حال پتہ چلا ہے ، جن میں سے ایک تو میری ذاتی لائبریری میں موجود ہے اور دوسرا پروفیسر فضل حق مرحوم کے پوتے کے پاس ہے ، مگر متن کی تیاری میں اس سے استفادہ نہیں کر سکا ، کیونکہ کوشش کے باوجود نہ اس مسودہ کی زیارت ہوئی اور نہ ہی اس کی فوٹو کاپی یا مائیکرو فلم ملی ۔ حالانکہ اس کے حصول کے لیے بار بار کوشش ہوئی ، مگر ناکام ۔ سید وارث شاہ کے ترجمہ کے کئی متون مل گئے جن کی تفصیل یہ ہے ۔

۱ ۔ میرا ذاتی نسخہ جس پر کتابت کی تاریخ درج نہیں ہے

۲ ۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کی مرکزی لائبریری میں دو قلمی نسخے موجود ہیں ایک ترجمہ کی کاپی ناقص الآخر ہے ، لیکن متن کی تدوین میں اس سے بھی استفادہ کیا ۔ دوسرا مکمل ہے اور ذخیرہ شیرانی میں موجود ہے جس کا نمبر ۲۲۹۲ / ۵۶۱۸ ہے ۔

۳ ۔ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ پنجابی کی جانب سے طبع ہونے والے ششماہی جریدہ کھوج کی جلد ۸ کے شمارہ نمبر ۱ ۔ اور شمارہ نمبر ۲ کے مشترکہ نمبر کے صفحہ ۱ سے لیکر ۹ تک میں شائع ہوا ہے ۔ اس ترجمہ کی تدوین پروفیسر حفیظ تائب نے کی ہے اور اس کا قلمی نسخہ انہوں نے اقبال صلاحُ الدّین مقیم اوکاڑہ سے حاصل کیا تھا ، جس پر تاریخ کتابت درج نہیں ہے ۔

۴ ۔ ماہنامہ وارث شاہ ملتان کے میاں محمد بخش نمبر میں سید وارث شاہ کی تخلیق و ترجمہ قصیدہ بُردہ شریف شائع کیا گیا ہے اور اسے میاں محمد بخش رح صاحب کی نتیجۂ فکر قرار دے کر ان سے منسوب کیا گیا ہے ۔

۵ ۔ عارف کھڑی نامی کتاب کے حصہ دوم میں بھی یہی متن دیا گیا ہے مگر یہ ترجمہ میاں محمد بخش رح صاحب کا نہیں ہے ۔ اس کا تفصیل کے ساتھ دیردا ہم اپنی تالیف قصہ سیف الملوک طبع پیکیجز کے دیباچہ (سیف الملوک) میں کر چکے ہیں ۔

۶ ۔ (کسی نے ہور قصے حافظ برخوردار رانجھا ، ترتیب و تدوین پروفیسر ڈاکٹر پیار سنگھ یہ کتاب حافظ برخوردار کے کئی قصوں پر مشتمل ہے اس میں حافظ برخوردار کی تصانیف میں قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ بھی موجود ہے جو حافظ برخوردار کی تصنیف نہیں بلکہ یہ ترجمہ بھی سید وارث شاہ کا ہے ۔

حافظ برخوردار کی تخلیقات پر مشتمل ایک قلمی نسخہ ڈاکٹر پیار سنگھ جی کو ملا ۔ اس قلمی نسخہ میں قصیدہ بردہ شریف بھی شامل ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کی غلطی سے سید وارث شاہ کی اس تخلیق کو حافظ برخوردار کی تالیف میں شامل کر دیا گیا جسے فاضل مرتب نے حافظ برخوردار کا ترجمہ سمجھ لیا جو درست نہیں ۔ بہت زیادہ لگن تجسس اور دقت نظر سے کام لے کر ڈاکٹر پیار سنگھ جی نے اس متن کو تیار کیا جسے گورو نانک دیو یونیورسٹی امرتسر نے طبع کیا ۔

۷ ۔ ایران اور پاکستان کی سانجھ سے ، اسلام آباد میں ” گنج بخش “ لائبریری کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جس میں پاکستان سے حاصل کیے گئے فارسی ، عربی ، پنجابی اور دوسری پاکستانی زبانوں میں لکھے گئے ہزاروں قلمی نسخوں کو خرید کر انہیں اس لائبریری میں محفوظ کر دیا گیا ہے ۔ اس میں قصیدہ بردہ شریف ترجمہ سید وارث شاہ کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں ان میں خطی نسخہ نمبر ۲۶۳ فوٹو کاپی سے استفادہ کیا گیا ہے ، جو ان خطی نسخوں میں قدیم ترین ہے ۔ اس کی کتابت کا سال ۴ ۔ ذیقعد ۱۲۳۱ھ / ۲۶ ستمبر ۱۸۱۶ء ہے اور میاں محمد بخش اس کے بعد ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے ۔

۸ سید وارث شاہ نے اپنی غیر فانی کتاب ” قصہ ہیر رانجھا “ ۱۱۸۰ھ میں مکمل کیا ۔ قصیدۂ بردہ شریف کا ایک قلمی نسخہ ۱۱۸۳ھ میں لکھا گیا جو مشہور خطاط حافظ محمدؐ یوسف کی خطاطی کا پختہ ترین نمونہ ہے ۔ اس خطاط کے قلم سے رقم کیے گئے کئی تحریری نقوش لاہور عجائب گھر ، لاہور کی لائبریری میں بھی موجود ہیں ۔ یہ قلمی نسخہ اب سید ولایت حسین شاہ مقیم شاہ پور کانجرہ تحصیل و ضلع لاہور کی ملکیت ہے ۔ حافظ محمدؐ یوسف خطاط اس عہد کے مشہور خطاط میاں محمدؐ اکرم کے شاگرد تھے ۔

قصیدہ سید وارث شاہ کے ترجمہ بردہ شریف کا یہ قدیم ترین نسخہ ہے ۔ ترتیب میں اسے ہی بنیاد بنایا ہے ، کیونکہ یقیناً یہ اس نسخہ کی نقل ہوگا ، جو سید وارث شاہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوگا ۔ اس کے آخری صفحہ کی فوٹو بھی دی جا رہی ہے جس سے تاریخ کتابت کی تصدیق ہو سکتی ہے ۔

سید وارث شاہ

یاراں سے بونجہ سن ہجری ظاہر ہویا
تاں ایہہ بیت جواہر موتی لڑی کتاب پرویا

ناقص طبع کمسر میری ، اس گل لائق ناسی
جو ترجمہ قصیدہ بردہ ، ہندوی بیت بناسی

ایہہ پر فضل خدائے دا ہویا ، نال حضرتؐ دی یاری
تاں ایہہ بیت مرتب کیتے کر کے محنت بھاری

جے کجھ ہیں تھیں غلط ، سہو بابیتاں دے وچ آوے
پڑھنے والا تے شنوندہ ، کر کے کرم بناوے

ایہہ ترجمہ راس کیتا ہیں اس شرح تھیں بھائی
حضرت میاں جمال چنابی ، جیہڑی شرح بنائی

ناؤں مصنف سید وارث ، وچ جنڈیالے وسے
جیہڑا شیر خاں غازی نے بدھا ، سہو کوئی دسے

ربّا ! روز قیامت تیک وسائیں شہر جنڈیالہ
کائی آفت پوے نہ اس تے وسے نت سکھالہ

برکت کلمہ پاک نبیؐ دے ، ہوسی پار اُتارا
سبھناں مسلماناں دا اوہ قادر بخشن ہارا

پنجابی شعرا اور ادیبوں نے عربی ، فارسی میں لکھی گئیں دینی اور ادبی تخلیقات کے دل کھول نظم و نثر میں تراجم کئے ہیں ۔ یہاں تک کہ کلام مجید کے حسبِ ذیل نظم و نثر میں تراجم دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ گئے ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے ۔ تفسیر محمدی ، تفسیر ابینی (آلو مہار شریف) ترجمہ عبداللہ چکڑالوی ، تفسیر نبوی ، تفسیر نعمانی ترجمہ فیروز ڈسکوی ، تفسیر عزیزی ، ترجمہ علامہ محمد علی فائق ترجمہ ہدایت اللہ نوشہروی ، ترجمہ عبدالغفور اسلم جالندھری ، ترجمہ سردار محمد یوسف احمدی (گورمکھی قادیاں ایڈیشن) ترجمہ دید گوردت سنگھ (گورمکھی) آلو مہار شریف وغیرہ ۔

عربی ادبیات میں سے سبع معلقات سے لے کر سیرت مغازی کے موضوع پر موجود عربی لٹریچر تک کے تراجم بھی موجود ہیں ۔ فقہی ادبیات اور مسلم شریف حضرت علیؑ کے دیوان کو پنجابی ، نثری اور شعری رُوپ میں منتقل کیا گیا ہے اسی طرح فارسی زبان کے تمام کلاسیکی ادبیات کے کئی کئی تراجم موجود ہیں ، جن میں مولانا رُوم ، شمس تبریز ، حافظ شیراز ، شیخ سعدی ، مولانا جامی ، محمود شبستری ، مولانا جامی ، نظامی گنجوی ، حضرت معین الدین چشتی اجمیری اور جناب بو علی قلندر کی تخلیقات شامل ہیں ۔

علامہ اقبال کے تمام فارسی کلام کو پنجابی شعری روپ دیا جا چکا ہے ۔

پنجابی زبان اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ ہر عہد میں اس کے فرزندوں نے اپنی مادری زبان پنجابی میں ہر قسم کے بلند پایہ خیالات کے اظہار میں قادر الکلامی کا مظاہرہ کیا ہے اور شاعری کے میدان میں تو غیر معمولی مقام و مرتبہ حاصل کیا ۔ جب ہم اس سلسلہ میں پنجابی نعت گوئی کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں عظیم ترین شعری تخلیقات سے متعارف ہوتے ہیں یہ سرمایہ طبع زاد بھی ہے اور تراجم کی شکل میں بھی موجود ۔ انتہائی اعلیٰ معیار کو سامنے رکھ کر بھی اگر نعت گوئی سے متعلق کوئی چھان کی جائے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کا کوئی پہلو بھی تشنہ دکھائی نہیں دیتا ۔ پیدائش سے لے کر وصال تک عام جیون سے غزوات تک ، پنجابی زبان میں بلاشبہ ہزاروں کتابیں اور کتابچے موجود ہیں ، پھر پنجابی زبان کے شعری ادبیات کا آغاز ہی حمد و نعت سے کرنے کی جاندار روایت کا امین ہے یہ روایت کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکی ہے ایسی وارفتگی ، سادگی اور پرکاری موجود ہے کہ قاری جھوم اُٹھتا ہے اور عقیدت سے خود بخود سر جھک جاتا ہے ع

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

تیری خیر ہووے پہرے دارا روضے دی جالی چُم لین دے

اللہ دے پکڑے چھڑا وے محمدؐ محمدؐ دے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکدا

کعبہ وی جھکدا محمدؐ دے در تے

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے عربی نعت گوئی میں قصیدہ بانت سعاد اور قصیدہ بُردہ شریف ایسے ادبی شاہکار ہیں کہ دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جس میں ان کے تراجم موجود نہ ہوں ، چنانچہ پنجابی زبان میں بھی دونوں قصائد کے کئی تراجم موجود ہیں ، جو ہر عہد میں لکھے گئے ۔ قصیدہ بُردہ شریف کے جس قدر تراجم دست برد زمانہ سے بچ گئے اور ہم ان سے آگاہی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے یا جن کا بعض تذکروں یا کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے وہ حسبِ ذیل قادر الکلام عظیم شعراء کی عقیدت کا مظہر ہیں ۔

۱ ۔ سید وارث شاہ ۲ ۔ حافظ برخوردار ۳ ۔ خواجہ غلام مرتضیٰ قلعہ والے ۴ ۔ محمد عزیز الدین ۵ ۔ سید نیک عالم میرپور

۶ ۔ جان محمد ۷ ۔ محمد شاہ ۸ ۔ محمد سعید ۹ ۔ احمد یار مرالوی ۱۰ ۔ میر احمد نواز خان پنج بھولاں ۱۱ ۔ مولانا نبی بخش حلوائی ۔

معاصرین : ۔ ۱۲ ۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق مرحوم ۱۳ ۔ پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری ۱۴ ۔ پروفیسر عابد اسیر ۱۵ ۔ اثر انصاری فیض پوری ۔

مہر احمد نواز خان پنج بھولاں کا تذکرہ مولانا فیض احمد فیض نے اپنی تالیف "مہر منیر" میں کیا ہے ۔ قصیدہ بردہ شریف کے عربی مطلع کے ساتھ ہی مہر احمد نواز پنج بھولاں کا پنجابی ترجمہ بھی دیا ہے ۔

اج یاد پئے اوہ جانی جیہڑے وچھڑے ذی سلم دے

اکھیاں تھیں کیوں جاری ہوئے خونی آنسو غم دے

اس مکمل ترجمہ کی تلاش جاری ہے ۔ کیا پنج بھولاں یا پنج پھلاں مہر صاحب کی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ کلیات کا نام ہے یا ان کا تخلص ! اس بارے میں بھی تلاش و جستجو جاری ہے تاکہ مکمل ترجمہ کی زیارت ہو سکے انشاء اللہ یقیناً کہیں نہ کہیں سے یہ ترجمہ دستیاب ہو جائے گا اور مترجم کے حالات و کوائف بھی ۔

مولانا نبی بخش حلوائی (متوفی ۱۹۴۴ء) اپنی تفسیر نبویؐ کی وجہ سے غیر معمولی شہرت رکھتے ہیں جو انہوں نے پندرہ جلدوں میں پنجابی اشعار میں رقم کی ۔ میاں باغ علی نسیم ان کے شاگرد خلیفہ اور جانشین ہیں وہ گنج بخش روڈ ، لاہور میں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی معاونت سے مکتبہ نبویہ کے ذریعہ سے مولانا حلوائی کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں ۔ علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری کے ترجمہ قصیدہ بردہ شریف معروف بہ "طیب الوردہ" میں امام بوصیری کے تعارف میں انہیں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے پہلی

بار یہ انکشاف کیا ہے کہ ...... مولانا نبی بخش حلوائی مرحوم مولف (مترجم) تفسیر نبویؐ کا (قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ) خاصہ مشہور ہوا ...... ص ۱۱
تذکرہ اکابر اہلِ سنت" کے مولف مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے اپنی متذکرہ تالیف میں مولانا نبی بخش حلوائی کے دو صفحوں (۵۴۵ - ۵۴۶) پر تفصیل سے احوال و آثار دیئے ہیں، مگر مرحوم کے تراجم میں وہ قصیدہ بردہ شریف کا ذکر نہیں کرتے۔ یہی نہیں بلکہ خود پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے غیر معمولی شہرت پانے والی اپنی تالیف "تذکرہ علماء اہلِ سنت وجماعت لاہور" میں مولانا حلوائی کے لیے چھ صفحات (۲۹۰ - ۲۹۵) وقف کیے ہیں اس تالیف میں مولانا حلوائی کی تصانیف یا تالیفات اور تراجم کے کھل کر کوائف لکھے ہیں، لیکن ان میں قصیدہ بردہ شریف کا ذکر مفقود ہے۔ اس سے پیشتر پیرزادہ صاحب نے مولانا حلوائی مرحوم کے احوال و آثار اور تراجم کے بارے میں ایک دقیع مقالہ رقم کیا تھا جو طبع ہو چکا ہے وہ مقالہ بھی قصیدہ بردہ شریف کے کسی منظوم ترجمہ کے بیان سے خالی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ طیب الوردہ کا دیباچہ رقم کرتے وقت انہیں یہ ترجمہ دستیاب ہو گیا، جب تک اس ترجمہ کی زیارت نہیں ہوتی یا طبع ہو کر سامنے نہیں آجاتا اس وقت تک اپنے نزدیک یہ خبر واحد ہوگی۔

سنسکرت ایسی قدیم زبان کی ادبیات کو بھی پنجابی زبان کا جامہ پہنایا گیا ہے اور یہ زندہ زبانوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ دنیا کے عظیم ترین ادب کو اپنی زبان کا حصہ بنائیں اور اپنی زبان کے ذریعہ سے اپنے قارئین کو دنیا کے ادب سے کما حقہٗ آگاہ کریں اور اپنی زبان و ادبیات کو امیر و توانا بنائیں۔ انگریزی ادبیات اور دنیا کی بعض دوسری اہم اور جدید زبانوں کے ان گنت تراجم پنجابی ادبیات میں شامل کیے جا چکے ہیں۔

سیّد وارث شاہ

سید وارث شاہ جس قدر بلند مرتبت شاعر اور تخلیق کار ہیں اور قصہ ہیر رانجھا تخلیق کر کے جہاں وہ خود امر ہو گئے ہیں وہیں پنجابی زبان و ادب کی عظمت کو اور بھی بلند کر کے کلاسیکی مقام و مرتبہ پا چکے ہیں۔ اسی قدر ان کی شخصیت کے بارے میں پورے ریکارڈ کو حتمی طور پر اس انداز میں ترتیب نہیں دیا جا سکا، جس کے وہ حقدار ہیں، حالانکہ بھارتی پنجاب میں تو ان کے بارے میں غیر معمولی تحقیق ہوئی ہے اور پنجابی کے کئی جید علماء، اساتذہ اور دانشوروں نے ان کے بارے تحقیق اور تنقید پر گراں مایہ کام کیا ہے۔ ان کی شخصیت ادبی تخلیقات کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی حاصل کی ہیں۔ پاکستانی پنجاب میں اس سطح پر تحقیق، تنقید تو نہیں ہو سکی ہے اور نہ ہی قصہ ہیر رانجھا کے اس قدر متن تیار کر کے طبع کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ مشرقی پنجاب کی دانشگاہوں اور بھارت کی دوسری یونیورسٹیوں میں ہوا ہے تاہم کچھ نہ کچھ کام ہوا ہے۔ مشرقی پنجاب میں اس موضوع پر کام کرنے کے لیے سب سے اہم مشکل مواد کا نہ ہونا ہے جو زیادہ تر پاکستان میں ہے، حالانکہ پنجابی زبان اور تاریخ کے موضوع پر کام کرنے والوں کیلئے وہاں فارسی زبان کا جاننا ضروری قرار دیا جا چکا ہے۔

اس سلسلہ میں راقم السطور نے جو کام کیا اس میں سید وارث شاہ دی جیون کتھا کے عنوان سے لکھا گیا مقالہ گورونانک دیو یونیورسٹی امرتسر کے سکول آف پنجابی سٹڈیز کے ششماہی تحقیقی مجلہ کھوج نمبر ۶۔ جولائی ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا اور اس سلسلہ کی دوسری کڑی اسی مجلہ کھوج کے نمبر ۱۹۹۷ء میں طبع ہوئی اس کا عنوان وارث شاہ دی رچنا ہے پہلے مقالہ میں سید وارث شاہ کی داستان حیات دوسرے مضمون میں ان کی تخلیقات کے بارے میں لکھا گیا ہے۔
یہاں حالات و آثار اور ان کی تخلیقات کے بارے میں انہی دو مقالوں میں مطبوعہ مواد کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا ہے، کیونکہ اتنے سال گذر جانے کے باوجود کسی جانب سے بھی اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا اور نہ ہی ہماری دی گئی معلومات کو غلط قرار دیا جا سکا ہے۔

سید وارث شاہ کا خاندان مغل عہد میں، جنڈیالہ شیر خاں میں آباد ہوا جو ضلع شیخوپورہ کا اہم تاریخی قصبہ ہے اور شیخوپورہ سے حافظ آباد جانے والی تاریخی شاہراہ پر شیخوپورہ سے نو میل جانب شمال واقع ہے۔ یہ نقوی خاندان کی بھاکری شاخ کے گُل سر سبد تھے۔ وہاں سید گُل شیر شاہ کے ہاں ۱۷۲۰ء کے قریب پیدا ہوئے ان کے اور بھائی بھی تھے، ان کے بھتیجے قادر شاہ نے اسی ضلع میں ٹھٹھہ قادر شاہ کے نام سے ایک نیا گاؤں آباد کیا، جہاں سید قادر شاہ کی اولاد آج بھی موجود ہے۔
ابتدائی تعلیم گھر میں اور مقامی مسجد میں پائی، پھر اس زمانہ میں قصور میں واقع عظیم ترین درسگاہ میں پہنچے جہاں مخدوم پنجاب جناب غلام مرتضیٰ صدر مدرس تھے

یہ درسگاہ مسجد حسین خان کے نام سے مشہور تھی، جو اب بھی موجود ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اسی درسگاہ سے پنجابی زبان کے ایک اور عظیم شاعر سید عبداللہ شاہ عرف بلھے شاہ شطاری، قادری نے بھی تعلیم پائی۔ جب سید وارث شاہ مسجد حسین خان قصور میں زیرِ تعلیم تھے اس وقت سید بلھے شاہ ایک عظیم شاعر کے طور پر ملک بھر میں شہرت پا چکے تھے، مگر سید وارث شاہ نے اپنی غیر فانی تخلیق قصہ ہیر رانجھا میں سید بلھے شاہ کا ذکر تک نہیں کیا، حالانکہ سید وارث شاہ اپنی اس تخلیق میں پنجاب میں ہونے والے واقعات کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کو تلمیح اور استعارے کے طور پر خوبصورتی سے استعمال کرنے کی مہارت سے بہرہ ور ہیں۔

جس نظامِ تعلیم نے سید وارث شاہ، سید بلھے شاہ کو جنم دیا اس کے بارے میں G.W. Leitner نے اپنی مشہورِ عالم کتاب History of indigenous education in Panjab since annexation and in 1882 میں پنجاب میں رائج نظامِ تعلیم کا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے جس کا آغاز انہوں نے یوں کیا ہے جس سے اس عہد کے پنجاب کے تعلیمی پس منظر سے بخوبی آگاہی مل سکتی ہے وہ لکھتے ہیں

> The Punjab is classic ground. Not merely the celebrated country between the Indus and the Jumna, but also the whole province teems with noble recollections. The history of its culture will tell us of a simple worship which long withstood the superstitions of the priests and warriors whom it had itself sent to conquer the South; of an ardent republicanism allied to the most ehivalrous devotion to chiefs; of a capacity for self government not equalled elsewhere; and, above all, of the universal respect for learning and of the general spread of education. The priest was a professor and poet, and in several tribes, castes and classes, as will be shown further on, education was a religious, social or professional duty.

پنجاب ایک کلاسیکی (نفیس و اعلیٰ) دھرتی ہے۔ صرف سندھ اور جمنا کے درمیان واقع علاقہ ہی نہیں بلکہ پورا صوبہ پاک اور پوتر یادوں کا امین ہے۔ اس کی تہذیب و ثقافت کی تاریخ ایسی سادہ عبادت سے عبارت ہے، جس نے مذہبی راہنماؤں کی مافوق الفطرت اعتقادات کا مدتوں مقابلہ کیا۔ ایسے بہادر مجاہدین کی تاریخ کا گیان بخشتی ہے۔ جنہیں اس نے خود ہی جنوب کو فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ پرجوش ریپبلکن ازم سے متعارف کراتی ہے، جو اس کے سردار سے غیر معمولی بہادری اور وفاداری سے منسلک ہے، ایسی سیلف گورنمنٹ کی شکتی سے آگاہ کرتی ہے، جو پنجاب کے علاوہ کہیں اور دکھائی نہیں دیتی اور سب سے زیادہ یہ کہ تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم کو عام کرنے کا مقدس جذبہ سے معمور اور اس پر دل و جان سے فخر کرنے کا رویہ پر بھرپور اعتقاد رکھنے والے مذہبی راہنما ایک بلند مرتبت استاد (پروفیسر) اور شاعر ہوتا اور جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ کئی قبیلوں، گوتوں اور طبقات میں تعلیم حاصل کرنا اور تعلیم کو فروغ دینا ایک دینی، سماجی اور پیشہ وارانہ فریضہ تھا۔ تعلیمی پس منظر جس میں وارث شاہ نے آنکھ کھولی حالانکہ یہ اٹھارھویں صدی کا یہ حصہ مغلوں کے زوال کا زمانہ تھا اور مقامی تانا شاہ قوتوں کو کھل کھیلنے کے مواقع میسر تھے۔ زوال پذیر سماج ابھی تک اپنی عظیم اقدار سے محروم نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مخدوم غلام مرتضیٰ قصوری مرحوم و مغفور کی درسگاہ سے سید وارث شاہ فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور دستارِ فضیلت ان کے سر پہ باندھی گئی تو وہ واقعی فاضل شخصیت تھے، اس پر انہیں خود بھی فخر تھا چنانچہ سید وارث شاہ کو خود بھی اعتراف ہے کہ

بات بات وچ تیری ہین کامن، وارث شاہ دا شعر کیہ سحر ہے نی
وارث شاہ میاں چھتی روگ کٹّاں بلک موت بھیں لواں بچا اہنوں
تیرے درد دا سبھ علاج مینفے، وارث شاہ نوں ویدنا دسیئے نی
وارث شاہ میاں تیرا علم ہویا مشہور وچ جن تے انس طیریں

یہ اشعار تعلّی نہیں قرار دیئے جا سکتے، بلکہ ہیر کا مطالعہ بھی واضح کرتا ہے کہ سید وارث شاہ اپنے عہد کے تمام مروجہ علوم اور ان کی شاخوں پر عبور رکھنے

والی شخصیت اور اسے شعری روپ میں بیان کرنے کی کمال درجہ کی دسترس رکھتے تھے۔

اگر سید وارث شاہ دس سال کی عمر میں قصور پہنچے ہیں تو پھر قصور میں ۱۷۳۰ء میں پہنچے۔ دس سال تک قصور میں تعلیم کے حصول میں مصروف رہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ دستارِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد جنڈیالہ شیر خاں والدین کو اس سندِ فضیلت سے آگاہ کرنے کے لیے پہنچے تو اس وقت وہ بیس سال کے ہو چکے تھے۔ والدین کی ترغیب پر روحانی مرشد کی تلاش میں پاکپتن شریف پہنچے اس وقت وہاں بابا فرید گنج شریف کے گدی نشین تھے، کچھ عرصہ قیام کیا اور ان کی عادات فضائل اور معاملات میں ان کی چھان پھٹک کی، جب ان کے زہد و اتقاء پر مکمل یقین ہوگیا تو پھر ان سے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اب انہوں نے بھی اس نوجوان عقیدت مند کے رویوں اور زندگی کا مطالعہ کرنے کے لیے اسے انتظار کرنے اور کچھ چشتی مکتبۂ فکر کے مطابق کتب کا مطالعہ کرکے وظائف کرنے اور وہاں کے درس میں روحانیت کے طالب علم کے طور پر بیٹھنے کی تلقین کی جسے سید وارث شاہ نے صدقِ دلی سے قبول کیا اور درگاہ بابا فرید میں قائم درسگاہ میں زانوئے تلمذ طے کرکے نئی زندگی کا آغاز کر دیا۔ پاکپتن شریف میں چار پانچ سال گذارے۔

جس طرح قصور میں قیام کے دوران میں وہ گرد و نواح میں گھوما پھرا کرتے تھے، اسی طرح پاکپتن میں زمانہ قیام میں بھی گھومتے گھماتے رہے۔ مرشد کی خوشنودی حاصل ہوئی اور انہیں بیعت سے سرفراز کیا گیا۔ خلعت عطا ہوئی چشتی سلسلہ میں روحانیت کے مدارج حاصل کر لیے تو مرشد سے اجازت لی وہاں سے رخصت ہوکر جنڈیالہ شیر خاں کو روانہ ہوئے کہ ملکہ ہانس کے قریبی گاؤں ٹھٹھہ جاہد میں پہنچے یہ ۴۵-۱۷۴۴ء کی بات معلوم ہوتی ہے۔

وہاں بھاگ ونتی ایک ڈھکو دوشیزہ کو دیکھتے ہی اس کی نظروں کے تیروں کا نشانہ بنے اور وہیں ایک مسجد میں قیام کا فیصلہ کر لیا۔ بقول جناب احمد ندیم قاسمی کہ سید نے بھرپور عشق کیا اور اسی عشق کے نتیجہ میں انہوں نے قصہ ہیر رانجھا ایسی غیر فانی ادبی شاہکار تخلیق کرکے پنجابی زبان کے دامن کو مالامال کیا اور پنجابی انہاس میں غیر معمولی جاوداں نقوش چھوڑے اس قصہ کے انتخاب کی وجہ ان کی اپنی جیون کے ساتھ غیر معمولی مماثلت معلوم ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے ۱۷۴۷ء میں انہیں ابدالیوں کے پنجاب پر حملہ کی منصوبہ بندی کی گن سن مل چکی تھی ان کا بیقرار ہونا قدرتی تھا، کیونکہ قابل، قندھار سے آنے والے بیشتر حملہ آوروں نے حافظ آباد اور شیخوپورہ نامی شاہراہ کو اپنی آمد کا ذریعہ بناتے۔ علاقہ کی زرخیزی کی وجہ سے بھی تاکہ دل کھول کر لوٹ مار ہو سکے اور اس لیے بھی کہ یہ راستہ محفوظ بھی تھا اور لاہور پہنچنے میں وقت بھی کم صرف ہوتا تھا۔ جنڈیالہ شیر خاں اسی تاریخی شاہراہ پر واقع ہے، ملکہ ہانس سے براستہ قصور لاہور میں پہنچے، جہاں فروری ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ ابدالی دریائے راوی کی دوسری جانب صف بندی کرنے میں مصروف تھا اور اس کا فوجی کیمپ شاہدرہ سے شرقپور تک پھیلا ہوا تھا، کیونکہ اس نے ٹکڑیوں میں فوج کو تقسیم کر رکھا تھا، جس کی وجہ سے سید وارث شاہ لاہور میں رک گئے ایک تو دریا پار کرنے کی جو بھی کوشش کرتا اسے افغانی پکڑ لیتے اس لیے جنڈیالہ شیر خاں پہنچنے میں رکاوٹیں دیکھ کر انہوں نے دریا کو پار کرنے کا ارادہ بدل لیا، پھر اس لیے بھی کہ وہ پنجاب کے تہذیبی مرکز لاہور کی حفاظت میں اپنا خون بھی شامل کرنا چاہتے تھے، دہلی کا نمائندہ گورنر تو مقابلہ کرنے کی بجائے شہر کو غیر محفوظ چھوڑ کر بھاگ نکلا، مگر اہلِ لاہور نے افغانی لٹیروں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان میں سید وارث بھی شامل تھے۔ سید وارث شاہ جس بہادری سے لڑے اس پر فخر بھی کرتے تھے۔

ابدالیوں کے حملہ کے بارے میں انہوں نے ایک سہ حرفی لاہور نامہ رقم کی ہے جس میں یہ مصرعہ بھی موجود ہے۔ ع

وارث شاہ علیؓ وانگ لڑدا، جیہڑا ذات دے وچ ذوالفقار آیا

یہ مصرعہ بہادری کے اس جوہر کی نشاندہی کرتا ہے جو سید وارث شاہ نے اپنی تہذیبی اور علمی مرکز لاہور کو بچانے کے لیے دکھایا۔ کہ وہ افغانیوں کے خلاف شمشیر بکف اسی انداز میں لڑے جس ڈھنگ سے حضرت علیؓ نے ذوالفقار بکف ہوکر عرب کے مشرکین کے خلاف جہاد کیا تھا۔

یہ اعزاز سید وارث شاہ کو حاصل ہے کہ غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف اس نے ہاتھ سے قلم رکھ کر تلوار اٹھائی اور مادرِ وطن کی حفاظت میں اس طرح جہاد کرکے دھرتی کا خراج ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی، جس طرح حضرت امیر المؤمنینؑ نے اسلام کا دفاع کیا۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد اپنے گھر والوں، والدین،

بھائیوں، بہنوں کے ملنے کے بعد ملکہ ہانس کو لوٹ گئے اور قصہ ہیر رانجھا ۱۷۶۷ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا اس وقت زندگی کی ۴۹ بہاریں دیکھ چکے تھے۔

اپنی تخلیق کو دکھانے کے لیے پھر براستہ قصور جنڈیالہ شیرخاں کو لوٹے۔ اس سلسلہ میں یہ دلچسپ داستان بھی رائج پا چکی ہے کہ سید وارث شاہ قصہ ہیر رانجھا کی تخلیق کے بعد سیدھے استاد الاساتذہ مخدوم غلام مرتضٰے قصوری کے حضور حاضر ہوئے اور انہیں بتایا کہ انہوں نے پنجاب کی مشہور لوک داستان ہیر رانجھا کو موضوع سخن بنایا ہے، تو مخدوم صاحب کو افسوس ہوا۔ بادلِ نخواستہ ہیر کے کچھ حصے سنے تو روتے روتے وجد آ گیا۔ وجد کا اس قدر غلبہ ہوا کہ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش لانے کے لیے حسبِ معمول ان پر پانی کے ڈول ڈالے جانے لگے تو ہوش آنے کے بعد بیٹھ گئے اور خوش ہو کر فرمانے لگے کہ وارثا! "توں موتیاں نوں منجھ دی رسی وچ پرو دتا"۔

یہ بات اس لیے درست معلوم نہیں ہوتی کہ مخدوم غلام مرتضٰے قصوری ہیر مکمل کرنے کے سال ۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۷ء میں زندہ ہی نہ تھے۔ اس میں وہ خوش عقیدتی ہے جو دونوں بزرگوں کے لیے پنجابی دنیا میں موجود ہے، اگر مخدوم پنجاب زندہ ہوتے تو ان کا تبصرہ یقیناً مختلف ہوتا، کیونکہ فصاحت و بلاغت، شعری اسلوب کی خوبیوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ درسیات کی دنیا کا کوئی بھی معلم جو مخدوم پنجاب کے مقام و مرتبہ پر فائز ہو وہ ہیر وارث شاہ پڑھتے سنتے ہی خوشی سے ناچ اٹھتا کہ ان کے ایک شاگرد نے توحیدی مسائل کو پنجابی شاعری کا روپ دے کر ربی پیار کی دولت کو عام کر دیا ہے، جس سے ہر کوئی متمتع ہو سکتا ہے اور دوسرے شاگرد نے مولانا رومؒ کی طرح قرآن مجید کے معانی کو پنجابی پردے میں اتار کر ایک غیر فانی کارنامہ انجام دیا ہے اور اس طرح خود بھی امر ہو گیا اور اپنی مادری زبان کو بھی غیر فانی زبانوں میں شامل کر دیا ہے اور اب میری شہرت اور بزرگی اور عظمت بھی انہی دونوں شاگردوں کی رہین منت ہے اور یقیناً وہ سید وارث شاہ کا یہ مصرعہ بھی دہراتے ع اییہ قرآن مجید دے معنی نیں، جیہڑے شعر میئں وارث شاہ دے نی

سید وارث شاہ کی وفات میں ابھی تک کوئی حتمی تاریخ سامنے نہیں آئی، لیکن ان کا مدفن جنڈیالہ شیرخاں ہی میں ہے، جہاں حکومت پنجاب نے بہت خوبصورت مزار تعمیر کیا ہے اور ہر سال ۱۹ ساون کو میلہ لگتا ہے جسے پنجاب کا سب سے اہم تہذیبی اور ثقافتی اظہار کا نام دیا جاتا ہے۔

سید وارث شاہ نے قصہ ہیر رانجھا کے علاوہ کئی اور چھوٹے بڑے قصے تخلیق کیے۔ گنیش داس بڈہیرہ ان کی ایک سے زیادہ سی حرفیوں کی بات کرتے ہیں (ص ۳۶۲) چار باغ پنجاب مطبوعہ) جو اس زمانہ میں ہر من پیارے ادبیات کا حصہ تھیں، لیکن ہمارے تک پہنچنے والی سید وارث شاہ کی صرف حسبِ ذیل تخلیقات موجود ہیں۔

قصہ لاہو نامہ — یہ پنجاب پر احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے بارے میں سی حرفی کی صنف میں لکھی گئی پنجاب کی منظوم تاریخ ہے۔

قصہ سسی پنوں — یہ بھی سی حرفی ہے جسے ایک ڈھنگ میں پرسوز انداز میں تخلیق کیا گیا ہے۔

عبرت نامہ — اٹھارہویں صدی کے عہد زوال کا منظوم تذکرہ ہے۔

معراج نامہ — پنجابی شعراء کے لیے معراج نامہ ہمیشہ ایک اچھوتا موضوع رہا ہے۔ سید وارث شاہ نے بھی اس واقعہ کو منظوم کیا ہے مختصر ہونے کے باوجود موثر تخلیق ہے۔

دوہڑہ جات — سید وارث شاہ نے اس صنف میں زورِ قلم دکھایا ہے۔ دستبرد زمانہ سے کئی دوہڑہ جات محفوظ رہ گئے ہیں اور ذاتی لائبریریوں میں موجود کتب کے اوراق کے مطالعہ سے مل جاتے ہیں۔

بارہ ماہ — ایک بارہ ماہ کو بھی سید وارث شاہ سے منسوب کیا گیا ہے

طب وارث شاہی — سنٹرل لائبریری پٹیالہ مشرقی پنجاب میں ایک مخطوط موجود ہے۔ بھائی شمشیر سنگھ اشوک نے اسے سید وارث شاہ کی تخلیق قرار دیا ہے۔ اصل میں یہ کتاب حکیم درویش کی "پران سکھ" کی طویل تشریح ہے۔ ابھی تک ایک ہی قلمی نسخہ سامنے آیا ہے۔ کوشش کے باوجود اس کی مائیکرو فلم

یا فوٹو کاپی حاصل نہیں ہوسکی۔ حتمی بات اس کے متن کے مطالعہ کے بعد ہی کی جاسکتی ہے۔ لائبریری کی فہرست میں اس نسخہ کا نمبر ۵۴۶ ہے اشوک جی نے اس کے بارے میں حسبِ ذیل ویروا دیا ہے۔

صفحہ ¼۳ ¾۴ انچ تحریر ½۲ ½۳ انچ اوراق ۳۸۴ ہر صفحہ پر سات سطور ہیں۔ کاغذ دیسی، کتابت صاف، کہیں کہیں شکستہ بھی موجود ہے، حاشیہ صاف، لکھنے سے پیشتر لکیر کشی کی گئی ہے، بغیر جلد کے ہے، کاتب کا نام درج نہیں (ص ۶۹۷ پنجابی ہتھ لکھتاں دی سوچی حصہ پہلا) ہمارے نزدیک جناب اشوک جی سے سہو ہوگیا ہے کہ وہ وارے شاہ جہان کو وہ الگ کرکے پڑھ گئے، حالانکہ صاف بات ہے کہ وارے، عہد کے معانی تب استعمال ہوا کہ یہ شاہجہان کے عہد میں لکھی گئی کتاب ہے، جبکہ سید وارث شاہ اس سے کہیں بعد ۱۷۲۰ء میں پیدا ہوئے۔

ترجمہ قصیدہ بردہ شریف از سید وارث شاہ نے اس قصیدہ کا ترجمہ ۱۱۵۲ھ/ (۱۰-اپریل ۱۷۳۹ء/ ۲۸ مارچ ۱۷۴۰ء) کو کیا جیسا کہ اس قصیدہ کے اختتامیہ کے طور پر حسبِ ذیل اشعار میں اس کا اظہار کرتے ہیں۔

یاراں سے بونجہ سن ہجری ظاہر ہویا   تاں ایہہ بیت جواہر موتی لڑی کتاب پرویا
ناقص طبع مکسر میری ایس گل لائق ناسی   جوں ترجمہ قصیدۂ بُردہ ہندی دی بیت سنا سی
ایہہ پر فضل خدائے دا ہویا نال حضرتؐ دی یاری   تاں ایہہ بیت مرتب کیتے کر کے محنت بھاری
جے کجھ ہیں نقیں غلط، سہوًا بنیاں دے وچ آوے   پڑھنے والا تے شنودہ کر کے کرم بتاوے
ایہہ ترجمہ راس کیتا میں اس شرح نقیں بھائی   حضرت میاں جمال چنابی جیہڑی شرح بنائی
ناؤں مصنّف سید وارث، وچ جنڈالے وسّے   جیہڑا شیر خاں غازی تے بدّھا سبھو کوئی دسّے
ربّا! روز قیامت تیک وسائیں شہر جنڈالہ   کائی آفت پوے نہ اس تے وسّے نِت سُکھالہ
برکت کلمہ پاک نبیؐ دی ہوسی پار اُتارا   سبھناں مسلماناں دا اوہ قادر بخش ہارا

۱۱۵۲ھ ۱۰-اپریل ۱۷۳۹ء تا ۲۸ مارچ ۱۷۴۰ء کے درمیان میں سید وارث شاہ نے یہ ترجمہ کیا۔ اس لحاظ سے وہ زندگی کی اٹھارہ بہاریں دیکھ کر انیسویں سال میں داخل ہو چکے تھے۔

سید وارث شاہ کی صرف دو رچنائیں ایسی ہیں، جن میں تخلیق کا سال درج ہے ایک قصیدہ بردہ شریف، دوسری تخلیق قصہ ہیر رانجھا ہے، قصہ ہیر رانجھا میں وہ لکھتے ہیں۔ ع

یاراں سے اسّیا نبیؐ ہجرت لمّے دیس دے وچ تیار ہوئی   اٹھاراں سے ترہیاں سمتاں دی راجے بکرماجیت دے سار ہوئی

قصہ ہیر رانجھا میں علاج معالجہ کے بارے میں جس انداز سے انہوں نے بات کی ہے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاید انہوں نے طب کے موضوع پر کوئی کتاب لکھی ہو، اگر کوئی قلمی نسخہ مل گیا تو پھر یقین سے کوئی بات ہوسکے گی یقین سے جو بات کہی جاسکتی ہے کہ قصیدۂ بُردہ شریف کے ترجمہ کے وقت سید وارث شاہ کی عمر 18/19 سال تھی۔ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ انیس سال کی عمر میں سید وارث شاہ عربی اور فارسی زبان کا اس قدر گیان رکھتے تھے کہ ان مطالب کو اپنی مادری زبان کے شعری رُوپ میں پیش کر سکیں، جس کا ثبوت یہ ترجمہ ہے اور اس چھوٹی عمر میں یہ کارنامہ سرانجام دینے والے سید وارث شاہ پہلے فرد نہیں ہیں، جو اس کم عمری میں بھی اس عظیم نعتیہ ادب پارہ کو ترجمہ کو تخلیقی شکل دے سکے۔

بوعلی سینا اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ کوئی فرد تمام علوم و فنون پر چودہ سال کی عمر میں دسترس حاصل کر لیتا ہے، ایران میں تعلیم کے حوالے سے جو درجہ بندی

کی گئی ہے اس کے مطابق بچے کو پہلے چھ سال تک مکتب یا مدرسہ میں داخل نہیں کیا جاتا، بلکہ فطرت کے مطالعہ میں اسے مصروف رکھا جاتا ہے۔ سات سال سے چودہ سال تک اسے مکتب کی تعلیم دی جاتی ہے، جس میں وہ تمام علوم متداولہ سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔ جناب شاہ ولی اللہؒ دہلوی نے بھی تمام علوم کو نہ صرف چھوٹی ہی عمر میں تکمیل کی بلکہ مسند ارشاد، تدریس پر بھی تشریف فرما ہوئے (انفاس العارفین)

عراق کے مشہور آیت العظمیٰ جناب باقر الصدر شہید کی مثال بھی پیش کی جا سکتی ہے جو ایک عالمی شہرت رکھنے والے فقیہہ اور درس و تدریس کے مسند نشین تھے، چودہ سال کی عمر میں اپنی تعلیم مکمل کر کے اپنی علمی ذمہ داریاں سنبھال کر مسند اجتہاد پر متمکن ہوئے۔ پنجاب میں ایسے اور لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے اپنی صغیر سنی میں غیر معمولی اور غیر فانی علمی، ادبی اور تخلیقی جوہر دکھائے، چنانچہ احسن القصص ایسی زندہ و جاوید پنجابی شاعری کے خالق مولوی غلام رسول عالمپوری (پیدائش ۲۹ جنوری ۱۸۴۹ -- وفات ۷ مارچ ۱۸۹۲، (ص ۸-۱۳ : ڈونگھے راز) نے اپنی مشہور تصنیف داستانِ امیر حمزہ کی پہلی جلد پندرہ سال کی عمر میں پایۂ تکمیل کو پہنچائی، جبکہ دوسری اور تیسری جلد بیس سال کی عمر میں لکھ کر مکمل کی اور اس طرح پنجابی زبان شاعری میں ایک کلاسیکی دستاویز کا اضافہ کیا۔ انہوں نے اپنی عمر کا تذکرہ اس طرح کیا ہے ؎

گُذری ورہیاں پندراں، عمر میری اس روز ۔۔۔ جاں بھریا وچ کاغذاں کڈھ دِلے دا سوز
آخر ئیں نفیں، پھر مڑ کیتا ایہناں سوال ۔۔۔ نیودھری، سرچاہیے، کہہ باقی دا حال
جاں میں اس فرمائشوں مڑ ہتھ قلم لئی ۔۔۔ ویہہ برساں نفیں، تداں نوں عمر دہا گئی
شوق دِلے نوں آیا حُب پئی دل آ ۔۔۔ دو ماہ کُجھ باقیوں لئی فراغت پا
لکھیاں بیتاں اس دیاں ہویاں وچ شمار ۔۔۔ ہور ہندی وچ سینکڑے ہُندے ویہہ ہزار
ماہ اپریل انتویں آٹھ سو اک ہزار ۔۔۔ سن انہتر عیسوی گذریا وچ شمار

(ص ۵۹-۲۵۸ : داستان امیر حمزہ، ج ۳)

دوسرے الفاظ میں ۲۹ جنوری ۱۸۴۹ء میں پیدا ہونے والے مولوی غلام رسول عالمپوری مرحوم نے داستان امیر حمزہ کی پہلی جلد پندرہ سال کی عمر میں تخلیق کی، جبکہ دوسری اور تیسری جلد کو دو ماہ کے قلیل عرصہ میں لکھ کر ۲۹-اپریل ۱۸۶۹ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اس لحاظ سے ان کی عمر سوا بیس سال کی ہو چکی تھی۔ اس لیے سید وارث شاہ کے ۱۸-۱۹ سال کی عمر میں قصیدہ بردہ شریف کو پنجابی زبان کا شعری جامہ پہنانا غیر قدرتی بات نہیں۔ جب ۱۷۳۹ء میں سید وارث شاہ نے میاں جمال چنابی کے ترجمہ کو اپنی مادری زبان پنجابی میں منتقل کیا تو اس وقت سید وارث شاہ کہاں تھے پروفیسر حفیظ تائب اس بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اس وقت جنڈیالہ شیر خاں میں مقیم تھے (ص ۶: قصیدہ بردہ شریف ترجمہ سید وارث شاہ، ج ۸ - شمارہ ۱-۲، چھ ماہی کھوج) مگر پروفیسر حفیظ تائب نے جو حوالہ کے طور پر متن سے شعر درج کیا ہے اس سے اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی۔ متن میں موجود شعر حسب ذیل ہے۔ ؎

ربّا روز قیامت تائیں وسے شہر جنڈالہ ۔۔۔ کائی آفت پوے نہ اوتھے وسّے نت سکھالا

مصرعہ ثانی میں "کائی آفت پوے نہ اوتھے، وسّے نت سکھالا" میں "اوتھے" کا اشارہ جنڈیالہ شیر خاں کی طرف ہے، اگر سید وارث شاہ جنڈیالہ شیر خاں میں بیٹھ کر ترجمہ کرتے تو اس میں "اوتھے" کی بجائے "ایتھے" (یہاں) کوئی آفت نازل نہ ہو۔ بیشتر دوسرے متون سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ سید وارث شاہ قصیدہ شریف کا ترجمہ کرتے وقت جنڈیالہ کے بجائے کسی اور جگہ موجود تھے، وہ جگہ کون سی ہو سکتی ہے اس وقت سید وارث شاہ کی عمر ۱۸/۱۹ سال کی تھی، اگر وہ تعلیم مکمل کر چکے تھے تو پھر قصور چھوڑ کر پاکپتن شریف جا چکے تھے، لیکن زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ سید وارث شاہ ابھی زیرِ تعلیم ہی تھے اور یہ ترجمہ انہوں نے مسجد حسینؓ خان خویشگی، قصور میں بیٹھ کر ہی پایۂ تکمیل تک پہنچایا، کیونکہ مغلوں کے عہد زوال میں یہ قصیدہ کورس کا حصہ تھا اور طالب علموں میں

اپنی شناخت کے حوالہ سے اس قصیدہ کے کئی تراجم اور شرحیں موجود ہیں یقیناً طالب علمی کے زمانہ ہی میں سید وارث شاہ نے یہ کارنامہ سرانجام دیا، جس کی داد یقیناً اپنے استاد مولانا غلام مرتضیٰ سے بھی سید وارث شاہ کو ملی ہوگی ۔ میاں جمال چنابی کون ہیں ؟ ان کے بارے میں پروفیسر حفیظ تائب اپنے متذکرہ بالا ترجمہ کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں ۔

ایہہ ترجمہ کردیاں ہویاں سید وارث شاہ نے میاں جمال چنابی دی فارسی شرح سامنے رکھی ۔قصیدہ بردہ شریف دی شرح کرن والے میاں حکیم جمال چنابی نوں گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ دے میگزین "مہک" دے گوجرانوالہ نمبر وچ بارہویں صدی ہجری دے حکیم درویش دا پُتر دسیا گیا اے، جیہڑے جیہڑے کیلاش گڑھ (موجودہ کلاس کے) ضلع گوجرانوالہ دے وسنیک سن ۔ ایس مضمون وچ حکیم چنابی دا دوجا بھرا حکیم مہنہ چنابی دسیا گیا اے، جینے فارسی وچ ہیر لکھی ۔ جد کہ مولا بخش کشتہ نے حکیم درویش دے ایسے پُتر دا ذکر کیتا جیہدا ناں مہناتے تخلص چنابی لکھیا اے ۔کُشتہ (ہوراں نے) ایہہ خبر وی دتی اے کہ چنابی نے ۱۱۱۰ھ وچ فارسی ہیر رانجھا دا قصہ، ہیر و ماہی دے ناں نال نظم کیتا اے ۔ دوسرے پاسے پروفیسر شریف کنجاہی دے مضمون" ہیر دمودر توں ہیر وارث شاہ تائیں " وِچ حکیم چنابی دا ذکر انج آوندا اے ۔ اسے عالمگیری دور دا اک ہور قصہ حکیم چنابی دا لکھیا ہویا ملدا اے ۔ چنابی اپنا وطن کلاس (کے) دسدا اے (ص ۵ : ایضاً)

پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین نے مہک کے اسی گوجرانوالہ نمبر میں اس سے مختلف رائے قائم کی ہے ،جس نمبر کے حوالہ سے پروفیسر حفیظ تائب نے مسطورہ بالا رائے قائم کرتے ہوئے میاں جمال چنابی کو حکیم درویش کا فرزند قرار دیا ہے ۔ پروفیسر ڈاکٹر قریشی رقمطراز ہیں" :گوجرانوالہ کے وسیع و عریض ضلع میں اس نوع کی تعلیم کی پہلی درسگاہ موضع کیلیانوالہ میں نظر آتی ہے ۔ اکبری دورِ حکومت میں ملا نصیر غزنوی، غزنی سے ہجرت کرکے پنجاب آئے اور اس موضع میں اس درسگاہ کی بنیاد رکھی ۔ مُلاّ نصیر کی کوئی علمی یادگار (تصنیف) محفوظ نہیں رہ سکی ۔ البتہ ان کے دو نامور فرزندوں نے علمی دنیا میں نام پیدا کیا ،جن کے نام ملا جمال چنابی اور ملا جلال چنابی مشہور ہیں ۔ دونوں بھائیوں نے ۹۹۰ھ میں لاہور میں ملاّ سعد اللہ مُلتانی سے تحصیل علم کی پھر موضع کیلیانوالہ ہی میں برلبِ چناب اپنی دینی درسگاہ کو فروغ دیا ان دنوں پنجاب میں دینی نصاب جامد نوعیت کا تھا ۔ بیرون ملک سے آنے والی عربی، فارسی کی کتابیں، صدیوں اس علاقہ میں پڑھائی جاتی رہیں ۔ برصغیر میں ان کی تعلیم کو آسان بنانے کے لیے شرح اور حاشیہ نویسی کا رواج ہوا ۔ مُلاّ جمال چنابی نے شرح جامی پر حاشیہ لکھا، پھر عربی قصیدہ بانت سعاد اور قصیدہ بُردہ شریف کی شرحیں لکھیں ۔ قصیدہ بُردہ شریف کی شرحیں عربی اور فارسی میں علیحدہ علیحدہ تصنیف کیں ،جو پنجاب میں بہت معروف ہوئیں ۔ قصیدہ بُردہ شریف دینی مدارس کے نصاب ادب میں پڑھایا جاتا تھا ۔ استاد مُلاّ جمال کی شرح سے امداد لیتے ۔ افسوس یہ دونوں شرحیں تاحال شائع نہیں ہوئیں، البتہ پرانے اہلِ علم خانوادوں کے کتب خانوں میں ان کے قلمی نسخے موجود ہیں، ہمارے ذاتی کتب خانہ میں دو عربی دو فارسی شرحوں کے الگ الگ نسخے موجود ہیں"۔

مُلاّ جلال چنابی نے منطق کی مشہور کتاب " بدیع المیزان" مصنفہ مُلاّ عبداللہ کا حاشیہ تحریر کیا اور پھر تفسیر بیضاوی کے پارہ آخر پر حاشیہ لکھا اور اپنے برادر بزرگ مُلاّ جمال چنابی کی تقلید میں قصیدہ بُردہ شریف کی جامع شرح لکھی جو پہلی شرح سے زیادہ مبسوط اور جامع ہے ۔ البتہ فروغ مُلاّ جمال چنابی کی شرحوں کو ہوا ۔ مُلاّ جمال چنابی کے حضرت مجدد الف ثانی سے بھی مراسم تھے ۔

مکتوبات امام ربانی میں متعدد خطوط مُلاّ جمال چنابی کے نام درج ہیں ۔ مُلاّ جمال چنابی اور مُلاّ جلال چنابی کی وفات کے سن معلوم نہیں ہوسکے ۔ البتہ شرح بردہ شریف ۹۹۹ھ/ ۹۱-۱۵۹۰ء میں لکھی اور ۱۰۱۹ھ/ ۱۱-۱۶۱۰ء میں شرح مُلاّ تحریر ہوا ،جس سے ہر دو برادران کا زمانہ متعین کیا جاسکتا ہے (۸۲-۱۸۱ مہک، گوجرانوالہ نمبر) اس قدر طویل حوالہ دینے کے لیے معذرت خواہ ہیں ،لیکن اس میں کئی وضاحتیں اور تفصیلات ایسی ہیں جو بالواسطہ بھی اور بلاواسطہ طور پر بھی، ہمارے اس مقدمہ سے متعلق ہیں اس لیے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا ۔

پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری کی تحقیق کے مطابق :

مُلاّ جمال چنابی، مُلاّ نصیر غزنوی کے بڑے صاحبزادے ہیں جو اکبری عہد میں اپنا وطن چھوڑ کر پنجاب میں آکر حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

میں اقامت گزیں ہوئے، جہاں انہوں نے مدرسہ قائم کر کے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ مُلّا جمال چنابی حکیم درویش کے فرزند نہیں۔

۲۔ اس زمانہ میں عربی اور فارسی ادب کی تدریس کے لیے قصیدہ بُردہ شریف بحیثیت ایک ادبی شاہکار کے طور پر نصاب میں شامل تھا۔

۳۔ مُلّا جمال کے برادر خورد مُلّا جلال چنابی تھے انہوں نے قصیدہ بُردہ شریف کی عربی میں شرح لکھی جو مُلّا جمال کی شرح سے مبسوط ہے ان کا نام مہتہ نہیں تھا۔

۴۔ مُلّا جمال چنابی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نہ صرف معاصرین میں شامل تھے، بلکہ جناب مجددؒ نے کئی خطوط مُلّا جمال کو لکھے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یقیناً اکبری اور جہانگیری عہد کی اہم شخصیات میں سے تھے۔ اس سے ان کے مقام و مرتبہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

۵۔ مُلّا جمال چنابی کے برادر خورد کا نام مُلّا جلال چنابی ہے مہتہ یا میتہ نہیں اور یہ لفظ بھی مہتابی ہے اور ہیر و ماہی مہتابی کی تخلیق ہے۔

۶۔ مُلّا جمال چنابی، بارہویں صدی میں نہیں ہوئے، بلکہ ان کا زمانہ دسویں اور گیارہویں صدی کے درمیان میں ہے۔

۷۔ مُلّا جمال نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں قصیدہ بُردہ شریف کے ترجمے کیے، اور دونوں شرحوں کے خطی نسخے دستیاب بھی ہیں۔ ہمارے نزدیک سید وارث شاہ کے سامنے دونوں ترجمے تھے جن سے انہوں نے استفادہ کیا۔ اس لیے ہم پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری کی رائے کو اس معاملہ میں وقیع اور تحقیقی سمجھتے ہوئے اسی پر صاد کرتے ہیں۔

۸۔ میاں جمال چنابی اور مہتہ / میتا نہیں مہتابی بھائی نہیں ہیں یہ درست ہے کہ حکیم مہتابی، حکیم درویش کے فرزند ہیں، میاں جمال اکبری اور جہانگیری عہد کے فرد ہیں جبکہ میتابی اورنگ کا زمانہ (۱۷۰۷ - ۱۶۶۸ء) سے متعلق ہیں مہتابی کے ہیر و ماہی کا سال تصنیف ہے

این قصہ بعہد شاہ اورنگ　　بگرفت بتنظیم فارسی رنگ

تاریخ دعا است بہر دین باغ　　بد دور مہتابی از چنیں باغ

میتابی یا مہتابی کو اپنے پنجابی ہونے پر فخر ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں

سعدی از شیراز و میر از دہلی و جامی ز جام　　صائب از ایران مہتابی ناز گوئی در چناب

پنجاب میں تخلیق ہونے والے عربی ادبیات کے سلسلہ میں پروفیسر خالق داد ملک نے اپنی تحقیق کے لیے انہی مُلّا جمال ابن مُلّا نصیر غزنوی کی شرح قصیدہ بُردہ شریف کی عربی نعت ہی کو منتخب کیا اور اس پر تحقیق کرنے کے بعد پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہ تحقیقی کام انہوں نے عربی زبان کے مشہور سکالر محقق اور الاستاذ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی سرپرستی میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا، چنانچہ یونیورسٹی پنجاب لاہور نے یہ تحقیقی مقالہ ۱۹۹۵ء میں طبع کر دیا۔ گویا پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین کی شکایت کے ازالہ کے لیے اس تحقیقی مقالہ کی اشاعت سے شروع ہو گیا ہے۔ اللہ کرے کہ پنجاب میں ہونے والا باقی لٹریچر بھی زیور اشاعت سے آراستہ ہو آمین ثم آمین !!

حافظ برخوردار

تراجم کے اس مجموعہ میں شامل دوسرا ترجمہ حافظ برخوردار کی تخلیق ہے سوائے اس کے کہ انہوں نے یوسف زلیخا عہد عالمگیری میں ۱۰۹۰ ہجری ۱۶۷۹ء میں تخلیق کی اور ۱۶۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ متعلقہ تذکروں میں ان کے احوال و آثار کے بارے میں بہت کم مواد موجود ہے اور جو مواد موجود ہے اس سے معاملات اور اُلجھ جاتے ہیں۔ ان کے قریبی زمانہ میں ہونے والے پنجابی شعراء نے اس مسئلہ کو اور اُلجھا دیا ہے حالانکہ ان کے زمانہ میں پنجابی زبان و ادب کو درخور اعتنا نہیں کیا گیا تھا۔ اور پریس کی آمد سے پیشتر ہر پڑھے لکھے خانوادہ میں ہر شاعر کی تخلیقات اور رچناؤں کے کئی کئی مخطوطے موجود ہوتے تھے جن کو تحقیقی نظر سے دیکھ کر بیشتر مذکرہ بالا سوالات

کا جواب دیا جا سکتا تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔

نام رکھنے میں ہر زمانہ میں یہ روایت جاری و ساری رہی ہے کہ اگر کسی خاص نام کے فرد نے کسی علمی، قومی، سماجی، فکری اور سیاسی کارنامہ کی وجہ سے غیر معمولی شہرت حاصل کر لی تو وہ نام شہرت اور عقیدت کا مظہر بن گیا اسی سبب سے اس زمانہ میں والدین برکت، شہرت اور عقیدت کے سبب ایسے ہی ناموں کو ترجیح دیتے ہوئے پیدا ہونے والے بچوں کے نام رکھتے وقت انہیں شہرت پانے والے ناموں سے استفادہ کرتے۔

عہدِ اورنگ زیب عالمگیر میں پہلی بار برخوردار نام سے پنجابی دنیا متعارف ہوتی ہے اور مغلوں کے عہدِ زوال میں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام اس قدر غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا کہ ہر علاقہ میں اس نام کے کئی کئی افراد ملتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اٹھارہویں صدی میں برخوردار کا لفظ، نام کے لیے پنجاب سے باہر بھی مستعمل دکھائی دیتا ہے۔ پانی پت کی آخری لڑائی (۱۷۶۱ء) میں جس میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں پر فتح پائی اس میں ابدالی کے ایک جرنیل کا نام بھی برخوردار خان ملتا ہے (ص ۱۹-۳۱۸ احمد شاہ ابدالی) یہ درست ہے کہ خود احمد شاہ ابدالی ملتان میں پیدا ہوئے ہو سکتا ہے کہ جرنیل برخوردار خان بھی پنجاب سے جا کر، احمد شاہ ابدالی سے ملا ہو، لیکن قیاس یہی کہتا ہے کہ وہ غیر پنجابی تھا اور خراسان میں پیدا ہوا۔ اسی لیے یقیناً اس زمانہ میں کوئی ایسے بزرگ ضرور پیدا ہوئے ہوں گے جن کا اسمِ گرامی برخوردار تھا اور ان کی نیک نامی اور کسی کارنامے نے اس قدر شہرت پائی کہ اس نام کو بابرکت سمجھ لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مغلوں کے عہدِ زوال میں اس نام کے کئی افراد ہوئے جنہوں نے خاص طور پر پنجابی زبان کی ادبیات میں غیر معمولی نقوش چھوڑے اور شاید یہی وجہ ہے کہ بزرگ ترین پنجابی شعراء اور تذکرہ نویس اس بات کا نکھیڑا نہ کر سکے کہ کس رچنا کا مصنف کون سا برخوردار ہے وہ کب پیدا ہوا کہاں پیدا ہوا اور گوت قبیلہ کے حوالہ سے وہ کون تھا کہاں دفن ہوا؟ یہ تمام اور ایسے اور سوال آج بھی جواب کے منتظر ہیں۔

اس حوالہ سے پنجابی ادبیات کے مطالعہ سے پہلے یہ خیال تھا کہ سب سے پہلے جس فرد نے اس طرف توجہ کی وہ پنجابی زبان کے بہت بڑے شاعر اور رچنا کار احمد یار مرالوی (۱۸۴۸ - ۱۷۶۸ء) ہیں۔ جو کثیر التصانیف ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے "یوسفؑ دا قصہ" بھی تخلیق کیا۔ (ص ۱۴۶: پنجابی شاعراں دا تذکرہ) جس کا سالِ تصنیف اپنی اس تخلیق میں ۱۲۵۸ھ/ ۴۳-۱۸۴۲ء) بیان کرتے ہیں اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں۔

باراں سے اٹھونجہ ہجری اُن ویلے ایہہ آہے　　　جاں ایہہ مین تحفہ لکھ دھریا حضرتؑ دی درگاہے　　　(ص ۲۲۳: یوسفؑ دا قصہ)

اپنی اس تصنیف میں وہ حافظ برخوردار کا ذکر ان اشعار میں کرتے ہیں۔

لوکاں سے قصے پتے جوڑے، پڑھے جنہاں رسالے　　　پر گل دل نہ ڈِٹھا، حافظ مسلمانی والے
رانجھانے میاں بارا ہوئے چھٹیاں وچ مراسی　　　جتنا بول گئے سبھ سنیا ہور سدا کہندا سی
حافظ برخوردار جو آہا رانجھا چٹّی والا　　　اس تے بھی فیضان الٰہی علم عمل وچ باہلا

ان تین شعروں میں میاں احمد یار مرالوی نے

(۱) حافظ مسلمانی والا (۲) رانجھا (۳) میاں بارا (۴) حافظ برخوردار رانجھا سکنہ چٹی (۱)۔ ان اشعار میں حافظ مسلمانی والا کو احمد یار نے بہت بڑا شاعر قرار دیا ہے (۲) رانجھا اور میاں بارا کو "چھٹیاں وچ" مراسی قرار دیا ہے جبکہ چوتھے شاعر کو چٹی کا باشندہ قرار دیا ہے اور اس کا نام حافظ برخوردار رانجھا قرار دیا ہے۔ صرف نمبر ۱ مسلمانی والے حافظ کا تذکرہ انہوں نے قصہ یوسف زلیخا کی تصنیف کے حوالہ سے کیا ہے جبکہ چھٹیاں میں بسنے والے دونوں شاعر جو رانجھا اور میاں بارا کے نام سے معروف ہیں انہیں مراسی قرار دیا ہے۔ آخری اور نمبر ۴ والے حافظ برخوردار کو رانجھا قرار دیا ہے جو چٹی کے رہنے والے ہیں۔ جو پہلے برخوردار کے مقابلہ میں باعمل بھی تھے اور علمی طور پر اس سے آگے بھی تھے اور چٹی سے مراد چٹی شیخاں تحصیل وضلع سیالکوٹ ہی ہے۔

یقیناً ۱۲۵۸ھ میں جب میاں احمد یار نے "یوسف دا قصہ" تخلیق کیا اور وقت کے قارئین ان شاعروں کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہوں گے، جو ان مبہم اشاروں سے مشارٌ الیہ کے بارے میں پوری معلومات رکھتے ہوں، لیکن آج کا قاری تو یقیناً پریشان ہو گا کہ میاں احمد یار ایسے سیانے بیانے شاعر نے مسطورہ بالا بزرگوں کے بارے میں کچھ واضح طور پر بتلانے کی بجائے محض اشاروں سے بات کر کے معاملات کو اور بھی اُلجھا دیا ہے کہ کون کیا تھا، کہاں پیدا ہوا، اور کس نے کیا لکھا؟

احمد یار مرالوی کی ایک اور تصنیف سیف الملوک بھی تھی اور یقیناً اس میں بھی انہوں نے پہلے ہو چکے یا اپنے معاصرین شعراء کے بارے میں اسی قسم کے تنقیدی وچاروں کا اظہار کیا ہوگا، مگر افسوس ہے کہ اسے دیکھ نہیں پائے۔ ان کی اس تصنیف کی اشاعت سے آگاہی نہیں مل سکی مگر اس قصہ کے ایک قلمی نسخہ سے آگاہی ضروری ملی جو مشرقی پنجاب میں ہے (مقدمہ سیف الملوک پیکیجز ایڈیشن) معلوم ہوتا ہے کہ عظیم اور غیر فانی پنجابی شاعر میاں محمد بخش نے جب سیف الملوک تصنیف کی تو ان کے سامنے میاں احمد یار مرالوی کے دونوں متذکرہ بالا قصے ضرور سامنے ہوں گے جن کے تتبع میں میاں صاحب مرحوم نے ماضی کے شعراء کا تنقیدی طور پر ان کا مقام و مرتبہ متعین کیا اور انہیں کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، چنانچہ انہوں نے بھی حافظ برخوردار کے نام سے معروف دو شاعروں کا ان کی تصانیف کے حوالہ سے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

رانجھا برخوردا سُنی دا ، بلبل باغ سخن دی — شعر اوہدا جیوں واؤ چمن دی آئے باس چمن دی

حافظ برخوردار مصنّف گور جہناں دی چٹّی — ہر ہر بیت اوہدا بھی مٹھّا جیوں مصری دی کھٹّی (ص ۲۴۴ سیف الملوک پیکیجز ایڈیشن)

یہاں ان برخورداروں سے مراد برخوردار مسلمانی والا اور چٹی شیخاں مراد ہے چٹی قبر یا چونے گچ والی مراد نہیں جیسا کہ باوا بدھ سنگھ جی نتیجہ نکالتے ہیں۔

بیسوی صدی کے شاعر دلپذیر پذیر بھیروی نے بھی اپنی اسی موضوع پر لکھی جانے والی تصنیف میں بھی دو برخورداروں کی بات کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

دونویں حافظ برخوردار تے دونویں حافظ قاری — دوہاں نے لکھ یوسف دے قصے پائی برخورداری

احمد یار اور میاں محمد بخش دو برخورداروں کی بات کرتے ہیں۔ مولوی دلپذیر بھیروی دو حافظ برخورداروں کے ساتھ، دونوں کی الگ قصہ یوسف زلیخا کی تصنیف کے حوالہ سے دو الگ الگ قصوں کا ذکر بھی کرتے ہیں ، گویا دلپذیر وہ پہلی شخصیت ہیں جو ایسے دو برخورداروں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے الگ الگ یوسفؑ زلیخا کے قصہ تصنیف کیے۔

مگر بیسویں صدی میں پنجابی ادبیات کی جدید بنیادوں پر استوار کرنے والوں میں پروفیسر فضل حق مرحوم کا نام پنجابی ادبیات کے حوالہ سے ایک معتبر نام ہے انہوں نے مسطورہ بالا شعری حوالوں کو بنیاد بنا کر حافظ برخوردار کے بارے میں اپنی تحقیق یوں بیان کی کہ حافظ برخوردار کے نام کے دو پنجابی شاعر ہوئے ہیں اور دونوں ایک ہی عہد میں پیدا ہوئے (ص ۱۰۱ ، اردو ترجمہ نکھیڑے) اسی زمانہ سے پنجابی تحقیق اور تنقید میں دوسرا بڑا نام باوا بدھ سنگھ جی کا ہے وہ اپنی تحقیق میں جہاں دو حافظ برخورداروں کے وجود سے انکار کرتے ہیں وہیں وہ چٹی شیخاں میں ان کی قبر کو تسلیم نہیں کرتے وہ لکھتے ہیں۔

حافظ برخوردار ، اورنگ زیب عالمگیر عہد کے مشہور پنجابی شاعر ہیں یہ موضع مسلمانی میں ۱۰۳۰ء میں پیدا ہوئے جو چیمہ چھٹہ پرگنہ صوبہ لاہور میں واقع تھا وہ جٹ قوم کی شاخ رانجھا سے متعلق تھے۔ مسلمانی گاؤں تخت ہزارہ سے جانب شرق واقع چھوٹا سا گاؤں ہے (ص ۱۶۴ : پریم کہانی اردو ترجمہ)

باوا بدھ سنگھ اس میں مزید روشنی اس انداز سے ڈالتے ہیں

پرانے کوی لکھاری جھمیلا پا گئے ، اک نے برخوردار رانجھا مسلمانی والا تے دوجا مصنف بنا گئے ہیں۔ مصنف کوئی خاص ڈنکرانہیں نہ ہی کوئی تخلّص جاں اُنہاں نام اے۔ رانجھا برخوردا دی تے مصنف سی۔ ساڈے خیال وچ تاں اکو حافظ برخوردار سی جس دا حال اوس دیاں اپنیاں کتاباں وچوں مِلدا ہے میاں محمد بخش دے بنیت دے دوار تھ ہن گور جہناں دی چٹی (سفید چونے گچ ہے چٹی پنڈ ول اشارہ نہیں) جس دا قافیہ گٹی جاں کھٹی نال مِلدا ہے۔ جے مطلب پیئے چٹی شیخاں ضلع سیالکوٹ دا ، جو قاضی فضلِ حق دا خیال ہے تاں وی ہو سکدا ہے کہ حافظ برخوردار رانجھا دی قبر اوتھے ہووے ، کیوں جو جداوہ پڑھے سیالکوٹ وچ تاں اوہناں دا خاندان اودھر ہی وسدا ہونا اے پر ایہہ تحقیق نہیں کہ چٹی پنڈ وچ اوہناں دی قبر ہے (ص ۵۴-۲۵۳ : پریم کہانی)

پروفیسر قریشی احمد حسین قلعداری لکھتے ہیں کہ حافظ برخوردار رانجھا تخت ہزارے والا حافظ برخوردار مسلمانی والا سے کوئی سو سال بعد تخت ہزارہ تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوا اس کی گوت رانجھا تھی اور رانجھا برخوردار کے نام سے شہرت پائی (ص ۳۹ : بوہل نماز) پروفیسر قریشی احمد حسین قلعداری نے پنجابی زبان کی مختصر تاریخ رقم کی۔ میرا پہلا پنجابی مقالہ اسی کتاب کے حوالہ سے ماہنامہ پنجابی ادب لاہور میں طبع ہوا۔ میرا یہ مضمون قریشی احمد حسین قلعداری

کے جواب مضمون کے ساتھ مکتبہ میری لائبریری لاہور نے "پنجابی ادبیات دا تحقیقی مطالعہ" کے نام سے شائع کیا ، اس میں اس مسئلہ کو پہلی بار تحقیقی نظر سے دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے تاریخ ادبیات مسلمانِ پاکستان و ہند کے نام سے کئی جلدوں میں عربی، فارسی، بنگالی، اُردو اور پاکستانی زبانوں میں پاکستان میں موجود لٹریچر کو موضوع بنایا ۔ اس سلسلہ کتب کی تیرھویں جلد میں پنجابی ادبیات کے بارے میں لکھا گیا اس بارے میں روزنامہ امروز لاہور میں دسمبر ۱۹۷۲ء اور جنوری ۱۹۷۳ء تک کئی قسطوں میں تیرھویں جلد میں پنجابی زبان و ادب کے بارے میں "تاریخِ ادبیات مغربی پاکستان ۔ اک تول" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین طبع ہوا جو راقم السطور کے مطالعہ اور تحقیق کا نتیجہ تھا ، اس کی تیسری قسط حافظ برخوردار کے بارے میں تھی ۔ میگزین کے صفحہ ۳ پر ہم نے پہلی بار تین حافظ برخورداروں کے وجود کو ثابت کرتے ہوئے لکھا کہ "جے ایس گل نوں درست تسلیم کر لیا جاوے تے برخوردار تن مننے پین گے تے تیجے چیٹی شنجاں والے نیں جیہڑے کہ ذات دے قریشی سن اوہناں دا ایہہ شکوہ اج وی چیٹی شنجاں دے بہتے بندیاں نوں یاد اے ؂

آدم نوں توں وچ بہشتاں عزت نال بہایا | باشک مور بوہے تے چونکے اندر کوئی نہ جایا
بن حکموں کیہ قدر کسے دا ، اوہ دروازہ کھولے | سچ کہے تقصیر ہووے کون کوئی سچ بولے
شیطان نوں توں پہلے درجے کتھے کھڑ پہنچایا | میرے باجھ نہ سجدہ کرنا ، آپے توں فرمایا
حکم تیرے تے عمل کیتوسی گُل لعنت سر پاوے | سچ کہے تقصیری ہووے کون کوئی سچ بولے

(ص ۳ میگزین روزنامہ امروز لاہور ۱۷ دسمبر ۱۹۷۲ء)

منشی مولا بخش کشتہ امرتسری بلاشبہ پنجابی زبان و ادبیات کی تحقیق اور تنقید میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حافظ برخوردار کی بیشتر تصانیف کو دیکھا بھی ہے مگر وہ اس کے باوجود لکھتے ہیں

"نام برخوردار قوم جٹ رانجھا ، تخلص حافظ ، رانجھے دے پنڈ تخت ہزارے دے نیڑے پنڈ مسلمانی ضلع سرگودھا ۔ جنم ۱۰۳۰ھ دے نیڑے" "تخت ہزارہ دے کول پنڈ مسلمانی دے رہن والے سن ، جد ذرا جوان ہوئے ، تے لاہور آ گئے ۔ پر ایتھوں دی ہوا راس نہ آئی تے سیالکوٹ چلے گئے تے آخر عمر تیک اوتھے ہی رہے"۔ (ص ۱۷ پنجابی شاعراں دا تذکرہ)

فیروز سنز ، لمیٹڈ ، لاہور دنیا بھر میں معروف ترین اشاعتی ادارہ ہے ۔ اس ادارہ نے ایک انسائیکلو پیڈیا بھی طبع کیا ہے جس میں حافظ برخوردار کا غیر انسائیکلو پیڈیائی ڈھنگ میں یوں ذکر ملتا ہے ۔

"برخوردار حافظ (۱۶۲۰ء ـــ) پنجابی کے شاعر ، عہد عالمگیری کے جیّد علماء میں شمار ہوتے تھے ۔ جاٹوں کے مشہور قبیلہ رانجھا میں پنڈ مسلمانی ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے ، قرآن مجید حفظ کیا اور سیالکوٹ جا کر عربی ، فارسی کی تعلیم مکمل کی ۔ حافظ برخوردار نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں یوسف زلیخا ۔ سسی پنوں اور مرزا صاحباں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ انہوں نے اپنے قصوں میں عام بول چال کے علاوہ مذہبی معلومات بھی فراہم کیں ہیں" (ص ۲۰۵ اردو انسائیکلو پیڈیا)

پروفیسر ریاض احمد شاد نے ان تمام بکھرے ہوئے خیالات پر مشتمل "گوجی" کو یوں بیان کیا ہے :

پنجاب کی دھرتی کو اس میں جنم لینے والے بلند پایہ اور سچے شاعروں پر بہت فخر حاصل ہے انہیں میں حافظ برخوردار رانجھا کا نام بھی شامل ہے ۔ آپ تخت ہزارہ میں پیدا ہوئے تحصیل علم کے شوق کے سبب لاہور ، سیالکوٹ ، رسول نگر اور پنجاب کے کئی اور مقامات میں جاتے رہے (ص ۳۲۴ سخن وراں سرگودھا)

اس نام کے ان گنت لوگوں میں سے ہمیں صرف چار حافظ برخورداروں کی بات کرنا ہے کہ کونسا حافظ برخوردار کہاں پیدا ہوا ، اس کا زمانہ کونسا ہے اور اس نے کیا لکھا ؟ اگرچہ تحقیق میں کوئی بات آخری نہیں ہوتی تاہم ہماری کوشش یہ ہوگی ، ان بزرگوں کے بارے میں جو بھلیکھے عدمِ تحقیق کی وجہ سے پیدا ہو چکے ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ اس سلسلہ میں پنجابی ادبیات کی تحقیق میں کچھ اضافہ ہو اور پھر کسی کو اس سلسلہ میں نئے سرے سے (ان معاملات میں) تحقیق کی ضرورت محسوس نہ ہو ۔ پہلا حافظ برخوردار تو وہی ہیں جنہوں نے یوسف زلیخا کا قصہ ۱۰۹۰ھ میں تصنیف کیا جو ۱۶۲۰ء میں پیدا ہوئے جس کے بارے میں وہ خود ہی رقمطراز ہیں ۔

دے ترتیب مرتب کیتا حافظ ایہہ رسالہ — غم یعقوبے، ہجر یوسف دے سوز زلیخا والا
قصہ جوڑ مرتب کیتا برخوردار وچارے — جاں نوے سال ہزار اُتے کامل گذرے سارے
اِک اِک بیت جو داخل کیتا، اندر ایس رسالے — ہیں بھر جام اتو اتے پیتے، لہو دل دے والے
شاعر ہوون ہسن کھیڈن، پیوَن زہر پیالہ — بے فکراں نوں چرب نوالہ کھنڈاں گھیواں والا
بھر بھر شاعر غوطے مارن اندر لہو دِل دے — تاں کڈھ کڈھ لعل پُرن لڑیاں جیوں جیوں ویکھن بن دے
جاں رل سُگھڑ مجالس بیٹھے جوں اسماناں تارے — اوہ تاں تراں چرب پچھانن دین دُنی دے مارے
نیناں دے نال پرُوتے، چُن چُن دُر یگانے — تاں اوہ بار مرتب ہویا عالمگیر زمانے
نواب جعفر خاں خواہش کیتی تاں ایہہ قصہ بنیا — ظاہر باطن راضی ہویا جاں پڑھیا ایہہ سُنیا

ص ۵۳ قصہ یوسف زلیخا خورد

اک زمین عنایت کیتی، بگھہ ست پچھانن — جوڑا، گھوڑا، نقد دیوایا سو روپیہ جانن
ربا! کسے سیادت، کسے نجابت، کسے ہور کمائی — حافظ فضل الٰہی باجھوں ہور امید نہ کائی
پس رحمت اُتے کریئے تکیہ حافظ برخوردارا — برکت کلمہ پاک نبیؐ دی اُمت دا چھٹکارا

ص ۵۴۔ قصہ یوسف زلیخا

اوپر دیئے گئے اشعار میں حافظ برخوردار نے تین باتیں کہی ہیں کہ

الف۔ اس نے یہ قصہ، عالمگیری عہد (۱۷۰۷ - ۱۶۵۸) میں تخلیق کیا

ب۔ قصہ یوسف زلیخا ۱۰۹۰ھ (۱۶۷۹ء) میں مکمل ہوا

ج۔ نواب جعفر خان نے اس قصہ کی تصنیف کی خوشنودی پر حافظ برخوردار کو انعام و اکرام سے نوازا۔ حافظ برخوردار کی پیدائش کے بارے تقریباً تمام ہی پنجابی محقق متفق ہیں کہ وہ ۱۰۳۰ ہجری (۲۱-۱۶۲۰ء) میں پیدا ہوئے جو جہانگیر کا زمانہ حکومت ہے گویا یوسف زلیخا کا قصہ انہوں نے ۵۸-۵۹ سال کی عمر میں تصنیف کیا سوائے ایک کتاب کے اس کے بعد ایسا کوئی قصہ یا کتاب نہیں ملتی جس میں تاریخ بھی درج ہو اور علاقہ بھی درج ہو اور نہ ہی ایسا خطی نسخہ سامنے آیا ہے جس کے آخر میں ترقیمہ (وہ تحریر جو کاتب کسی مخطوطہ کے آخر میں تاریخ کتابت کے ساتھ مصنف کے کوائف درج کرتا ہے۔) درج ہے جس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حافظ برخوردار ۱۶۷۹ء کے بعد بھی زندہ و سلامت تھے تاہم شریف احمد شرافت بغیر حوالہ دیئے کہ اس کا ماخذ کیا ہے رقمطراز ہیں

حافظ برخوردار کی وفات عہدِ حکومتِ اورنگ زیب عالمگیر (وفات ۱۷۰۷ء) کے آخری سالوں میں ہوئی۔ آپ کا مزار بچہ چٹھہ (ضلع گوجرانوالہ) سے شمال مشرق کی جانب ایک میل کے فاصلہ پر جنگل میں واقع ہے (ص ۹۷ : شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول) وہ اپنی اسی کتاب میں حافظ برخوردار کی وفات کا سال ۱۱۰۶ ہجری / ۹۶-۱۶۹۴ لکھتے ہیں (ص ۸۷) گویا یوسف زلیخا لکھنے کے بعد سولہ سال زندہ رہے اور کتاب کے اسی صفحہ پر شریف احمد شرافت سید وارث شاہ کو حافظ برخوردار کا نہ صرف شاگرد قرار دیا ہے بلکہ یہاں تک لکھ کر تاثر دینے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ سید وارث شاہ بچہ چٹھہ میں قائم کردہ حافظ برخوردار کی درسگاہ میں حاضر ہو کر ان سے تعلیم پائی یہ بھی تاریخ کے بلند مرتبت مشاہیر کے خلاف زیادتی ہے اس لیے کہ سید وارث شاہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے (سید وارث شاہ کی جیون کتھا، مطبوعہ مجلہ کھوج درپن (۱۹۷۶ء) اور استاد کے بارے میں سید وارث شاہ نے خود لکھا ہے کہ وارث شاہ وسنیک جنڈیالڑے دا تے شاگرد مخدوم قصور دا اے اور یہ مخدوم قصوری نہیں بلکہ انہیں بجا طور پر مخدوم پنجاب قرار دیا جاتا ہے کیونکہ مشہور پنجابی شاعر اور شطاری قادری درویش سید بلھے شاہؒ کے بھی یہی استاد تھے اور ان کا اسم گرامی مولانا غلام مرتضےٰ تھا۔ (ص ۱۳۵ : تذکرہ علماءِ اہلسنت و جماعتِ لاہور) سید وارث شاہ کو حافظ برخوردار کا شاگرد بنانے کا موقع، شرافت نوشاہی کو مشہور مورخ گنیش داس بڈہرہ نے اپنی

تالیف چار باغ پنجاب میں اپنی اس غلطی سے فراہم کر دیا کہ سید وارث شاہ بچہ چٹھہ کے رہنے والے تھے (ص ۲۶۲ چار باغ پنجاب) اگرچہ شرافت نوشاہی نے حافظ برخوردار کے بارے میں کافی تفصیلات جمع کر دی ہیں لیکن جا بجا سہو دکھائی دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنی مرضی سے نتائج نکالنے پر بضد دکھائی دیتے ہیں، یہاں تک نوشہ ثانی فقیر سید غلام محی الدین کے اُردو پنجابی کلام کو اپنے جد امجد نوشہ گنج کے نام منسوب کر کے کتابیں طبع بھی کر دیں اور حافظ برخوردار کا ابتدائی نام "میاں نکھا" قرار دیتے ہیں اور پڑھ لکھ گئے تو نام برخوردار اختیار کر لیا (ص ۸۹ : ایضاً) ان کا خاندانی پس منظر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ آباؤ اجداد سے عالم فاضل ہوتے چلے آئے۔ عہدہ قضا موروثی تھا (ص ۸۹ : ایضاً) ناموں سے خاندان کا پس منظر معلوم ہوتا ہے، اگر حافظ برخوردار کا پیدائشی طور پر علما کے خاندان سے تعلق تھا، تو پھر کوئی بھی علمی خاندان اپنے فرزند ارجمند کا نام نکھا نہیں رکھے گا۔ ان کی جنم بھومی وہ بچہ چٹھہ کو قرار دیتے ہیں اور پھر ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ ملحقہ گاؤں مسلمانی میں جا بسے (ص ۸۹ : ایضاً) مگر حافظ برخوردار خود اپنے بارے میں لکھتے ہیں ؎

شرح قصیدہ بردہ آکھی رانجھے برخوردارے ۔۔۔ سکوٹے وچ پڑھیا ای وطن ای تخت ہزارے (ص ۱۷، قلمی نسخہ مجموعہ پنجابی ترجمے)

اور یہ بھی حافظ برخوردار کے قصیدہ بردہ شریف کے شعری ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ اسی برخوردار کا ہے جس نے یوسف زلیخا (خورد) قصہ لکھا ہے اس میں حافظ برخوردار نواب جعفر کا نام تو نہیں لکھتے البتہ اس طرف واضح اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

برکت اس قصیدے دی اس رانجھے برخوردارے ۔۔۔ نال ایمانے دے پہنچائیں حضرت دی سرکارے
اوہ مدّاح ہے عربی اندر میں مدّاح پنجابی ۔۔۔ اس درجہ ڈھیا وزیری مینوں قرب نوابی (ص ۴۵ : قلمی نسخہ مجموعہ پنجابی ترجمے)

اس سے واضح الفاظ سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے۔ قصہ یوسف زلیخا (خورد) کے مصنف اور قصیدہ بُردہ شریف کا مترجم ایک ہی فرد ہے تو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ حافظ برخوردار پیدا تو تخت ہزارہ میں ہوئے جو دریائے چناب کے مغربی کنارے پر قدیمی قصبہ تھا اور اب بھی موجود ہے۔ موجود جغرافیہ کے مطابق یہ گاؤں تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں واقع ہے۔ پنجابی زبان کی مشہور داستان ہیر رانجھا کے قصہ کا بنیادی کردار دھیدو رانجھا بھی اسی جگہ سے متعلق تھا۔

اصل بات یہ دکھائی دیتی ہے کہ حافظ برخوردار تخت ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ تخت ہزارہ اور اس کے گرد و نواح میں واقع دیہات میں موجود درس گاہوں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے سیالکوٹ پہنچے وہاں سے تکمیل کے بعد چیمہ چٹھہ پرگنہ موضع بُچہ چٹھہ کے نزدیک مسلمانی گاؤں میں جا آباد ہوئے جو کلر اٹھی زمین میں واقع تھا تاکہ ان کو پرگنہ میں قاضی مقرر کر دیا جائے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ ان کی یہی مولویت موضع بھڑی کے نوشاہی بزرگ اور ملنگ شاہ رحمٰن کی غیر شرعی زندگی کے خلاف صوبیدار پنجاب کے دربار میں شکایت کا سبب بنی جو زبان زد عام و خاص ہے اور تمام نوشاہی تذکروں میں بھی اس جھگڑے کی تفصیل موجود ہے۔

جعفر بیگ، صوبیدار لاہور نہیں تھے بلکہ چیمہ چٹھہ پرگنہ کے موضع بُچّہ چٹھہ کے کاردار تھے، کیونکہ اس عہدہ کا فرد ہی اس قدر کم معاوضہ دے سکتا ہے۔ جو انہوں نے قصہ یوسف علیہ السلام زلیخا لکھنے پر حافظ برخوردار کو دیا۔

امام بوصیری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ اس قصیدہ کے لکھنے پر انہیں وزارت کی گدی ملی اور مجھے یہ ترجمہ کرنے پر نوابی قرب میسّر آیا۔ قرب اسی کو حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنے ممدوح کے قریب رہتا ہو۔ بُچہ چٹھہ کے مضافات ہی میں مسلمانی نام کا گاؤں ہے، جو بچہ چٹھہ کے کھنڈرات سے مشرق جنوب میں ایک تھیہ (کھنڈر) کی صورت میں ہے جسے غلام محمد چٹھہ کے خلاف سکھ یورش گری کے زمانہ میں اس پرگنہ کو دو تین بار حملہ کر کے تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ بچہ چٹھہ کی تباہی کے ساتھ مسلمانی بھی اُجڑ گیا (ص ۱۳۶ - چار باغ) چیمہ اور چٹھہ قوموں کے جٹ تحصیل وزیرآباد اور تحصیل حافظ آباد (جواب ضلع کا درجہ پا چکا ہے) کے درمیان میں بچہ چٹھہ نام کا قصبہ موجود تھا جسے چیمہ چٹھہ پرگنہ کا نام دیا گیا تھا جو اب کھنڈرات کی شکل میں موجود ہے۔ موضع مسلمانی آج بھی کلر اٹھی زمین میں اپنے کھنڈرات اور حافظ برخوردار کی قبر کی صورت میں موجود ہے جسے اب پختہ کر دیا گیا ہے چنانچہ حافظ برخوردار اپنی مشہور کتاب فرائض ہندوی میں خود ہی لکھتے ہیں :

میں بھی وطن پنجاب ہے قسمت آندا ٹور　　چیمہ چٹھہ پرگنہ مضاف صُوبہ لاہور
حافظ دے من بہشت ہے کلر وِچ گراوٗں　　قصبیوں چڑھدے پنڈ ہے مسلمانی ناوٗں

مجھے بچہ چٹھہ اور حافظ برخوردار مرحوم کے گاؤں مسلمانی کے آثار کو تین بار دیکھنے کا موقع ملا ہے گوجرانوالہ سے قادر آباد جانے والی شاہراہ پر قصبہ کلاس والہ سے گذرنے کے بعد قصبہ وریال آتا ہے اس سے جانبِ جنوب یہ کھنڈرات موجود ہیں یہ اس مسلمانی گاؤں کے کھنڈرات سے مختلف ہے۔ ایک اور بچہ کلاں بھی ہے جو تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں موجود ہے۔ قسمت آندا ٹور فقرہ سے یہی دلالت کرتا ہے کہ تخت ہزارہ سے سیالکوٹ میں تعلیم کی تکمیل کے بعد انہیں قسمت مسلمانی گاؤں میں لے آئی۔ اس پرگنہ یا پٹہ میں ۸۴ گاؤں تھے جن میں حافظ برخوردار کا فتوٰی چلتا تھا۔ (ص ۹۰ شریف التواریخ۔ جلد سوم (حصہ اول) فتویٰ بھی چلتا تھا لکھنے تو زیادہ بہتر تھا۔

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر بیسویں صدی کے پنجابی شاعر، تنقید نگار، محقق اور پنجابی کو اس کا مقام و مرتبہ دلانے والی اہم ترین شخصیات میں شامل اور پنجابی اکیڈمی لاہور کے بانی ہیں۔ اکیڈمی کے قیام کے بعد انہیں مرزا صاحباں، تصنیف حافظ برخوردار کا نیا متن تیار کرنے کی استدعا کی گئی، چنانچہ انہوں نے بڑی محنت سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ متن کی تدوین کے حوالہ سے وہ رقمطراز ہیں۔

الف : ایہہ نسخہ بڑا شکستہ اے تے ایہدی کتابت پڑھنی از حد اوکھی اے پر ادھورہ ہندیاں ہویاں وی، ساریاں نالوں معتبر نسخہ اے۔ وجہ ایہہ وے کہ ایس نسخہ نوں مولوی غلام علی وزیر آبادی نے اپنے والد مولوی محمد عابد وزیر آبادی نال قصبہ علی پور (چٹھہ) تحصیل حافظ آباد (وزیر آباد) ضلع گوجرانوالہ وِچ خود اپڑ کے حافظ برخوردار کولوں نقل کیتا سی۔ مولوی محمد عابد تے مولوی غلام علی دونویں پیو پتر، حافظ برخوردار دے ہم زمانہ سن ..... (ص: ج د دیباچہ مرزا صاحباں)

" مولوی محمد عابد وزیر آبادی ۱۰۹۶ھ (۱۶۸۵ء) میں زندہ تھے اپنے وقت کے معتبر عالمِ دین تھے۔ وزیر آباد کی قضا اور افتا ان کے سپرد تھیں۔ ان کا فتوٰی چلتا تھا۔ آپ کی اولاد آجکل بھی پنجاب میں پھیلی ہوئی ہے، لیکن علمی آثار بالکل مفقود ہیں۔ محمد عابد کے خانوادہ میں مدت تک قلمی مخطوطات ایندھن کے طور پر جلائے جاتے رہے، پورے سو سال بعد یہ چند اوراق دستیاب ہوئے جن سے حقائق محفوظ کر لیے ہیں۔ آپ صاحبِ تصنیف بزرگ تھے آپ کی تصانیف کے متعدد اوراق اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں "نجات المساکین" فارسی زبان میں کلمہ شریف کے ورد و معانی پر ایک مختصر رسالہ لکھا۔ "مرغوب القلوب"، حُرمتِ تمباکو میں عربی میں ایک مختصر رسالہ لکھا ہے۔ جنگِ فقہی، اس دور کے مشہور فتاوٰی کے چند اوراق بھی محفوظ ہیں، جو ان کے علم و فضل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ قصیدہ غوثیہ کا فارسی زبان میں ترجمہ، پھر عربی میں جامع شرح لکھی۔ ملا فاضل الدین بٹالوی کی کنز القادریہ کے بعد مولوی محمد عابد کی شرح، قصیدہ غوثیہ کی جامع ترین شرح ہے"

رسالہ عقیقہ پنجابی نظم میں مُلّا عبداللہ لاہوری کی تقلید میں تصنیف کیا ان کے عکس ہمارے ہاں موجود ہیں جس میں احادیث کی کتابوں اور معروف اور مذہبی تصانیف کے حوالے درج ہیں۔ مولوی محمد عابد نے اپنے دور میں ایک علمی مناظرہ میں بھی حصہ لیا جو چودھری غلام محمد چٹھہ (متوفی ۱۷۸۷ء) نے موضع منصور والی (تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ) میں کرایا تھا۔ مولوی محمد عابد وزیر آبادی اپنے دور کے منتخب روزگار افراد میں سے تھے۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے متن کی صحیح سند بیان کرتے ہوئے ہمیں حافظ برخوردار کی اقامت گاہ مسلمانی پنڈ تک لے گئے ہیں۔

قصہ مرزا صاحباں کی اس رچنا کے بارے میں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی تنقیدی رائے بتلاتی ہے کہ مرزا صاحباں کا یہ قصہ واقعی ایک اہم پنجابی تخلیق ہے وہ رقمطراز ہیں ...... پنجاب وچ حافظ برخوردار دی عام شہرت دا جواب اوہدا مرزا صاحباں اے جہیدی گل نے بیٹھ تے خیال دی اچیائی ہر دِل وچ گھر کر جاندی اے۔ اوہدی ایہہ شاعری صحیح معنیاں وچ عوامی شاعری اے۔ پنجابی پنڈاں، گراں واں دی آبادی وچ مرد، عورتاں، بچے، بڈھے، جوان اوہدی ایس شاعری نال اکو جیہا پیار کردے نیں۔ پنڈ پنڈ وچ مرزا صاحباں دے حافظ مل دے نیں۔ تے پچھلیاں کئی صدیاں توں اوہدی ایس شاعری نال پنجابی مجلساں دا سنگار اکو جیہا ہندا ویکھیا جاندا اے۔ "جس مجلسی اکٹھ نوں دیکھو مرزا صاحباں دی وار انج سنھ کے بھا چھڑ دی اے، جویں اوہدے دوالے کسے سنگلاں دا چو بند مار کے بنھ دتا ہووے۔ کوئی مجلس وچ

آکے بہن والا اٹھن دا ناں نہیں لیندا جد تیک وار کرن (گاون) والا اُٹھ کے چلا نہ جاوے تے ایس مجلس دے ٹک جان پچھوں وی کئی کئی دن ایہدیاں کہانیاں پیندیاں رہندیاں نیں۔" (ص ج۔د، دیباچہ قصہ مرزا صاحباں۔ برخوردار)

پنجابی زبان کے دوسرے بڑے نقاد اور پارکھ پروفیسر فضل حق قریشی ایس وار (رزمیہ منظوم داستان) کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں کہ

اصل وچ مرزا صاحباں دی ایہہ مشہور وار اے تے غور نال پڑھن تھیں معلوم ہوندا اے کہ ایہدی زبان تے حافظ دیاں دوجیاں کتاباں دی زبان وچ اک بھارا فرق اے۔ یوسف دے قصے دی زبان عالمانہ تے پکی تے تجربہ کار اے۔ مرزا صاحباں دی زبان عام تے بازاری اے۔ ایس کتاب نوں، حافظ دے ناں منسوب کرن وچ میں بڑا جھک دا ہاں پر مجبور۔ شاعر دا ناں بالکل صاف دتا ہویا اے ع

حافظ ناہیں کم مجاز دا، جو کیتا اوس نار　　　ادتھے حافظ برخوردار نوں پیریں رلمل پا

ایہدے علاوہ حافظ دے پنڈ مسلمانی دا ذکر وی ملدا اے۔

اگوں پیلو مونہہ چڑھا بولیا کانگا مسلمانی جا　　　ادتھے حافظ برخوردار نوں پیریں رلمل پا

نرا ایہو نہیں سگوں حافظ نے اپنی ذات ول وی اشارہ کیتا اے۔

جٹ ویری ہویا جٹ دا، پر حافظ کہے سو وار　　　جو دشمن ہوندے عاشقاں لعنت تنہاں ہزار

" جے ایہہ من لیا جاوے کہ حافظ ای ایس قصہ مرزا صاحباں دا مصنف اے تے پھیر ایہہ مننا پوے گا کہ ایہہ جوانی دی یادگار اے۔ اوہدوں قصے کہانیاں پڑھن نوں بدعت نہیں سن جاندے" (ص ۱۰۷-۱۰۸: نکھیڑے)

پاکستان کے مشہور سکالر جناب ممتاز حسن مرحوم مرزا صاحباں ایسی تخلیق کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔ مرحوم اس زمانہ میں حکومت پاکستان کے سیکرٹری مالیات تھے۔ انہی کی خواہش پر پنجابی اکیڈمی کی بنیاد رکھی گئی اور انہی کی سفارش پر، اکیڈمی کو کثیر رقوم دی گئیں تاکہ پنجابی زبان وادب کے وقیع سرمایہ کو سامنے لایا جائے، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر اس سلسلہ میں لکھتے ہیں

" مینوں پہلی بار ایہدے (قصہ مرزا صاحباں) تے کم کرن لئی جناب ممتاز حسن ہوراں آکھیا اوہناں دے خیال وچ برخوردار دی ایہہ وار، پنجابی مزاج، پنجابی رہت بہت، پنجاب دی مردانوی چڑھتل تے پنجابی علم وادب دا بڑا نادر نمونہ ایں، اج ایس وار دا کم مکاون تے اوہناں دیاں ایہناں گلاں دی تصدیق کرنی پیندی اے کہ اوہ ٹھیک آکھدے سن۔" (ص یا دیباچہ مرزا صاحباں)

بلاشبہ یہ بات درست ہے کہ پنجابی رزمیہ شاعری میں مرزا صاحباں ایک کلاسیکی رچنا ہے، مگر حافظ کے بارے میں مسطورہ بالا تحریر سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ وہ تخت ہزارہ میں پیدا ہوئے، گوت رانجھا تھی، سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بُچہ چھٹہ (چیمہ چھٹہ پرگنہ) کے قریبی گاؤں مسلمانی میں آبسے، اس گاؤں کا مزید تعارف حافظ برخوردار ان لفظوں میں کراتے ہیں۔

بُچّے مڈھ ہے کوٹلی، اوہدے کول گراں　　　مسلماناں لوگ آکھدے اوتھے حافظ دی تھاں

(ص ۹۲ شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول)

شریف احمد شرافت نوشاہی کے لکھنے کے موجب کہ یہ بُچہ چھٹہ کے قاضیوں میں سے تھے، (ص ۸: شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول) اس لیے درست نہیں کہ وہ خود کو جٹ نسل رانجھا سے متعلق قرار دیتے ہیں، جٹ دینی علم تو ضرور سیکھتے ہیں، مگر قاضی بننے کے لیے جس علم کی ضرورت ہوتی ہے اس منزل پر کم ہی پہنچتے ہیں۔ یہ بھی درست نہیں کہ وہ بچہ چھٹہ کے باشندے تھے، بلکہ تخت ہزارہ کے جم پل تھے۔ تعلیم سے فارغ ہوکر مسلمانی پنڈ میں آبسے۔ بُچہ چھٹہ کے نزدیک مشرق میں واقع تھا۔ وہ اکثر بچہ چھٹہ اور اس کے گردونواح کے جٹوں کے وہ سخت ناقد تھے۔ ؎

ماہوڑ بیندی آ حافظا! ایہناں جٹیاں نوں قرض بندے　　　جنہاں بھنیاں گھر خدائے دا اتہنوں دلیں کھیہ

(ص ۹۱۔ ایضاً)

اہل دیہہ حافظ برخوردار کی شرعی متشددانہ طبیعت کی وجہ، انہیں پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ حافظ صاحب نے اہل دیہہ کے اسی رویہ کی وجہ سے مسلمانی پنڈ کی تباہی کے لیے بددعا بھی کی ؎

اُچّا پپل جھاٹوان ڈھاپ کھلی لمّا　　　اجڑ جان جے مسلمانیاں حافظ دے کیہ بھا　　　(ص ۹۱۔ ایضاً)

شاید یہی صورتِ حال تھی، جس کی وجہ سے حافظ برخوردار کو مسلمانی پنڈ سے سکونت ترک کر کے علاقہ شاہ پور میں آکر موضع جہان آباد میں مقیم ہو گئے جہاں انہوں نے "فرائض ہندوی" کے نام سے ایک فقہی رسالہ ترتیب دیا جس میں وہ لکھتے ہیں ۔

جُڑے فرائض ہندوی، وچ جہاں آباد — جاں ہویا لطف خدائے دا ، مدد کیتی استاد
فرائض جوڑ مرتب کیتے ، حافظ برخوردار — جاں اک ہزار اکاسی گذرے درہیاں وچ شمار
پچھے ہجرت پاک نبیؐ دے جوڑ فرائض خلاصے — ماہ شوال گیا دن بائی فارغ ہویا عاصی

(ص ۱۰۵ : بکھیڑے)

ہیں دی وطن پنجاب ہے قسمت آندا ٹور — چیمہ چٹھہ پرگنہ ، مضاف صوبہ لاہور
حافظ دے من بہشت ہے کلّر وچ گراؤں — قصبیوں چڑھدے پنڈ ہے مسلمانی ناؤں (ص ورق نمبر ۲۶۷۔ فرائض ہندوی)

معلوم ہوتا ہے کہ کلراٹھی زمین میں واقع جو مسلمانی نام کا گاؤں تھا اسے حافظ صاحب چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ، جہان آباد میں اقامت گزیں ہونے کے باوجود مسلمانی کی یاد کو دل سے نکال نہ سکے ، حالانکہ یہ گاؤں ایسی زمین میں تھا جو کلّر زدہ تھی ، جہان آباد ہی میں "فرائض ہندوی" ۲۲ شوال ۱۰۸۱ھ/۴ مارچ ۱۶۷۱ء میں مکمل کی گئی ۔

معلوم ہوتا ہے کہ حافظ برخوردار مسلمانی پنڈ میں واپس آ گئے کیونکہ میاں بیوی کی قبریں وہیں موجود ہیں ۔ اسی علاقہ میں موضع بچہ چٹھہ سے جانب آٹھ نو میل کے سے متاثر تھے یہی وجہ ہے کہ حافظ برخوردار نے ، اپنی اس تخلیق کا سالِ تصنیف نہیں دیا ، مگر میاں جان محمد درک ، مرزا صاحباں کا سالِ تصنیف یوں بیان کرتے ہیں ۔

یاراں سے چھ ورہیاں ہجرت سن پچھان — ایہہ قصہ صاحباں کھرل دا حافظ لکھیا جان

گویا ۱۱۰۶ھ/۹۵/۱۶۹۴ء میں قصہ مرزا صاحباں پایۂ تکمیل کو پہنچا ۔

حافظ برخوردار کی تمام رچنائیں مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف تین تخلیقات میں لکھنے کا سال دیا ہے جو حسبِ ذیل ہے ۔

۱۔ فرائض ہندوی ۲۲ شوال ۱۰۸۱ھ/۴ مارچ ۱۶۷۱ء

۲۔ یوسفؑ زلیخا ۱۰۹۰ / ۱۶۷۹

قصہ جوڑ مرتب کیتا برخوردار وچارے — جاں نوے سال ہزارے اُتے کامل گذرے سارے
ہیں نیناں دے نال پُرتے چُن چُن دُر یگانے — تاں ایہہ ہار مرتب ہویا ، عالمگیر زمانے

۳۔ مرزا صاحباں ۱۱۰۶ھ/ ۹۴-۱۶۹۵ء

ایک تو یہ بات واضح ہو گئی کہ پہلے قصہ یوسفؑ زلیخا تخلیق کیا چار سال بعد ۹۴-۱۶۹۵ میں قصہ مرزا صاحباں کی رچنا کی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان فقہی شاعری سے متاثر ہو کر چیمہ چٹھہ پرگنہ کے کاردار میرزا جعفر بیگ ان پر بہت خوش تھا اسی وجہ سے اس نے حافظ برخوردار کو انعام و اکرام سے نوازا

آپ صاحب اولاد تھے ، چنانچہ میاں جان محمد سکنہ لوہرے لکھتے ہیں کہ قصہ مرزا صاحباں کو آپ کے پوتے نے شائع کیا جو سفر کرتا ہوا کسی جنگل میں گم ہو گیا ۔
(ص ۹۷ : شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول)
مگر یہ درست نہیں ، جیسا کہ شریف اور شرافت نوشاہی لکھتے ہیں کہ سید وارث شاہ چشتی بن سید قطب شاہ ، حافظ برخوردار کے شاگردوں میں سے تھے (ص ۹۷ : ایضاً) سید وارث شاہ حافظ برخوردار کی وفات کے کئی سال بعد ۱۷۲۰ء میں پیدا ہوئے ۔ (سید وارث شاہ دی جیون کتھا)

ابھی تک کوئی ایسی بیاض دستیاب نہیں ہوئی ، جس سے آپ کی وفات کا پتہ چل سکے لیکن میاں جان محمد کی اطلاع کے مطابق قصہ مرزا صاحباں ۱۶۹۴ء/۹۵ میں لکھا گیا ۔ یہ یقینی بات کہ اورنگ زیب کا پورا عہد (۱۷۰۷ء) انہوں نے دیکھا ۔ البتہ مسلمانی پنڈ کے "رکڑ" میں دونوں میاں بیوی کی قبریں موجود ہیں آپ کی زوجہ کا اسم گرامی بی بی ماہنی تھا ۔

پہلے صرف قبریں تھیں، چوہدری سردار احمد تحصیل دار لاہور نے ۱۹۶۵ء میں دونوں قبریں پختہ کرا دیں، گرد چار دیواری بھی تعمیر کر کے اسے محفوظ بنا دیا۔ ساتھ ہی ایک کمرہ بھی تعمیر کر دیا تاکہ کوئی مجاور وہاں رہ سکے۔ پانی کے لیے نلکا بھی لگوا دیا ہر سال ماہ جیٹھ میں اب باقاعدگی سے عرس بھی منعقد ہونا شروع ہو گیا ہے۔

دوسری یقینی بات یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گی کہ سسی پنوں کا قصہ جس کے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہیں وہ بھی حافظ برخوردار ساکنہ مسلمانی پنڈ کی رچنا ہیں۔

خالق خلقت ساز کے کیڈ اٹھایا بھار   پیدا کیتا نور تھیں، تدھ خاص محمد یار
اوہ ناز اُٹھائے کُل دے، خالق رب غفار   کم نہیں تیرا حافظا! قدر داکریں وچار

سسی پنوں ہوت دی شاعر کہہ کہہ گل گئے   اساں کتھے شاہ مراد دے بیت تازہ کن پئے
میرا نفس جو آیا غیر تے اساں دل تے گھت لئے   پر اسیں وی ردھے نفس دے لج ریت خیال پئے

ہمیں یہ اقرار اس لیے کرنا پڑا کہ اس قصہ کے تیسرے شعر میں شاہ مراد کا نام آیا ہے، جن حضرات نے اسے شاہ مراد خان پوری (متوفی ۱۷۰۲ء) کی تخلیق قرار دیا ہے درست نہیں مسلمانی پنڈ کے نزدیک ہی مشہور گاؤں موضع گھنیاں دھوتھڑاں ہے شاہ مراد مصنف سسی پنوں یہیں کے رہنے والے تھے۔ اسی علاقہ میں دھوتھڑوں کے چند گاؤں اور بھی ہیں اس کے قلمی نسخے اس علاقہ کے مباانوں کے ہاں اب بھی مل جاتے ہیں ممکن ہے کہ قصہ مطبوعہ شکل میں بھی ہو۔ پنجاب کے دوسرے دیہات کی طرح، مسلمانی پنڈ کے گرد و نواح کے دیہات میں شعر و شاعری کی روایت مضبوط دکھائی دیتی ہے حافظ برخوردار نے وہی بحر اور بہت حد تک انداز بھی وہی اختیار کیا ہے جو شاہ مراد ساکنہ گھنیاں دھوتڑاں نے اپنایا (ص ۱۲۷: سسی ہاشم) پروفیسر ڈاکٹر ہرنام سنگھ کی بات درست معلوم نہیں ہوتی کہ پنجابی زبان میں حافظ برخوردار ای نے یہ قصہ لکھا۔ حالانکہ حافظ کے مسطورہ بالا اشعار میں یہ مصرعہ بھی شامل ہے ع سسّی پنوں ہوت دی شاعر کہہ کہہ گل گئے۔ یعنی قصہ سسی پنوں کی بات کئی اور شاعروں نے بھی کی ہے کیونکہ، حافظ صاحب نے تعلیم سیالکوٹ سے حاصل کی سیالکوٹ شہر اور شمال مشرقی حصہ میں ڈوگری زبان کے گہرے اثرات موجود ہیں مثلاً کنیا، ہتیا، بدھ، جوتکی (جوتشی) پُتنک پُران، مائی چند پروانہ پوے، ساکھی سوکرتار، انیا، رتھوردت، جونت، دہنسر، بچپے آپ گھنڈائیں گندلاں، ویدتی: آیورو وید کے مطابق علاج۔

ان الفاظ کی موجودگی جہاں حافظ کی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اس نے سیالکوٹ کے علمائے سے تعلیم حاصل کی۔ وہیں معلوم ہوتا ہے، شاعری کا غیر معمولی جوہر ان میں موجود تھا، تعلیم سے فراغت کے بعد شاعری کا آغاز کر دیا ہو اور شاعری میں ان کی شاید پہلی تخلیق یہی ہو۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ مرزا صاحباں ان کی آخری عمر کی تخلیق ہے کیونکہ ان کے جیون کی تاریخی تقسیم یوں بنتی ہے۔

پیدائش ۱۶۳۰   یوسف زلیخا ۱۶۶۹   فرائض ہندی ۴ مارچ ۱۶۷۱   مرزا صاحباں ۹۴-۱۶۹۵

۱۶۳۰ء سے لے کر ۱۶۶۹ء تک ۳۹ سال کا گھپ نظر آتا ہے، مگر کوئی وجہ نہیں تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے مشہور فقہی مسئلوں کو منظوم کیا یہ کام اسی زمانہ میں کیا گیا، جو فرائض ہندی لکھتا ہے وہ اور شرعی قصے اور کتابیں کیوں نہیں تخلیق کرے گا۔ اس لیے، ان کے اس کلام میں قادر الکلامی، ان کی بدیعی گوئی اور فقہی مسائل سے واقفیت ہمارے خیال کی بہت حد تک تائید کرتی ہے۔ ہوسکتا ہے دوسری بارہ انواع انہیں کی تالیف ہو

قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ بہرحال قصہ یوسفؑ زلیخا کے بعد کی رچنا ہے، کیونکہ اس میں حافظ صاحب برملا کہتے ہیں ؎

برکت ایس قصیدے دی اس رانجھے برخوردارے   نال ایمانے دے پہنچائیں حضرت دی سرکارے
اوہ مداح ہے عربی اندر، ہیں مداح پنجابی   اُس نوں درجہ ڈھیا وزیری، مینوں قرب نوابی   ورق ۳۳ الف مجموعہ پنجابی وظیفہ جات مترجم

مکمل دیباچہ حسب ذیل ہے

اول حمد الٰہی پچھوں لکھ درود الائیں   فضل قصیدہ بُردہ دا میں تینوں آکھ سنائیں
شرف الدین محمد ناؤں، مصنف ایس قصیدے   بوصر، قریہ ملک مصر وچ آہا وطن سعیدے

کرے مصنف ایہہ روایت جس قصیدہ کہیا   زحمت سی ادھرنگ ہوئی سی، کموں کاجوں رہیا
جیوں جیوں دارو کردا ساں میں زحمت تویں وَدھیری   خویش قبیلہ رودن لگے ویکھ کے حالت میری
کیتے مدح وسیلہ سروَرؐ، دور ہووے بیماری   تا پھر خیر ہوئی اس دردوں کیتی نبیؐ ستاری
عجز نیاز کیتے نبیؐ ول، مدح کہاں میں کافی   سبھ علاجاں کولوں مینوں، ایہو ہوسی شافی
کیتا تم قصیدہ جد میں پڑھیا میں کر زاری   کیتے مدح وسیلہ سروَرؐ، دور ہووے بیماری
سُتا میں وچ خوابے اندر، زیارت سروَرؐ ہوئی   پھیرن ہتھ جثے میرے تے، بہت کرن دلجوئی
جُثہ چنگا اووَیں ہویا، دل وچ نور تجلے   بہت خزانے بھیتاں والے گویا بدھے پلے
فجرے صالح ہوتے سوالی، مدح نبیؐ دے سانوں   پچھیا میں اس صالح کولوں دسیا کس تسانوں
صالح آکھن وچ دربار نبیؐ دے راتیں اوتھے آہے   حضرت سُن کے ہوتے شگفتہ حالت اندر آہے
جیوں کر وگے باد بہاری شاخاں خوب ہلائیں   پڑھنے اس دے کولوں حافظ ہوون دُور بلائیں
کر کے نقل قصیدہ سارا دِتا صالح تائیں   ہر ہر جاگہ ایس قصیدے لکھن پڑھن تدائیں
ایہہ گل پُہتی ساری جاء بہاؤالدین وزیرے   شاہ مصر جو ملک ظاہر سی وڈا وچ تدبیرے
کر کے نقل وزیر منگایا، منت کر کے چاہاں   ہتھ بنھ سر پیراں تھیں ننگا، سنیس کھڑا تداہاں
کیتی قسم وزیر تداہاں، جد میں سناں قصیدے   ایسے طور سنیساں اُس نوں کامل فضل نبیؐ دے
اندر باہر ایہہ قصیدہ اس نے یاد کرایا   دین دُنی دے مطلب اس دے، اس دے کولوں پایا
سعدالدین فارابی صالح نوکر آہا وزیرے   درد اکھیں تھیں انھا ہویا، عاجز کیتا پیڑے
ایہی زاری کر کر رُنا پاک محمدؐ اگے   مدت پچھوں شفقت کر کے اس نوں آکھن لگے
ایہہ فارابی اول پڑھ کے، پچھوں اس قصیدے   اکھیں اُتے رکھ تداہاں، روشن ہوسن دیدے
جاء وزیرے تھیں قصیدہ پڑھ کے چُمّے نال عقیدے   اووَیں نور اکھیں وچ آیا روشن ہوتے دیدے
جس مومن نوں مشکل ہووے دین دُنی دی کوئی   پڑھسی ایس قصیدے تائیں آساں ہوسی سوئی
چور نہ پوسی، اگ نہ لگسی، جتھے ہوسی بُردہ   پڑھنے والے اس دے تائیں مولیٰ کج سی پردہ
کاتب پڑھنے سننے والے، سبھ مداح نبیؐ دے   دل دا مطلب حاصل ہوسی جے کر صدق عقیدے
برکت ایس قصیدے دے راہیں رانجھے برخوردارے   نال ایمان دے پہنچائیں حضرتؐ دی سرکارے
اوہ مداح ہے عربی اندر میں مداح پنجابی   اس نوں درجہ ڈھیا وزیری مینوں قُرب نوابی

اصل میں ناموں کی یکسانیت اور تحقیقی رجحانات اور مادہ کی کمی سے ہم سہل انگاری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہماری دانست میں اس گئے گذرے عہد میں بھی جیسا ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری پر درد انداز میں لکھتے ہیں کہ علماء کے گھرانوں میں اب بھی بہت کچھ موجود ہے جسے پڑھ کے موجود اوراق سے راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہماری دانست میں مغلوں کے اس عہد میں پہلا حافظ برخوردار یہی ہے۔ جن کی شہرت سے متاثر ہو کر لوگوں نے اس عہد میں نومولودوں کو اس نام سے معنون کیا مگر کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت جلد بازی سے کام لینا، راہنمایانہ کردار ادا کرنے کے مترادف نہیں پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری لاہو کے ایک

اور برخوردار کا بھی تذکرہ کرتے ہوئے انہیں بھی اسی حافظ برخوردار سے ملا دیتے ہیں وہ اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں کہ

مولوی محمد اشرف بن محمد مرید اورنگ زیب دے سمے شاہدرہ لاہور وچ ایک بہت وڈے عالمِ دین ہوئے نیں جنہاں ڈھیر ساریاں علمی تے معتبر کتاباں لکھیاں، ایہناں کتاباں وچوں تحفۃ الحسینی فقہ حنفی دی اک مشہور کتاب اے جہیدے قلمی نسخے پرانیاں علمی خانوادیاں دے گھریں مل جاندے نیں ایہدے وچ حافظ برخوردار ہوراں دی شاگردی دا اعتراف ٹرے مان نال ایس طرح کر دے نیں

"قالی استاذی حضرت میاں برخوردار وقریب او تقریب کلمہ شہادت بیانگِ بلند بخوانند"

ایس سطر وچ اوہناں حافظ برخوردار ہوراں دے ناں نوں بطور سند پیش کیتا اے (ص ۳۰ چھ ماہی کھوج ۔جنوری تا جون ۱۹۸۱ء)

حالانکہ نام کے ساتھ حافظ برخوردار کی بجائے میاں برخوردار لکھا ہے جو یقیناً ارائیں تھے، لاہور کے تھے اور لاہور کے ارائیوں میں علمی مسندوں کا تذکرہ قدیم سے ملتا ہے جو ارائیں اہلِ علم نے بچھائی تھیں، چنانچہ شریف احمد شرافت نوشاہی رقمطراز ہیں

۲۔ میاں برخوردار لاہوری یہ میاں دولت علی کے استاد تھے، انہوں نے نور نامہ پنجابی رمضان ۱۰۲۴ھ میں ختم کیا اس نے اپنے استاد کے بارے میں لکھا ہے

میاں برخوردار لاہوری

اک استاد لاہور وچ میاں برخودار جس علم پڑھایا ارث، جو آہا یاد بکار (ص ۱۸۶ شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول)

اس سے یوں اندازہ ہوتا ہے، لاہور والے میاں برخوردار اور تھے ایک تو وہ حافظ نہیں تھے ورنہ نام کے ساتھ حافظ ضرور لکھا جاتا ہے ان کے شاگرد میاں دولت علی ۱۶۱۵ء میں نور نامہ کا ترجمہ کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کی پیدائش حافظ برخوردار سکنہ مسلمانی پنڈ سے بہت پہلے ہوئی، جن کا سالِ پیدائش ۱۶۲۰ء بیان کیا جاتا ہے تیسری بات یہ کہ مولوی محمد اشرف بن محمد مرید کے استاد یقیناً یہی میاں برخوردار تھے، حافظ برخوردار نہیں۔ حافظ آباد میں ہمارے ایک دوست حکیم قاضی محمد عالم چشتی مقیم تھے وہ میاں محمد الدین دلاوری کے نواسہ تھے ان کے پاس کتابوں کا وسیع ذخیرہ کتب موجود تھا انہی کتابوں میں اسی علاقہ کے مشہور شاعر، خطاط اور نقاد محمد حسین بن امیر بخش بن قاضی عظیم الدین سکنہ کاجر گولہ ضلع حافظ آباد کی تصنیف مجمع الصنائع، نوشتہ ۷ جمادی الاول ۱۲۷۰ھ بھی تھی۔ اس میں محمد حسین متوفی ۱۸۱۰ء نے حافظ برخوردار کے بارے میں لکھا ہے۔

روزے حافظ شاکر اللہ مفتی، بچہ چھٹہ، کہ در عرف کلگو بود۔ حافظ برخوردار متوطن موضع مسلمانی کہ در عرف کلال بود، ہر دو مرحوم باہم سخن میکردند مفتی مذکور از کسے سخن رنجیدہ گفت کہ تو آخر کلال ہستی، حافظ بہ آہستگی جواب داد، فرق زبر و پیش درمیان ما و شما، بیش نیست غرض آنکہ اورا معلوم کنانید یعنی کہ تو ہم کلال ہستی (حاشیہ ورق ۳۲ مجمع الصنائع قلمی مذکورہ بالا)

ایک حافظ شاکر اللہ مفتی بچہ چھٹہ جن کا عرف کلگو تھا اور حافظ برخوردار عرف کلال سکنہ موضع مسلمانی ایک روز دورانِ گفتگو کسی معاملہ میں رنجیدہ ہو کر مفتی شاکر اللہ نے حافظ برخوردار سے کہا کہ تم آخر کلال ہی نکلے! جس پر حافظ برخوردار اسی وقت گویا ہوئے اور کہا کہ ہم دونوں کلال ہیں میرے اور آپ کے درمیان صرف زبر اور پیش کا فرق ہے میں کلال (کمہار) ہوں اور آپ کُلال (شراب کشید کر کے فروخت کرنے والے) ہیں۔

اس حوالہ نے کئی در وا کر دیئے ہیں کہ حافظ برخوردار رہنے والے تو تخت ہزارہ تحصیل بھلوال کے تھے، کیونکہ وہ بستی رانجھوں کی ہے اس سبب خود کو رانجھا کہتے رہے حالانکہ ان کے خاندان کا پیشہ ظروف سازی تھا اور نہ ہی ان کا خاندانی تعلق کسی بھی قاضی قبیلہ سے تھا۔

دوسری بات یہ کہ وہ بچہ چھٹہ میں کبھی بھی عہدۂ مفتی پر متمکن نہیں رہے، بلکہ ان کے زمانہ میں وہاں مفتی کے شعبہ کے انچارج شکر اللہ کُلال تھے۔

تیسری اور آخری بات یہ ہے بحیثیت شاعر، ان کی عزت و آبرو ان کے عہد ہی میں شروع ہوگئی، چنانچہ حافظ برخوردار رابع (چوتھے) نے جب قصہ یوسف زلیخا ۱۱۹۰ھ میں تصنیف کی تو اس میں انہیں اس عہد کے دوسرے شاعروں کی طرح حسبِ ذیل اشعار میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

نامے تیلی، جھتے بیلی بہٹن لا پواڑا ـــ جد سگھڑ سیانے پچھن آئے لازم ہویا وچارا
وارث، ورتے شعری اندر مُقبل مُقبل ایہائی ـــ فرد چنگا وچ بہتی جائیں، ایس نہ پیٹھ وکھائی
دیکھ صدیق لالی شعراں دی مجلس اندر آیا ـــ سُن کے سخن حقیقت اس دے کسے نہ مول بھُلایا
حافظ برخوردارے وانگو شعرے وچ نہ ثانی ـــ جس راضی کیتا عالم سارا چنگی کر مہمانی
کھوٹا کھرا پچھانن سوئی جنہاں نظر صرافی ـــ موتی منکے، جو اِک جانن جھوٹے مالس لافی
حافظ برخوردارے رانجھے چن چُن ہار پرویا ـــ دانش منداں اگے اُس نے تحفہ کرکے ڈھویا

(ص ۶۷ قصہ یوسف زلیخا کلاں پنجابی درطبع مصطفائی طبع گردیذ لاہو، ۱۳۰۷ھ)

اس کے بعد نظر مولا، میاں جان محمد لوپردی، احمد یار مرالوی، میاں محمد دین ڈلادری، میاں محمد بخش صاحب، مولوی دلپذیر نے حافظ برخوردار اول کے بارے اپنی رائے کا شعروں میں اظہار کرکے جہاں ان کی اہلیت کو تسلیم کیا وہیں ان کا شعری تنقیدی جائزہ پیش کرکے پنجابی پرکھ کی بنیاد رکھی۔

حافظ برخوردار ثانی

جس بزرگ نے خود کو برخوردار ثانی قرار دیا ہے۔ وہ اپنی کتاب جنگ نامہ امام حسینؓ میں اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ایہہ جنگ نامہ جوڑیا ثانی برخودار ـــ سُن کے مومن ظلم ایہہ ہنجھوں رُدون زار (ص ۸۵: جنگ نامہ امام حسینؓ)

اس بات کا پنجابی زبان کا ہر طالب علم آگاہ ہے کہ پنجابی شاعری میں جس قدر بھی مثنویات، جنگ نامے یا داستانیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں ہر چھوٹے بڑے شاعر نے اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات فراہم کردی ہیں کہ وہ کہاں پیدا ہوئے، ان کے بزرگوں اور اساتذہ کے اسمائے گرامی کیا تھے اور متعلقہ کتاب کب تخلیق کی گئی یا پھر کتاب کے آخر میں موجود ترقیمہ میں کاتب حضرات کتابت کی تاریخ کے ساتھ شاعر کے بارے میں بھی ایسی معلومات فراہم کرنا ضروری جانتے، جس سے قارئین مصنف اور کتاب کا عہد متعین کرسکیں۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے تخلیق کی زبان، لہجہ، الفاظ کا بے محابہ استعمال ذرا سی محنت کے بعد نشاندہی کردیتا ہے کہ متعلقہ کتاب کب لکھی گئی، شاعر کہاں کے تھے۔ بسا اوقات کتاب کے رسم الخط سے بھی شاعر کا عہد معلوم ہوجاتا ہے، استعمال ہونے والے الفاظ بھی معاون ہوسکتے ہیں۔ حافظ برخوردار اول کے بارے میں جس قدر دستیاب مطبوعہ، غیر مطبوعہ کتابوں میں ان کے بارے میں معلومات تھیں ان کا تفصیلی ویروا دینے کی کوشش کی گئی ہے جس سے ان کے عہد، ان کے آثار و تراجم اور تصانیف کے بارے میں بخوبی مدد مل سکتی ہے۔ حافظ برخوردار ثانی نے خود کو برخوردار ثانی کہہ کر اس سلسلہ میں یہ راہنمائی تو ضرور کردی ہے کہ وہ حافظ برخوردار اول جو جہانگیری عہد (۱۶۰۵ - ۱۶۲۸) میں ۱۰۳۰ھ/ ۲۱-۱۶۲۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے حافظ برخوردار اول سے چھوٹے ہیں، لیکن تاحال ایسی کوئی شہادت سامنے نہیں آئی جو ان کا سال پیدائش متعین کرنے میں معاونت کرے جنگ نامہ میں موجود حسبِ ذیل اشعار ان کے بارے میں یہ ضرور نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی پیدائش کس علاقہ میں ہوئی وہ اشعار جنگ نامہ میں یوں موجود ہیں ؎

ہر رات جمعہ نوں آدے ستّر ہزار ہور ـــ راتیں ہنجھو وٹینے، دینھ نوں جاون چھوڑ (ص ۷۵: جنگ نامہ)
حضرت ہنجھو ویٹے آ، پچھے شیرؑ خُدا ـــ کیہا قصہ وحی دا، رووے شیر خُدا (ص ۸۴: ایضاً)
گھر تھیں باہر جاۓ کے، آئے پچھے دیر ـــ غبار آلود شکل کُل، ہنجھوں ویٹن زیر (ص ۷۷: ایضاً)
کوزہ لیا حسینؑ نے پانی زمیں ویٹاء ـــ مٹی پانی جوش دے، کلر شور جو ہاۓ (ص ۹۸: ایضاً)
کھبّا ہتھ دی کٹیا، دنداں مشک پھڑی ـــ تیر لگّا پھر مشک نوں، ساری ویٹ پڑی (ص ۱۶۸: ایضاً)

ایک چھوٹے سے جنگ نامہ میں ''وٹہن'' لفظ کا پانچ بار استعمال یہ باور کرنے میں مجبور کرتا ہے کہ شاعر نے اس علاقہ میں آنکھ کھولی جہاں یہ لفظ عام استعمال ہوتا ہے پنجابی زبان میں اس لفظ کے معانی رُڑھن، روڑھن، ڈھلن، وگّن، وگاون یعنی پانی ہو، آنسو ہوں یا کوئی اور مائع چیز، اس کے بہنے، بہانے کو وٹہن کہا جاتا ہے اگر یہ معلوم ہوجائے کہ وٹہن کس علاقہ میں روزمرہ کے استعمال میں آتا ہے، جہاں چھوٹے بڑے اس کے استعمال سے آگاہ ہوں اور بے تکلف اسے استعمال میں لاتے ہوں، تو اس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ حافظ برخوردار کس علاقہ میں پیدا ہوئے۔

ہمارے سروے کے مطابق، تھانہ بھوانہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ میں محمدی شریف سے لے کر ٹھٹھہ محمد شاہ تحصیل و ضلع جھنگ۔ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں وٹہن عام بول چال کا حصہ ہے پنجاب کا دوسرا کوئی اور علاقہ ایسا دکھائی نہیں دیتا جہاں یہ لفظ عام بول چال کا حصہ ہو اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ برخوردار ثانی اس علاقہ میں پیدا نہ ہوئے ہوں۔ اس علاقہ میں موجود قبرستانوں میں ایسی کئی قبریں بھی دیکھنے میں آئی ہیں جن پر حافظ برخوردار کی تختی لگی ہوئی ہے، اس علاقہ میں ایک گاؤں کا نام بھی برخوردار ہے جہاں حافظ برخوردار کے نام سے ایک بڑے درویش کا مدفن ہے اور ان کا اسمِ گرامی بھی حافظ برخوردار ہی تھا۔ اس لیے قیاس کی بنیاد پر نہیں بلکہ یقین کی حد تک اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حافظ برخوردار ثانی اسی علاقہ کے کسی گاؤں میں پیدا ہوئے، کیونکہ یہ علاقہ دریائے چناب کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اس لیے اس میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جو چلنے والے گہرے پانیوں سے اثر پذیر الفاظ کہلانے کے مستحق ہیں، جنگ نامہ میں یہ شعر بھی موجود ہے۔

دین ونجایوئی دُنی تے دنیا ہتھ نہ آئے　　دونویں دکھر لوڑ کے دوزخ ہوئی جائے　　(ص ۱۰۳ جنگ نامہ)

اس شعر میں لوڑن اور دکھر کا استعمال اور معانی اسی علاقہ سے مختص ہیں ایک اور شعر میں وہ اپنے بارے میں یوں اطلاع دیتے ہیں ؎

حاصل اس کلام دا، ملاں برخوردار　　آکھ سنائے ہے مومناں، ہنجھوں روون زار　　(ص ۱۸۹ ایضاً)

اس سلسلہ میں وہ اپنی ذات یا پیشہ کی بات کر کے اپنے بارے میں مزید وضاحت یوں کر دیتے ہیں ؎

رانجھے برخوردار دی محنت پوے قبول　　اللہ دا دیدار ہووس شفاعت پاک رسولؐ

گویا برخوردار ثانی بھی رانجھا گوت سے متعلق تھے اب ان کی شناخت مُلاّں برخوردار رانجھا سے ہوئی ہے جو یقیناً اس علاقہ میں دینی تعلیم بھی دیتے ہوں گے۔ پیش نماز بھی تھے اور مذہب کے بارے میں معلومات بھی رکھتے تھے اور اس کی عوام کو آگاہی بھی بخشتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہیں لوگ بھی مُلاّں سے ملقب کرتے اور وہ خود بھی اس لاحقے کو اپنے نام کا حصہ بناتے ہیں۔ ملاں برخوردار رانجھا ثانی، ان کا مکمل تعارف ہے۔ اس جنگ نامہ میں حافظ کا تخلص استعمال نہیں ہوا۔ اسی جنگ نامہ میں مُلاّں برخوردار رانجھا ثانی، میں حسبِ ذیل اشعار بھی ملتے ہیں ؎

ہو شرمندہ یار نے لکھیا خط یزید　　زہر کھواہم تن وار، ہویا نہ اثر پدید　　(ص ۹۱ : ایضاً)
عنبر خالص ہتھ، ہویم ہیں قُربان　　لے کے عنبر آکھدے، ہو تو مسلمان
کلمہ پڑھیم نبیؐ دا ہویم مسلمان　　ہُن تک مسلمان ہاں دِل تھیں ایہہ بیان　　(ص ۱۹۲ : ایضاً)
سید زادہ آکھدا تدھ کیتم اس معاف　　ہن نہ ماراں ایس نوں، کڈھ شمشیر غلاف　　(ص ۲۰۹ : ایضاً)
توں نہ مینوں بخش سیں ہیں دل خطرہ آئے　　پاک نبی دے قول تھیں جا کیتم جائے　　(ص ۱۱۲ : ایضاً)

کھواہم، ہویم، پڑھیم اور کیتم کے رنگ میں ماضی مطلق کا استعمال کسی خاص علاقہ کے لیے مختص نہیں ہیں میاں محمد بخش صاحب مرحوم نے سیف الملوک اور اپنی دوسری تخلیقات میں ماضی مطلق کے اس ڈھنگ میں استعمال کو بڑے سلیقہ سے استعمال کیا ہے جو شمالی پنجاب میں پیدا ہوئے، وہیں پڑھے لکھے، وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے، جنوبی پنجاب میں ماضی مطلق کو اسی انداز میں استعمال میں لایا گیا ہے اور جھنگ میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا جو پنجابی زبان کا مرکزی لہجہ ہے۔

حافظ برخوردار ابن چوہدری خان محمدؒ

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ حافظ برخوردار بن چوہدری خان محمد بن چوہدری ابدال احمد کے ہاں علاقہ سدھیریاں والا میں ۱۰۴۱ھ میں پیدا ہوئے۔ مگر بچپن ہی میں قلعہ کنگراں علاقہ بھلوز میں اپنی خالہ کے ہاں پہنچ گئے۔ وہیں تعلیم حاصل کی اور وہیں ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی، مؤلف لکھتے ہیں کہ شاہ دولہ دریائی گجراتی انہیں اسی جگہ ملنے آئے۔ اپنے استاد محمد موسیٰ کی وفات کے بعد ان کے مدرسہ کو چلاتے رہے۔ اس مدرسہ میں ۱۰۶۶ھ میں سید بلھے شاہ نے بھی درس دیا۔ حافظ برخوردار کے زہد و اتقاء کی وجہ سے اس علاقہ میں رجوکہ، جبہ، کوکہ اور چڈھر وغیرہ اقوام حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ میاں حسام الدین اس علاقہ میں ایک اہم بزرگ گذرے ہیں جو انہیں کے علاقہ میں سے تھے۔ ہنجرا قوم انہیں کی اولاد میں سے ہے۔ موضع برخوردار انہیں کے نام پر آباد ہے، جہاں ان کے مزار پر محرم الحرام کے پہلے عشرہ میں ان کا عرس منعقد ہوتا ہے (ص ۱۳۷-۱۲۹ : تذکرہ اولیائے جھنگ) سید بلھے شاہ کا وہاں ۱۰۶۶ھ میں درس دینا اس لیے درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ سید بلھے شاہ ۱۰۶۶ھ کے کئی سال بعد ۱۰۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ سر ڈنزل اِبٹسن اور ایچ اے روز پنجاب کی گوتوں قاموس میں رانجھا نسل کی کسی شاخ میں ہنجرا گوت کے وجود سے انکار کرتے ہیں اس لیے یہ بلا برخوردار رانجھا سے مختلف شخصیت ہیں اس لیے برخوردار رانجھا ثانی نامی شاعر کی تحقیق ابھی کرنا ہوگا کہ وہ کہاں پیدا ہوئے، وفات کہاں پائی۔

فاضل پروفیسر ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری، اسی جنگ نامہ کے مؤلف ہیں اس ہی وہ ایک اور قلمی نسخے کے حوالہ سے رقمطراز ہیں : جنگ نامہ امام حُسینؓ الموسوم فتح نامہ امام حسین: جنگ دے اوہ واقعات جیہڑے قصے جنگ نامہ وچ رہ گئے سن اوہ شامل کیتے، خاص کر کے امام محمد بن حنفیہ دی تفصیلی لڑائی دے حالات، اس نسخے وچ حافظ لکھدا اے :

جنگے دا کل قصہ سارا اگے لکھ وکھایا ۔۔۔ فتح نامہ میں آخر قصہ کر تقریر سنایا
ہیں فتح نامہ دا قصہ حافظ دوجی وار سنائیں ۔۔۔ اوہ دن پچھے ہن خوش خبری دوجی وار بتائیں

(ص ۳۹ : چھ ماہی کھوج، لاہور، جنوری تا جون ۱۹۸۱ء)

دوسرے جنگ نامہ میں اگر پہلے جنگ نامہ میں استعمال ہونے والے الفاظ ہوں، تو یقیناً یہ بھی برخوردار ثانی کی تصنیف ہے، اگر الفاظ و بیان میں مماثلت کی بجائے بعد و فرق ہے تو کسی دوسرے برخوردار کی تخلیق ہے، جن کے جنگ نامہ حصہ اول کو ابھی تلاشنا ہوگا۔ اگر زبان و بیان میں یکسانیت ہو تو مطالعہ کے بعد یقیناً ہم برخوردار ثانی کی تلاش کے اور قریب پہنچ جائیں گے، جب تک ان کی جنم بھومی، پیدائش، وفات اور خاندان کے بارے میں تمام تفصیلات سے آگاہی نہیں ملتی اس سلسلہ میں اب تک ہونے والی تحقیق کو ادھورہ ہی خیال کرنا پڑے گا۔

حافظ برخوردار تیسرا

احمد یار مرالوی نے اپنی یوسف زلیخا میں تسلیم کیا ہے کہ دوسرا حافظ برخوردار چٹی والا ہیں جو جیمہ جھٹہ پرگنہ والے حافظ برخوردار سے زہد و اتقاء میں اور علم و دانش میں بھی بڑھ کر تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں ؎

حافظ برخوردار جو آہا رانجھا چٹّی والا ۔۔۔ اُس تے وی فیضان الٰہی علم فضل وچ بالا (ص ۲۲۴ : احسن القصص۔ احمد یار)

گویا چٹی والا حافظ برخوردار علم فضل وچ بالا سے یہی مراد ہے کہ وہ حافظ برخوردار سکنہ مسلمانی پنڈ سے علم و فضل میں بڑھ کر ہیں۔

میاں محمد بخش صاحب مصنف سیف الملوک بھی دوسرے حافظ برخوردار کو چٹی ہی کا قرار دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں ؎

رانجھا برخوردار مصنف، گورجہاں دی چٹّی ۔۔۔ ہر بول اوہناں دا مٹھا جیوں مصری دی کھٹّی (قصہ سیف الملوک)

لیکن باوا بُدھ سنگھ اول تو ایک سے زیادہ برخورداروں کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی چٹی میں کسی اور برخوردار کی قبر کو تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ بحیثیت انجینئر، محکمہ انہار کئی بار

ہیڈ مرالہ میں گئے بھی ہوں گے اور سفر کی تمام سہولتوں سے متمتع بھی تھے۔ موضع چٹی عدالت گڑھ تحصیل وضلع سیالکوٹ سے جانب شمال واقع اولاد فرید شکر گنج کا بسایا ہوا گاؤں ہے۔ اس کے وسیع وعریض قبرستان میں جو گاؤں سے جنوب مشرق میں واقع ہے اس میں حافظ برخوردار کی قبر موجود ہے۔ اس قبر سے کئی کرامتیں منسوب ہیں، واقعی وہ اللہ والے بزرگ تھے۔ میں پہلی بار اس قبرستان میں ۱۹۸۶ء میں حاضر ہوا، قبر پر ایک بیری کا سایہ دار درخت موجود ہے جو قبر پر سایہ فگن ہے۔

یہ حافظ برخوردار یہیں پیدا ہوئے، یہیں وفات پائی وہ سیالکوٹ ہی میں پڑھے، چنانچہ سیالکوٹ کے علمی مقام کا تذکرہ حسب ذیل اشعار میں کرتے ہیں۔

اللہ شہر سیالکوٹ آہا فضل آباد — ہر خانے دارالفضل سی علموں فضل آباد
کیسے وانگوں قافلے طالب علماں آ — . . . .
ہر جا درس کتاب فضیلت، ہر جائے تکرار — ہر جا سیر مسائل کتب ہر جائے گلزار
ہر مسجد ذکر تے شغل تلاوت قرآن تے اوراد — ہر گھر صورت خضر ہے زیارت کر توں شاد
ایہہ دُوا بخارا فضل وچ ظاہر باطن آ — ایہہ معنے عالم جانتے، عامی کیہہ دل لا
وچ ولایت اوہ بخارا، وِچ پنجابے ایہہ — جو منکر اس دے فضل تھیں اس دے سر تے کھیہ
ایہہ چشماں شیریں علم دا، جو آوے لے جا — سبھناں جاری کمی نہ بھر بھر بھانڈے جا
بعد فضیلت احتساب فاضل کرن ادا — ایہہ فرض کفایہ ادا کرین لوکاں راہ دکھا
اس عاصی جس استاد تھیں پڑھیا ایہہ کجھ آ — رب دیوس ایمان سلامتی بہشت نصیب کرا
رہا! اس بہار گلزار بہار نہ تتی لگے واء — بدل امن وسائیں نہ ایہہ پُھل کرماء
بعضے قائم دلیل تے وانگوں سرو مدام — دیہہ نوں سیر کتاب دی، نرگس وانگ تمام
ہک تھے پڑھنے سوزیاں، صد برگے مانند — پیر سعادت مند تھیں ہر اک پکڑے پند
زمیں سنگوئی ہند حضرت پیر سہا — اغلب قلعہ سیالکوٹ حضرت پیر ٹکا (ورق نمبر ۲، بحرالعلوم)

اپنے استاد بارے لکھدے نیں

ایہہ عالم سیالکوٹ وچ دتا فضل عیان — عالم ہین ایہہ باعمل فضل کیتا سبحان
ظاہر ہین آراستہ باطن پُرنور — . . . . (ورق نمبر ۱۴، بحرالعلوم)

چٹی شیخاں، اس سڑک سے جانب شمال واقعہ ہے، جو سمبڑیال سے سیالکوٹ، براستہ عدالت گڑھ آتی ہے، اس سڑک پر ایک ریلوے سٹیشن ساہو والا ہے۔ ساہو والا بہت بڑا گاؤں ہے چٹی شیخاں سے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع اس گاؤں سے یقیناً ان کا گذر ہوتا ہو گا۔ حسب ذیل نظم میں وہاں کی ایک دوشیزہ کو دیکھ کر تخلیق کی۔

ساہو والے وڑدیاں اِک صورت نظر پئی — اوہ ذات پری دی انسری جٹی ہو گئی
اس کایا بنی پلیٹوں وِچ کٹھیالی گھال — سونا جیوں سناریاں پایا سچے نقال
اس دے دند موتھیں وِچ جوڑویں اتوں اکھ مثال کھری — جیوں حقی وچ جواہری کسے سڑہ پرودھری
مونہہ موری، گل کونج دا شیریں کھری زبان — یا پڑھائی پنجرے مینا کسے سجان
اس مانگ سی الف تعلیم دا بے لباں جیمن — خط اتے رخساریاں جیوں کاتب جیم لکھن

اس کن اڑائے والیاں اڑ اڑ وال پیے — اوتھے ابجد ویکھ پریم دا عاشق پڑھن پیے

درس جمایا عاشقاں خوباں سبق نہ ہن — اوتھے ابجد، ہوز لکھیا ہاتے حاتے پیتے کرہن

اس دیاں پنیاں دی حافظ توں آکھ مثال سنا — جیوں پٹ پٹ تیر کمان گراں رکھے سول بنا

ہمارے ذاتی کتب خانہ میں ایک ہتھ لکھت قصہ، قصہ قدر قضا موجود ہے جس کے اشعار کی تعداد ۶۶۶ ہے اس کا ترقیمہ حسب ذیل ہے۔

تمت تمام شد "قصہ قدر قضاء" من تصنیف حافظ برخوردار ساکن چٹی و دستخط فقیر حقیر پُرتقصیر مرید دستگیر فدوی محمد علیؒ ولد حیات محمد ساکن موضع ڈلے کے، تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ تحریریافت تحریر تاریخ ۳۔ ماہ منگھر ۱۹۱۹ سمت سنہ

اِس جلد میں دو قصے کتابت شدہ موجود ہیں ایک قصہ شاہ بہرام تصنیف امام بخش سکنہ کانواں لٹ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔ اور دوسرا قصہ قدر قضا ہے۔

کاتب کا گاؤں اس قدیمی شاہراہ پر واقع ہے جو جاملکے چیمہ راجو کے، کانواں لٹ ہُنڈے کی گورائیہ چوک سے ستراہ کو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کاتب نے جس نسخہ کو سامنے رکھا وہ کسی ایسے ہندو کی ملکیت تھا جس میں ایک وثیقہ رہن لعل ولد گردھاری مل سکنہ چٹی شیخاں مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء کا لکھا ہوا ہے۔ گویا یہ مخطوطہ ۱۸۶۲ء میں لکھا گیا۔ دونوں گواہیاں اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ تصنیف حافظ برخوردار کی ہیں اس قصہ کی زبان اور سیالکوٹ کی تعریف اور چٹی شیخاں کے نواحی قصبہ ساہووالا چیمہ کی ایک عورت کا سراپا میں جو زبان مستعمل ہوئی ہے وہ سیالکوٹ کی زبان ہے اس لیے بلاشبہ یہ تینوں رچنائیں ایک ہی فرد کی ہیں۔ یہ برخوردار سید نور حسین کے مُرید ہیں جو سید شریف کے پوتے ہیں۔ سید نور حسین منگووال ضلع گجرات سے متعلق ہیں وہیں ان کا مزار ہے۔ حافظ برخوردار سببِ تصنیف یوں بیان کرتے ہیں ؎

اک دن وحی فرشتہ آیا، نال طریق ادب دے — کر کے کورنش پیغمبر دے، دے سنیہے رب دے

رب عنایت کیتا نبیاؐ تینوں پاک درودوں — جو پڑھسی سو امن شیطانوں، مکر حسوداں

نبیؐ کہے یا جبرئیلاؑ! جو تقدیر ربانی — ہے دعا کوئی نہیں موڑی سانوں . . . .

کہیا جبرئیلؑ، محمدؐ! بھیج تیری ہے کم تے — پر دو قسماں تقدیر الٰہی لکھیا لوح قلم تے

اول نام معلق آہے، دوجے نام مبرم — پہلے صدقہ خیر دعائیں، سُن توں نبی مکرم

جس دا نام مبرم لکھیا ہرگز دفع نہ ہووے — . . . صدقہ مول نہ پھُردے جے سو جتن کچیوے

پر میں وچہ حضور الٰہی کرساں عرض قدیمی — جیوں کر حکم حضوروں ہووے، قدرت نال کریمی

آن حضورؐ کرلیاں اودیں وچہ حضورؐ تساڈے — قصہ قدر قضا الٰہی، جیوں کر وچ ارادے

لے کے رُخصت پاک نبیؐ تھوں، پہنچا خویش مکانی — جو دعوی کر چلیا اوتھوں، فکر تھیا وچہ جانی

دوجے روز محمدؐ صاحب فکر کیتا وچہ دِل دے — اُودیں جبرائیلؑ فرشتہ، آیا اندر پل دے

دے سلام درود نبیؐ نوں، جو دِتا رب سائیں — قصہ قدر قضا نبیاؐ! سُن، میں آکھ سُنائیں

بیٹھ نبیؐ دے کول سنایا جبرائیل فرشتے — جو کُجھ حکم حضوروں آیا، ظاہر تھیا سرشتے

سُن کے نبیؐ ہویا خوش دِل تھیں آکھ سنایا یاراں — معجزہ ایہہ سلیمانؑ نبی دا، سمجھوایہہ گفتاراں

ہُن نظریں پیا فقیر دے فارسی وچہ زبان — عام نہ سمجھے کوئی ایس نوں کیتے باجھ بیان

ہیں یاری منگاں رب تھیں، برکت نبیؐ رسول — بولی وچہ پنجاب دی آندا چنگے سول

اوہ سید شریف دا پوترہ پاک جنہاں دا دین   موضع منگو وال ہے ثابت رکھ یقین (شعر نمبر ۸ تا ۲۵ قصہ قدر قضا قلمی)

اس تمام قصہ میں تخلص حافظ استعمال کیا ہے اور کہیں بھی رانجھا کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں ایک مخطوطہ ہے اس کا ترقیمہ حسبِ ذیل ہے۔

تمت تمام نسخہ بہ مسمی ھل پنجابی قصہ تمام بوقت اشراک (اشراق) شد من تصنیف حافظ برخوردار ساکن چٹی شیخاں نویسندہ بندہ درگاہ حاجی عبدالحلیم

اندر سن ایہہ ہوئے تمام   ہل پنجابی ہے اس نام
ہک ہزار دو صد بیاسی   پڑھنے والے لہن خلاصی
انتویں اسوں وچ تیار   لکھی عبدالحلیم ہنجار
ایس نوں پڑھے سو کرے دُعا   اوس نوں ہوسی رب لقا
باجھ ایمان نہ ونجے کوء   وچ ایمان رہن سبھوء

یہ مخطوطہ کتابت کا بہت اچھا نمونہ ہے جو ۱۵-اکتوبر ۱۸۶۵ء کو لکھا گیا۔ کاتب حاجی عبدالحلیم ہیں جو خود کو بندہ درگاہ کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ حافظ برخوردار چٹی شیخاں کی قبر ایک درگاہ کی حیثیت رکھتی اور ۱۸۶۵ء سے پیشتر ہل پنجابی تخلیق ہوئی اس کے ابتدائی مصرعے یوں ہیں، جبکہ قصہ قدر قضا تین سال پیشتر ۱۸۶۲ء میں کتابت ہوا۔

الف لام دے اندر وار   سخن کہے اک مرد نتار
اول ضربے پئی طلاق   دوئی ضربے رجعت طاق
ملاں دے گل پیا جنجال   ہے کوئی ہل تھیں کڈھے فال
الف لام دے اندر وار   رمز پچھانی برخوردار
انت طالق ایہہ بھی جان   اک دو ضربی رجعی جان
مُلاں کر توں فکر خیال   ہل تھیں آیا باہر پھال
دو بھیناں تے تیجی ماء   بیٹے والی ہو کے جاء
تریئی اک مردے نال   عقد پڑھایا ہو خوشحال
شرح نکاح رکھے بہر حال   ہے کوئی ہل تھیں کڈھے پھال
دو بھیناں تے تریجی ماء   اس دی صورت آکھ سناء

گویا حافظ برخوردار سکنہ چٹی شیخاں ۱۵-اکتوبر ۱۸۶۵ء سے پہلے فوت ہو چکے تھے، جب میں ۱۹۸۶ء میں سیالکوٹ پر تحقیق کر رہا تھا تو چٹی میں ان کے ورثا کی تلاش میں اہل دیہہ نے ایک صاحب ..... کی نشاندہی کی جو اس وقت محلہ ہپوگڑھا سیالکوٹ میں رہتے تھے وہ اس بات کا اقرار تو کرتے رہے کہ حافظ برخوردار کے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں جو ان کے پاس تھیں اور اب وہ ان کی بیٹی کے پاس ہیں، جس سے میں نے اندازہ کیا کہ اصل میں وہ کتابیں دکھانا نہیں چاہتے لیکن اس بات کی تصدیق تو ہو گئی کہ حافظ برخوردار سکنہ چٹی شیخاں تحصیل و ضلع سیالکوٹ تھے بلکہ صاحب تصنیف تھے۔ اور پنجابی زبان کے بڑے شعراء میں شامل بھی ہیں۔ اگر ان کے پسماندگان نے کتابیں نہ بھی دکھائیں تو قدیم علم دوست خاندانوں میں سے ان کی کتابیں دستیاب ہو جائیں گی، جن کے وسیلہ سے ان کی تمام کتابوں تک پہنچ پائیں گے۔

حافظ برخوردار چوتھا

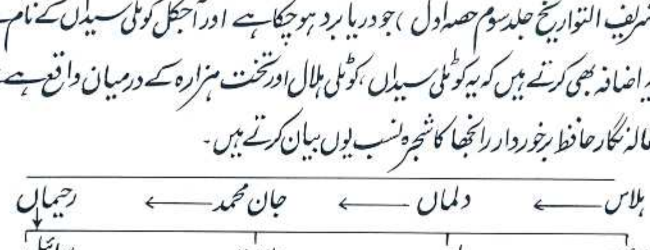
ادبی دنیا میں ہمنامی تو بہت ہے مگر ایسا بہت کم ہوا ہے کہ ایک مختصر سے دور میں ایک ہی نام رکھنے والی ایسی کئی شخصیات گذری ہوں ، جن کی جولان گاہ ایک ہی ہو موضوع اور ہیئت کے اعتبار سے ان میں غیر معمولی یکسانیت اور مماثلت پائی جاتی ہو ، مگر یہ عجیب اتفاق ہے کہ پنجابی ادبیات میں ایسا ہوا ہے اور ۱۶۲۰ء سے ۱۸۰۰ء تک کا عہد ایک بھرپور سماں ہے جس میں برخوردار کے نام کے کئی غیر معمولی افراد پیدا ہوئے ، جنہوں نے پنجابی زبان میں شاعری کی صنف میں جاوداں نقوش چھوڑے ہیں اور بعض معاملات میں ان کے پیدا ہونے ، تعلیم حاصل کرنے ، زندگی گذارنے اور وفات پانے اور مدفن کے ناموں میں بھی مماثلت سے ایک ہی گوت ، ذات ، برادری سے متعلق ہونے کے دعوے دار بھی ہیں اور ان کی کتب کے ناموں میں بھی یکسانیت ، عہد اور زمانہ میں ایسی مماثلت اور قربت مشکلات پیدا کر سکتی ہیں ، جب ایسی صورتِ حال کو صدی سے زیادہ عرصہ ہو جائے تو کام آسان نہیں رہتا ۔ یہی صورت حافظ برخوردار کے معاملہ میں پیش آئی ہے ۔ گذشتہ اوراق میں اس سلسلہ میں سیر حاصل بحث کر چکے ہیں ۔

پنجابی ادبیات میں ایک اچھی اور قدیم روایت یہ ہے کہ ہر سخن کار اپنی تخلیق کے آخر میں یا شروع میں اپنے بارے میں ، اپنے خاندان ، اپنے عہد اپنے اساتذہ کے بارے میں آگاہی دینے کے ساتھ ساتھ کتاب کی تکمیل کا دن ، تاریخ اور سن ضرور لکھتے ہیں ۔ حافظ برخوردار کے نام سے منسوب ملنے والے لٹریچر میں صرف چند کتابیں ایسی ہیں جن میں لکھنے کی تاریخ یا سال یا متعلقہ عہد کے بارے میں کوئی خاص بات درج ہو ، حالانکہ دستیاب کتابیں چھ درجن سے زیادہ ہیں ۔

قیام پاکستان سے پہلے یا اس کے بعد جس قدر تذکرے رقم کیے گئے ان میں اس سلسلہ میں سہل انگاری سے کام لیا گیا ہے ۔ بیسویں صدی کے شروع میں اگر دقتِ نظری سے کام لیا جاتا تو یقیناً ایسے قلمی نسخے وافر تعداد میں ضرور دستیاب ہو جاتے جن کے ترقیموں کی مدد سے کسی نتیجہ پر پہنچا جا سکتا تھا ، مگر پچھلی صدی میں حالات کی تبدیلی کی وجہ سے بہت سا پنجابی لٹریچر ضائع ہو گیا ۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم پنجاب کے وقت کتابوں کو اجتماعی طور پر آتش زنی سے دوچار ہونا پڑا ، جس کی وجہ سے پنجابی ، فارسی اور عربی کتب ٹھوک کے حساب سے تباہ و برباد ہوئیں ۔ سماوی آفات سے ہونے والے نقصانات اس سے الگ ہیں ، لیکن اس کے باوجود بعض خاندانی کتب خانے ابھی تک محفوظ ہیں ، اگر ان کی پھرولا پھرولی کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس سلسلہ کی بیشتر گتھیاں اور گرہیں کھلنے کے امکانات پیدا نہ ہو جائیں ؟ اس سے پیشتر تین برخورداروں کے بارے میں ہم لکھ آئے یہ چوتھے اور آخری برخوردار ہیں جن کے حسبِ ذیل احوال و آثار دستیاب ہیں ۔

آپ بستی شاہاں میں پیدا ہوئے (۸۷ : شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول) جو دریا برد ہو چکا ہے اور آجکل کوٹلی سیداں کے نام سے مشہور ہے (ص ۱۴۵ : مقالہ ایم اے پنجابی)

اس مقالہ کے مرتب اس میں یہ اضافہ بھی کرتے ہیں کہ یہ کوٹلی سیداں ، کوٹلی ہلال اور تخت ہزارہ کے درمیان واقع ہے جسے پہلے بستی شاہاں کے نام سے شہرت حاصل تھی (ص ۱۴۵-۱۴۶ ایضاً) یہی مقالہ نگار حافظ برخوردار رانجھا کا شجرہ نسب یوں بیان کرتے ہیں ۔



دلماں وہ بزرگ ہیں جو ہمایوں کے ساتھ ایران چلے گئے اس کی واپسی کے بعد تخت ہزارہ لوٹے اور گاؤں کو نئے سرے سے آباد کیا ۔ بحوالہ تاریخ رانجھگان قلمی مخزونہ محمد بخش پیر سکنہ رحیم پور ضلع سرگودھا

یہ تخت ہزارہ وہی ہے جو ضلع سرگودھا کی تحصیل بھلوال میں دریائے چناب کے مغربی کنارے پر واقع قصبہ ہے ۔ قصہ ہیر رانجھا کا ہیرو معزالدین دھیدو عرف رانجھا اسی خاندان کا بیان کیا جاتا ہے مگر اس کا عہد لودھی عہد سے متعلق ہے ۔

تخت ہزارہ، پنجاب کے دوسرے دیہات کی طرح تعلیم و تربیت کے حوالہ سے بھی اہمیت رکھتا تھا، چنانچہ برخوردار نے معمول کے مطابق اپنے جیون کے ابتدائی سالوں میں کلام مجید حفظ کر کے حافظ برخوردار ہوئے اور پھر باقی تعلیم بھی مقامی مدرسہ سے حاصل کی۔ حافظ برخوردار اس بارے میں یوں معلومات فراہم کرتے ہیں۔

عامی دعوی فضل نہ آکھاں حبٹ انجان ذات رانجھا جا تخت ہزارہ روشن وچ جہان
حاصل علم کیتا سکولوں مولویاں دے پاس بخشے رب اشاداں تائیں جنہاں قرب اناس

(انواع برخوردار قلمی مخزونہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری)

اٹھارہویں صدی عیسوی میں تیسرے مصرعہ میں سکول کے لفظ کا استعمال اچنبے کی بات ہے کیونکہ لدھیانہ کی چھاؤنی الیسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۰۶ء کے بعد آباد کی گوندل بار میں اس لفظ کا استعمال بہت ان جوڑ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ پنجاب کے اس حصہ میں الیسٹ انڈیا کمپنی فروری ۱۸۴۹ء کے بعد قابض ہوئی اور فرنگی اپنے ساتھ سکول کا لفظ لایا۔ حافظ برخوردار نے شاعری اس زمانہ کے مطابق یقیناً شروع کر لی تھی۔ یہ مغلوں کے عہدِ زوال کا زمانہ ہے۔ دریائے چناب کے مشرقی علاقہ میں ایک چٹھہ سردار غلام نے بچہ چٹھہ (جیمہ چٹھہ پرگنہ) منچر چٹھہ کے علاقہ میں اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ یہی زمانہ ہے جس میں سکھ اقوام پنجاب میں اپنی کامیابی کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں۔ اس علاقہ میں جہاں کچھ دیہات تو تحصیل و ضلع حافظ آباد میں شامل ہیں اور کچھ دیہات موجودہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانولہ میں آباد ہیں۔ ان تمام دیہات کی سرداری غلام محمد چٹھہ کے پاس تھی سکھ سرداروں نے منچر چٹھہ اور بچہ چٹھہ کو تباہ و برباد کر دیا جس پر رئیس غلام محمد چٹھہ نے رسول نگر کے نام کا قصبہ بسایا (ص ۲۶۲-۲۶۴ چار باغ پنجاب) غلام محمد چٹھہ کو سکھ قوتوں نے ۱۷۸۸ء میں شکست دے کر شہید کر دیا، چنانچہ اس کی تاریخ شہادت اس شعر میں بیان کی گئی ہے۔

در محفل رسول بہ حسنین شد قرین گفتند کیست؟ گفت غلامِ محمدام

ص ۱۳۶ : چار باغ پنجاب

اس غلام محمد نے دریائے چناب کے مشرقی کنارے پر ایک مسلم ریاست کی بنیاد رکھی جس کا پہلا مرکز منچر چٹھہ تھا۔ اس کی تباہی کے بعد رسول نگر کو مرکز بنایا جسے سکھوں نے فتح کرنے کے بعد رام نگر کا نام دے دیا۔ غلام محمد چٹھہ کو ۱۲۰۴ھ/ ۸۹-۱۷۹۰ء میں شہید کیا گیا۔

بستی شاہاں اور تخت ہزاراں دریائے چناب کے مغربی کنارے پر واقع تھے۔ سردار غلام محمد چٹھہ، سخن فہم اور سخن گو دوست تھا اور قدردان تھا، چنانچہ حافظ برخوردار رانجھا دریا پار کر کے موضع رسول نگر پہنچے وہاں انہوں نے دعائے گنج العرش کا پنجابی ترجمہ کرتے ہوئے اس کے اختتام میں لکھا ہے

معنے گنج العرش دے پنجابی لکھ وکھائے موجب کہے غلام محمد ہووس بخت سوائے
دولت تے اقبالے اندر رکھس رب سلامت گنج اوس دے جیوں گنج العرش رہے تا قیامت
یاراں سے نوے گذرے سن ہجری تد سارے بیٹھ رسول نگر وچ لکھے حافظ برخوردارے

حافظ برخوردار نے اس ترجمہ کو ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء میں مکمل کیا۔ جو رسول نگر ایک علاقائی ریاست کا مرکز تھا۔

اسی زمانہ میں جب حافظ برخوردار رابع (چوتھے) نے رسول نگر میں قیام کیا۔ اسی زمانہ میں حافظ برخوردار کے تتبع میں انہوں نے حضرت کعب بن زہیر کے قصیدہ بانت سعاد عرف قصیدہ بہشتی کا ترجمہ بھی کیا جس کے اختتام پر وہ لکھتے ہیں ؎

وچ رسول نگر دے معنے لکھے ایس قصیدے پڑھنے سننے والیاں دے روشن ہوون دیدے
رانجھے بر برخوردارے معنے ہندی لکھ وکھائے جو کوئی ایس وچ غلطی ویکھے اوہ صحیح بنائے

باراں انواع مخزونہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین قلعداری

حافظ برخوردار کے نام ایک رسالہ نہر العلوم ہے اس کی لکھنے کی تاریخ ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء ہے (ص ۱۵۱ : ضلع سرگودھا کے پنجابی شاعر) یہ کتاب بھی بلاشبہ چوتھے برخوردار

کی تصنیف ہے کیونکہ وہی ۱۷۶۲ء میں زندہ تھے اسی رسالہ میں ایک شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بے اولاد تھے۔ اللہ تعالیٰ سے آخر وقت تک اولاد کیلئے دست بدعا ہے

تینوں قدرت ڈھینگرا سڑیاں سبز کریں　　چاہیں کلر شور وچہ گُل گلزار کریں　(ورق ۴۰، بحر العلوم قلمی)

اس کی تصدیق سرگودھا کی ادبیات کو دین کے حوالہ سے لکھے گئے مقالہ میں بھی ان کی اولاد کے نہ ہونے کی تصدیق ان الفاظ میں کی جاتی ہے کہ

ان کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قبر کی صحیح سانبھ نہیں ہوسکی۔　(ص ۱۵۲ : حافظ برخوردار)

دوسری سعی بھی ان کی تصنیف ہے جس کی بات ہم آگے کریں گے، لیکن ان کی اس آخری تصنیف کی لکھنے کی تاریخ ۱۱۹۰ھ بیان کی جاتی ہے یہ قصہ یوسف زلیخا کلاں ہے جس میں اپنے سے پہلے ہونے والے پنجابی شاعروں کا مقام و مرتبہ تعین کرتے ہیں ے

نامے نیلی جتھے بیلی بیٹھن لا پواڑا　　جد سُگھڑ سیانے پچھن رلے لازم ہویا وچارا
وارث وڈے شعری اندر مقبل، مقبل ایہائی　　فرد چنگا وچ بہتی جائیں، ایس نہ بیٹھ وکھائی
دیکھ صدیق لالی، شعراں دی مجلس اندر آیا　　سُن کے سخن حقیقت اس دے کسے نہ مول بُھلایا
حافظ برخوردارے وانگوں شعرے وچ نہ ثانی　　جس راضی کیتا عالم سارا چنگی کر مہمانی
کھوٹا، کھرا، پچھانن سوئی جنہاں نظر صرانی　　موتی منکے جو اک جانن جھوٹے مانس لانی
حافظ برخوردارے رانجھے چُن چن ہار پرویا　　دانش منداں اگے اُس نے تحفہ کر کے ڈھویا　(ص ۶۷ : قصہ یوسف زلیخا کلاں مطبوعہ)

ان اشعار سے کئی مشکلات حل ہوگئی ہیں اپنی اس تخلیق میں اپنے سے پہلے ہوگذرے شاعروں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے نامے نیلی کے سوا، سید وارث شاہ (متوفی ۱۷۹۵ء) فرد فقیر (پ ۱۱۱۶ھ) ، صدیق لالی (متوفی ۱۱۷۹ھ) ، مقبل شاہجہان اور حافظ برخوردار سکنہ پنڈ مسلمانی چیمہ چٹھہ پرگنہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اس تصنیف سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سید وارث شاہ کے ہم عصر ہیں۔ سید وارث شاہ نے قصہ ہیر رانجھا ۱۱۸۰ھ میں تخلیق کیا۔ حافظ برخوردار رانجھا نے قصہ یوسف زلیخا کلاں ۱۱۹۰ء میں گویا دس سال بعد مکمل کیا۔

حافظ برخوردار رانجھا نے پنجابی روایت میں یہ ایک ایسی پرت ڈالی کہ آجتک اس روایت کی پیروی ہو رہی ہے۔ ان کے بعد آنے والے بیشتر شاعروں نے اپنے سے پہلے آنے والے شاعروں کا تنقیدی محاکمہ پیش کیا ہے۔ حافظ برخوردار رانجھا کب فوت ہوئے اس کے بارے میں ابھی تک کوئی کتاب سامنے نہیں آئی جس میں تاریخ وفات کا اندراج ہو، ہاں البتہ یہ ظاہر ہے کہ سردار غلام محمد چٹھہ کی شہادت ۱۲۰۴ھ کے بعد جب رسول نگر پر سکھ قابض ہوگئے تو حافظ برخوردار دریا پار کر کے تخت ہزارہ کے قریبی گاؤں بُچہ کلاں میں آمقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی قبر کے آثار آج بھی وہاں موجود ہیں اور وہاں کی مقامی آبادی نے ان کی شہرت کے سبب ایک مسجد بھی وہاں تعمیر کر دی جو آج بھی وہاں آباد ہے۔ اس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے وہاں پارچہ باف ان کے عقیدت مند تھے یہ مسجد ان کی اس عقیدت مندی کا عملی ثبوت ہے جو وہ حافظ برخوردار سے رکھتے تھے، لیکن قبر پر چھوٹا بڑا مزار تعمیر کرنے کی کوشش نہ کی، حالانکہ پنجابی زبان میں فقہی لٹریچر میں اُن کی دین وقیع ہے اور قابلِ قدر ہے۔

حافظ برخوردار کے نام سے موجود لٹریچر

حافظ برخوردار کے نام سے منسوب حسبِ ذیل مطبوعہ یا قلمی کتابیں موجود ہیں

حمد ۱۔ اسماء الحسنیٰ　اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کا پنجابی اشعار میں منظوم ترجمہ مثلاً الرحمٰن الرحیم ے رزق دہندہ دنیا اُتے مومن کافر تائیں　قیامت اللہ بخشے مومن مشرک دوزخ جائیں

تفسیر ۲　شرح الحمد شریف

سیرت ۳ حکایت پاک رسولؐ دی

نعت ۴

منقبت قصہ بی بی فاطمہؓ

قصائد قصیدۂ شوقیہ المعروف بانت سعاد از کعب بن زہیرؓ

قصیدۂ بردہ شریف ، شیخ البوصیریؒ

قصیدۂ غوثیہ حضور غوث الاعظمؒ

قصیدۂ روحی

اوراد یازدہ اسمائے غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

شرح پنجابی نوذ نامہ حضرت دستگیرؒ

شرح دعائے گنج العرش

چہل کاف غوث الثقلینؒ

درود شریف ستغاث

فقہ شمس العلوم بحرالعلوم فقہ جمال مسئلہ بانگ ونکاح مفتاح المصلّی نجات المسلمین شرف النکاح

تنبیہہ رسالہ نماز نمبرا نحرالعلوم رسالہ سایہ اصلی میزانِ شریعت مفتاح الفقہ رسالہ بوہل نماز

رسالہ نماز نمبر دوم سراج المعاملات شرح خلاصہ کیدانی مفتاح السعادت رسالہ نادریہ و قادریہ

ورثہ کے بارے میں رسالہ عقائد ہل پنجابی احکام بیان سراجی (رسالہ میراث)

قصہ قصہ یوسف زلیخا خورد قصہ یوسف زلیخا کلاں قصہ مرزا صاحباں قصہ سسی پنوں خورد قصہ سسی پنوں کلاں

قصہ کھیتری قصہ رناں (زناں) قصہ قدر و قضا (معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام)

جنگ نامہ جنگ نامہ امام حسینؓ جنگ نامہ امام حسین (کلاں) لطرزوار

تصوف چرخہ نامہ نصیحت نامہ باراں ماہ مخمس۔نظم تعریف جٹی ساہووالا شکوہ ۔ پند نامہ

یہ وہ کتابیں یا رسائل ہیں جو قومی اور ذاتی لائبریریوں میں موجود ہیں۔بعض نسخے نایاب بھی ہیں، لیکن یہ کہنا بہر حال مشکل ہے کہ حافظ برخوردار جو ۱۶۲۰ء - ۱۸۰۰ کے عہد میں بحیثیت پنجابی شاعر کے متعارف ہوئے۔ان کی مجموعی کتابوں یا رسالوں کی یہ آخری فہرست ہے۔آس رکھنی چاہیے کہ اس فہرست میں ہنوز اضافے کا امکان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ بالا حافظ برخورداروں نے قصہ شاعری کے علاوہ مولانا عبداللہ عبدی کی پیروی میں فقہی ادبیات لکھنے پر اپنے فن کا اظہار کیا اور تمام بزرگوں نے بارہ انواع کو راہنما بنا کر الگ الگ بارہ انواع لکھی۔بارہ انواع سے مراد پیدائش سے لے کر وفات تک کسی مسلمان کو جن اصولوں پر عمل کر کے زندگی گذارنا ہوتی ہے اس کے بارے میں فقہائے کبار نے بارہ انواع یا بارہ باب میں مسلمان کی زندگی کو تقسیم کر کے پنجابی نظم میں راہنمائی کی۔حافظ برخوردار کے نام سے ملنے والے بزرگوں نے اپنے انداز میں ان تمام موضوعات کو سامنے رکھ کر عام خوبصورت شعری زبان میں موضوع بحث بنایا ہے جو اس معاملہ میں ضروری ہیں۔اسلامی فقہ کی اس قاموس کی ابھی قدر و قیمت کا محاکمہ نہیں کیا گیا۔اس موضوع پر اب کئی بارہ انواع تصنیف کی جا چکی ہیں۔حافظ برخوردار کی انواع مطبع صمدی سیالکوٹ میں طبع ہوئی جس کا اشتہار اس ادارہ اشاعت نے اپنی مطبوعہ ایک اور انواعِ حافظ (خان محمد سیالکوٹی) کے صفحہ ۲۳۵ پر اپنی مطبوعات کی فہرست میں دیا ہے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حافظ خان محمد سیالکوٹی کی انواع ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوئی، جیسا کہ تاریخِ اشاعت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تاریخ کا قطعہ علامہ مولوی میر حسن صاحب سیالکوٹیؒ نے لکھ کر اس کا سالِ اشاعت مرغوب دل باغ سے نکالا۔ اگرچہ یہ ایک الگ اور وقیع مضمون ہے لیکن ہماری نظر سے حسبِ ذیل انواع تصنیف ہوئیں اور زیورِ اشاعت سے بھی آراستہ ہوئیں۔

انواع عبداللہؒ عبدی۔ انواع حافظ برخوردار اول۔ حافظ برخوردار دوم۔ انواع بارک اللہ۔ انواع محمدیؒ۔ انواع حافظ خان محمد سیالکوٹی۔ انواع احمدیؒ۔

ہمیں یقین ہے کہ یقیناً اور بھی انواع یا قاموسِ فقہ در زبان پنجابی موجود ہوں گی جو ہماری نظر سے نہیں گذریں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حافظ برخوردار کے نام سے عہدِ جہانگیر سے لے کر مغلوں کے عہدِ زوال تک جو شاعر ہوئے ہیں ان کا تمام کام سامنے نہیں آیا۔ ہمیں ان کے احوال و آثار کے بارے میں بات کرنا تھی جو اپنی علمی بساط کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے۔ تحقیق میں کوئی بات حتمی نہیں ہے زبانوں کی عزت و آبرو میں جب اضافہ ہوتا ہے تو تحقیق کی نئی نئی راہیں کشادہ ہوتی ہیں۔ یہ کوشش بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

خواجہ غلام مرتضیٰ قلعہ والے

اس مجموعہ میں تیسرا پنجابی منظوم ترجمہ حافظ غلام مرتضیٰ قلعہ والے کی تصنیف ہے آپ کی پیدائش موضع بھینی ضلع شیخوپورہ میں ۱۸۱۳ء کے لگ بھگ ہوئی یہ زمانہ رنجیت سنگھ تھا۔ آپ کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ہی آپ کے والدین نقل مکانی کر کے شر قپور ضلع شیخوپورہ کے قریب واقع قلعہ لال سنگھ میں پہنچ گئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس و مکاتب میں حاصل کرنے کے بعد ریاست بہاول پور میں چلے گئے، جہاں آپ نے اس زمانہ کے بعض جید علما سے عربی، فارسی زبانوں کی تعلیم کے ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، اصول، معانی، ہیئت، صرف، نحو ایسے مضامین میں مہارت حاصل کی اور واپس قلعہ لال سنگھ لوٹ آئے اور ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ تلاشِ مرشد میں ادھر اُدھر نظر دوڑائی تو راوی کے مشرقی کنارہ پر واقع گاؤں چوہنگ میں حضرت میاں بدرالدینؒ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کامل مرشد ہیں وہاں چلنا چاہیے۔ ممکن ہے دُرِّ مقصود وہیں سے مل جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میاں بدرالدینؒ نے پہلے منزلِ سلوک پر پہنچنے کے لیے درود و وظائف کی تلقین کی آپ کا خلوص اور دلجمعی سے عبادتِ الٰہی میں مشغول، اوراد و وظائف میں انہماک کو دیکھ کر بیعت کی سعادت بخشی۔

عبادت کے ساتھ آپ رزقِ حلال کی کوشش میں بھی مصروف رہتے، کیونکہ عبادت و ریاضت کو ذریعہ معاش بنانے کو وہ اس معاملہ میں "فتوحات" (نذر و نیاز) لینے کو ناپسند کرتے اور اس مقصد کے لیے اپنے ہاتھ سے ہل چلاتے۔ زراعت سے روزی حاصل کرتے اور عبادت و ریاضت کیلئے بھی وقت نکالتے۔

۱۸۵۵ء میں لاہور تشریف لائے اور یہیں بس گئے۔ انگریز کا ابتدائی زمانہ تھا آپ نے یہاں اِملی والی مسجد میں قیام کیا۔ آپ کے ایک ارادتمند منشی احمد بخش نے چار کنال اور تیرہ مرلے زمین خرید کر آپ کے نام ہبہ کر دی۔ یہ اراضی بستی میلہ رام میں واقع تھی۔ اس بستی میں مسلم آبادی بڑھنے سے اس کا نام عثمان گنج رکھ دیا گیا۔

اس اراضی کے ساتھ ایک کنواں بھی تھا چنانچہ اس اراضی پر کاشت کر کے اسے ذریعہ معاش بنایا۔ ارائیں برادری سے متعلق ہونے کی وجہ سے اتنی کم اراضی ہونے کے باوجود اس سے اس قدر آمدنی حاصل کر لیتے کہ گذارہ آسانی کے ساتھ ہو جاتا۔ ۱۸۶۰ء میں وہیں آپ نے تبلیغ کی غرض سے خانقاہ اور دو حجرے تعمیر کیے۔

آپ نے قصیدہ بردہ شریف کا پنجابی اشعار میں ترجمہ کیا جو کئی ایڈیشن طبع ہو چکا ہے۔ کوشش کے باوجود ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ترجمہ یا اس کی کوئی نقل دستیاب نہیں ہوئی جس کی وجہ سے چند ایک جگہ پر کچھ اشتباہ ہونے کے باوجود اس میں کوئی تبدیلی روا نہیں رکھی گئی۔ آپ ۲۱ فروری ۱۹۰۳ء

کو فوت ہوئے خانقاہ ہی میں دفن ہوئے۔ مستری احمد بخش نے میاں میر صاحب کے مقبرہ کے مطابق آپ کا مزار تعمیر کیا، آپ کے فرزند پیر نور محمد نقشبندی سے آپ کا سلسلہ چلا جو کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ پیر نور محمد نقشبندی نے ۲۱ مئی ۱۹۵۸ء کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے (ص/۴۴۱-۴۴۴ مدینۃ الاولیاءؒ) آپ کی شاعری کی اور تخلیقات دستیاب نہیں ہو سکیں۔

محمد عزیزالدین عزیز

"اس مجموعہ میں شامل چوتھا منظوم ترجمہ ابوالرجا حافظ مولوی عزیزالدین عزیز نے کیا جو بہاولپور میں مقیم لاہور کے ایک علمی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے، ان کے بزرگ حاجی محمد سعداللہ علوی، لاہور میں شاہی خطیب تھے اور حضرت میاں میرؒ کے جوار میں مدفون ہیں۔ ۱۱۴۲ھ میں موصوف حج کے لیے تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ کے فرض کی ادائیگی کے بعد مدینۃ الرسول پہنچے اور مدتوں دربارِ حبیبؐ میں درسِ حدیث دیتے رہے۔"

جب واپس لاہور پہنچے تو ان کی شہرت میں اور بھی اضافہ ہوا، حاجی مولوی سعداللہ علوی کی اولاد میں مولوی فیض الاسلام، مولوی محمد حفیظ الاسلام اور ان کے بھتیجے مولوی امام الدین اور مولوی غلام الدین، بہاولپور کی نئی آبادکاری میں مسلم علماء اور مشائخ کی حکومتی سطح پر پذیرائی سُن کر وہاں پہنچے، والیٔ ریاست نے ان کا بہت تپاک سے استقبال کیا۔ انہیں عزت و احترام دینے کے ساتھ ان کی رہائش کا انتظام بھی کیا اور مولوی محمد حفیظ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے تحصیلِ علوم دین کا شغل اختیار کیا۔ ان کا علم و دانش اور تفقہ کو دیکھ کر، نوابین نے اس خاندان کے لیے "قاضی القضاۃ" کا عہدہ مخصوص کر دیا گیا۔

احمد پور شرقیہ کی مشہور جامع مسجد اسی زمانہ میں تعمیر ہوئی۔ اس کی قضا اور پیش امامی اسی خاندان میں منتقل ہوئی۔ احمد پور شرقیہ کی جامع مسجد کا قطعہ تاریخ مولوی محمد حفیظ الاسلام کی تخلیق بیان کیا جاتا ہے جو حسبِ ذیل ہے

دِلم کہ از پئے تاریخ سال ایں مسجد — جو بلبلان چمن بود در سخن رانی
بگفت ہاتف غیبش کہ عشرۂ کامل — زیادہ گشت، زبیت المقدسِ ثانی

"بہاول پور شہر کے جنوب مشرقی حصہ میں محلہ قاضیاں آباد ہے۔ یہ محلہ علوی سادات کے علماء اور قضاعت سے متعلق فقیہوں سے متعلق ہے۔ اس خاندان میں فنونِ لطیفہ اور علوم دینیہ میں ایک سے ایک بڑھ کر عظیم لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے شعر، ادبیات، فلسفہ، حکمت، طب، خطابت، کتابت، مصوری اور گھڑی سازی میں غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ اس خاندان کے مصنفین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کی تصانیف میں عمق اور گہرائی اپنے دامن میں لیے ہوتے ہے۔"

"ریاست میں ساعت سازی (گھڑی سازی) کی ذمہ داری اسی خاندان سے متعلق ہے، جب بہاول پور میں گھنٹہ گھر تعمیر ہوا تو اس میں نصب کلاک کی چابی اس کی دیکھ بھال اور مرمت کا کام اسی خاندان کے ایک فرد مولوی عظیم الدین کو سونپا گیا، جو بہت اچھے ساعت ساز اور ایک باکمال صناع تھے۔ ان کے فرزندِ ارجمند مولوی امیرالدین ان کے جانشین مقرر ہوئے اور ان کے فرزند معزالدین بھی جو نومبر ۱۹۴۰ء میں زندہ تھے۔"

"اسی خاندان سے متعلق مولوی محمد عزیزالدین صاحب عزیز ایک مشہور علامہ، شاعر اور باکمال بزرگ گذرے ہیں۔ فارسی کا دیوان موجود ہے۔ عربی، اردو اور ہندی (پنجابی) میں نظم لکھا کرتے تھے" (ص ۲۱-۱۹۲۰ھ العزیز بہاولپور نومبر ۱۹۴۰ء)

ابوالرجا مولوی حافظ عزیزالدین صاحب عزیز، صاحبِ دیوان فارسی تھے، اردو، عربی، ہندی (پنجابی) زبان میں قصیدہ بُردہ کا ترجمہ نظم میں بصورت مخمس لکھا ہے جو بمبئی کے حسنی پریس سے شائع ہوا تھا۔ اس مخمس کا تاریخی نام نظم الورع ہے اور اس ضخامت ۱۴ جزو کی ہے مخمس کے آخر میں رکھا ہے۔ ۲۸ شعبان المعظم ۱۲۹۷ھ (۵-اگست ۱۸۸۰ء)، بعد زوال بلدہ بہاولپور میں خمسہ ختم ہوا۔ آپ بہاولپور کے علمی خاندان کی بلند پایہ شخصیت تھے۔ گھڑی سازی میں بھی عمدہ مہارت رکھتے تھے۔ علاوہ درس و تدریس کے گھڑی سازی آپ کا ذریعہ معاش تھا، اتالیق بھی رہے، ۱۸۸۳ء کے آغاز میں آپ خیرپور (سندھ)

ممبئی اور حیدرآباد (دکن) کا سفر کیا اور اس سفر میں پھر ان کی کوئی خبر نہ آئی، اخبار میں اشتہار بھی دیا گیا۔ غالباً اسی سفر میں ممبئی پہنچ کر اپنا متذکرہ قصیدہ معہ تراجم سطور و شرح شائع کرایا۔ ان کے مفقود الخبر ہونے کا اشتہار صادق الاخبار (کی اشاعت) ۲۷ مارچ ۱۹۸۴ء/ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوا، مگر فروری ۱۸۸۴ء میں ان کی کتاب نظم الورع کا اشتہار شائع ہوا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی مطبوعہ کتابیں اپنے عزیزوں کو بھجوا کر اپنی موجودگی اور زندگی کا ثبوت پیش کیا۔ اس کتاب کے متعلق اشتہار فروخت منجانب سعید اللہ صاحب ۵ فروری ۱۸۸۵ء کے اخبار میں شائع ہوا۔ ۱۰؍ اس کی قیمت تجویز کی گئی۔ آپ کی حسبِ ذیل اولاد تھی۔ مولوی سعد اللہ صاحب، مولوی سعید اللہ صاحب، مولوی کلیم اللہ صاحب، مولوی کلیم اللہ صاحب کے فرزندِ رشید قاضی عظیم الدین ہوئے جو اس وقت شہر بہاول پور کے قاضی ہیں۔ ذیل میں بردہ شریف کے دو شعر پہ ان کی تظمین عربی اور ترجمہ فارسی، اردو، ہندی (پنجابی)، کا نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

شمس الهدی قد انار الخلق فی افق — من نوره استنار الکل من حدق

خورشید ہدایت روشن نمود آفاق را در حالیکہ ثابت برد در افق — از روشنیٔ وے روشنی یافت ہر چہ بود از چشمہا

فاعطی الفضل والتفضیل من طرق — فاق النبیین فی خلق ربی خلق

پس بزرگی دادہ شد و زیادتی بر دیگراں از طریقہائے بسیار — فائق گردید آنحضرت جمیع انبیاء علیہم السلام را در صورتِ ظاہری و در سیرتِ باطنی

ولم یدانوہ فی علم ولا کرم!

و نزدیک بنودند جمیع پیغمبراں علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم را در علمے از علوم و در کرمے از کرمہا۔

ترجمہ نظم فارسی

کرد خورشیدِ ہدایت از افق روشن جہاں — گشت زد روشن بعالم چشم جملہ مرداں

دادہ شد فضل و بزرگی بر رسولاںؑ زآنمیاں — فائق اندر صورت و سیرت ز جملہ مرسلاں

گشت و چوں او نیست در علم و کرم کس در زماں

ترجمہ نظم اُردو

خورشیدِ ہدیٰ نے دیا جگ کو جگمگا — سارا زمانہ روشن اسی نور سے ہوا

فضل و شرف اسی کو خدا نے عجب دیا — سب مرسلوںؑ سے خلق میں خلقت میں ہے سوا

علم و کرم میں کوئی نہ مثل اس نبیؐ کے تھا

ترجمہ نظم بہاولپوری

سورج چڑھ ہدایت والا عالم نوں چمکایا — ساری خلق دیاں اکھیاں تے دِل روشن کر دکھایا

فضل تے تقویٰ سبھ طریقوں اُس نے ڈھنبا پایا — سیرت صورت وِچ نبیاںؑ تھیں اوہو بہت سوایا

علم و کرم وِچ مثل اسی دے کوئی نہیں آیا یا

قل ما بدا لك غیر الشرك فی وصف — فنعتہ لم یسع ما قلت من حرف

بگو ہر آنچہ در دلت آید بجز شرک در وصف آنحضرت صلعم — پس تعریف وے گنجائش نمیدارد ہر آنچہ گوئی از حرفہا

صل علیہ الیٰ شئت من شغف — فانسب الیٰ ذاتہ ماشئت من شرف

درود بفرست بر آنحضرت تا آں حدی کہ خواہی از کمال محبت　　بس نسبت کن بسوئے ذاتِ مبارک وے ہر آنچہ خواہی از شرف

والنسب الیٰ قدرہٖ ماشئت من عظم

ولسبت نما بسوئے قدر آنحضرتؐ ہر تحریرا کہ خواہی از بزرگی

ترجمہ نظم فارسی

ہر چہ خواہی گو بغیر از شرک در وصفِ جنابؐ　　نعت او ہرگز نہ گنجد گرچہ سازی صد کتاب
از شغف بفرست در ہر دم درود بے حساب　　ہر چہ خواہی از شرف کن سوئے ذاتش انتساب
شو بہر چہ خواہی از تعظیم قدرش کامیاب

ترجمہ نظم اُردو

جز شرک اس کی وصف میں جو چاہے کہ دکھا　　وصف اس کا سو کتاب میں جاتا نہیں لکھا
حب سے درود جتنا تو جی چاہے پڑھ سُنا　　نسبت شرف کی اس کو جو جی چاہے دے لگا
قدر اس کا جتنا چاہے ترا جی تو دے بڑھا

ترجمہ بزبان بہاولپوری

شرک بناں سبھ آکھ ڈکھائیں جو کجھ تینوں بھاندی　　سو کتاباں لکھیں توڑے نعت نہ مول سماندی
پڑھ درود محبت نالے جاں جاں عمر وہاندی　　اُسؐ دی ذات ڈہوں ڈے نسبت جو چاہیں شرفاندی
اُسؐ دی قدر ودھانویں جو کجھ من تیری وِچ آوندی

مولوی صاحب کا ایک دیوان فارسی غزلیات کا بھی ہے جس میں سے کچھ اشعار بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

در دل نشاندہ ایم دل آرائے خویش را　　کردیم وقفِ خلوت او جائے خویش را
از دیدنم چو رنجہ شود آں نگارِ شوخ　　گویم برش چگونہ تمنائے خویش را
در ہر شکنج اوست مُقیّد ہزار دِل　　شانہ مزن دو زلف سمن سائے خویش را
خوش دِل میان اومنم از باغِ خلد و عدن　　تا کردہ ام بکوئے تو ماوائے خویش را
بیدل ہمے طپد ز الم تا کہ جاں برد　　دا کن ز لطف لعلِ شکر خائے خویش را
از شہر و باغ جانبِ صحرا ہمے کشد　　ما دیدہ ایم طبع جنوں زائے خویش را
جاں دادم وز کشمکشِ غم نہ شد خلاص　　بردیم ما ز کوئے تو غوغائے خویش را
من بودم آنکہ در طلبش سر زدم بسے　　دیدم خوب لطف تماشائے خویش را
دل را بہ عشق شعلہ رُخے بر فروختیم　　آتش زدیم جملہ سراپائے خویش را
تا پا برہنہ ما رہ صحرا گرفتہ ایم　　رنگیں نمودہ ام ہمہ صحرائے خویش را

رندم عزیز و سجدۂ بت ہست دینِ ما
دانستہ ایم کعبہ کلیسائے خویش را

جلوۂ آں قدِ رعنا بسکہ مدہوشم کند — میدود سویم اجل تا اندر آغوشم کند
درمیانِ چاہ غم افتادہ ہمچون بیبنہ نم — کشتۂ ہجرش بگینہ ہمچوں سیاؤشم کند
راحت و آرام بر بودہ زمن سودائے او — غلبہ سودائے وصل او بجاں کوشم کند
پیش آں جانِ جہاں خواہم کہ افغاں برکشم — سُرمہ گیں چشم سیاہش لیک خاموشم کند
بارہا گویم کہ دست از عشق بردارم ولیک — سوزِ نیشِ ہجر محتاج از پئے نوشم کند
چوں در آید در سخن آں دلبرِ شیریں ادا — لطفِ اندازِ کلامش جملہ تن گوشم کند
میکنم توبہ زمے من بارہا اے ہمنشیں — باز تاثیرِ نگاہش مست و مے نوشم کند
سایۂ آں زلفِ مشکیں بسکہ سودائے نمود — در سوادِ غم پریشانی سیہ پوشم کند
در خیالِ زلفِ او یکجا نمے گیرم قرار — اُلفتِ گیسوئے مشکیں خانہ بردوشم کند

غمزہ ہائے چشمِ سرشارِ بُتِ کافر عزیز
از تفِ غم چوں خمِ مے مُفت درجوشم کند

(ص ۴۱-۴۲-۴۳-۴۴- العزیز- بہاولپور اگست ۴۱)

نظم الورع کے اختتام پر عربی زبان کے اشعار میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور استغاثہ پیش کیا ہے جو ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ عربی تخمیس ہی سے ان کی عربی دانی سے بخوبی آگاہی مل جاتی ہے کہ محمد عزیز الدین عزیز علوی مرحوم عربی، فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ پنجابی تو ان کی مادری زبان تھی ہی اُردو پر بھی غیر معمولی دسترس ان کے چار زبانوں میں ایک ہی اعلیٰ سطح پر شعر تخلیق کرنے کی قوت سے ان کی علمی وجاہت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے موجود ورثا سے ان کے پنجابی اور عربی کلام کو حاصل کر کے اسے شائع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اندازہ ہو کہ اس دھرتی کی گود میں کس قدر عظیم المرتبت نابغہ شخصیات آرام فرما رہی ہیں۔

اس استغاثہ کے اختتام پر وہ نظم الورع، تاریخ اشاعت یوں درج کرتے ہیں ؎

عزیز از پئے انتفاعِ انام — بتخمیس بردہ نمود اہتمام
چو مطبوع شد گفت تاریخ او — دبیر خرد تحفہ، خاص و عام ۱۳۰۱
چونکہ تخمیس بُردہ شد مطبوع — از پئِ نعتِ مصطفیٰؐ طلبان
سالِ طبعش عزیز ہیچمیدان — گفت جامِ حیات تشنہ لباں ۱۳۰۱
خمسہ بُردہ کو بنعتِ رسوؐل — نور افشانست ہمچو خاور مفت
گشت طالع ز مطبع حسنی — کلکش مشرق کرافت گفت ۱۳۰۱

عبد الغنی خطیب کا قطعہ تاریخ حسبِ ذیل ہے ؎

شکر خدا مخمس بُردہ دریں زمان — مرغوب طبع ہر کہ ومہ لاکلام شد
از بہر سال طبع غنی چوں نمود فکر — ہاتف زعیب کردند خوش کلام شد
۱۳۰۱

سید نیک عالمؒ

پانچواں اور آخری منظوم پنجابی ترجمہ پیر سید نیک عالم کی تخلیق ہے جو گوڑہ سیداں متصل میرپور کہنہ (آزاد جموں کشمیر) کے مشہور سید خاندان میں ۸۰/۱۲۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا اسم گرامی سید دیوان علیؒ تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کرنے کے بعد موضع کُدلتھی ضلع چکوال میں موجود درسگاہ میں پہنچے جو اس زمانہ میں اہم درسگاہ تھی جس میں دینی تعلیم کی تکمیل کے لیے دور و نزدیک سے لوگ پہنچ کر اپنے بچوں کو داخل درس کراتے۔ جب تمام علوم کی تکمیل کر چکے تو پھر اس سلسلہ میں مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے جہاں بھی کسی علم کے ماہر کا پتہ چلتا وہاں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے۔

عربی۔ فارسی۔ لغت۔ صرف و نحو۔ لسانیات لغت کے بعد تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ علم کلام۔ مناظرہ۔ ادب۔ ریاضی۔ طب و حکمت۔ منطق۔ فلسفہ۔ علم رجال۔ معانی۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ علم جفر۔ علم نجوم۔ فلکیات۔ عملیات۔ خطاطی۔ کاغذ سازی وغیرہ وغیرہ علوم متداولہ کی فہرست میں شامل تھے، جنہیں ہر طالب علم اپنی بساط اور شوق کے مطابق حاصل کرتا۔

سید صاحب کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ آپ نے ۳۵ علوم کی تعلیم پائی، لیکن آپ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ چودہ مروجہ علوم پر دسترس رکھتے تھے (ص ۳: سی حرفی ہائے مبارکہ)

ظاہری علوم کے حصول کے بعد آپ عازم دہلی ہوئے، جہاں آپ نے شیخ ابوالخیر فاروقی کے پاس حاضری دی، جو سلسلہ نقشبندی کی اہم ترین شخصیات میں شامل تھے اور مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندیؒ کی نسل سے بھی تھے۔ سید محمد نیک عالم کے علم و دانش اور زہد و اتقاء سے شیخ ابوالخیر بہت متاثر ہوئے۔ آپ کی سرپرستی میں سلوک کی تمام منازل پر پہنچ گئے۔ شیخ ابوالخیر کو سید صاحب کی عادات، اخلاص، فنافی الشیخ کے جذبہ کو دیکھ کر نہ صرف اپنی صاحبزادی کی شادی سید محمد نیک عالم سے کر دی بلکہ اس عندیہ کا اظہار بھی کیا کہ اب میرے خلیفہ اور جانشین سید محمدؒ نیک عالم ہوں گے۔

اس زمانہ میں طریقت روزگار اور معاش کا اہم ترین ذریعہ بن چکی تھی اور فتوحات کو پیرانِ عظام اور گدی نشین اپنا حق خیال کرتے مریدانِ باصفا سے بھاری رقوم حاصل کرتے۔ گدی ایک پنجابی سید کے پاس جاتے دیکھ کر افراد خاندان نے نہ صرف اپنے خاندان کے بزرگ سے اتفاق نہیں کیا، بلکہ اس نکاح پر نفرین بھی کی۔ سید محمد نیک عالم کو ایذائیں بھی دی گئیں، بلکہ سید صاحب نے محسوس کیا کہ اگر انہوں نے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار نہ کی تو انہیں ہلاک بھی کیا جا سکتا ہے۔ شیخ ابوالخیر فاروقی بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، چنانچہ شیخ نے شر سے بچانے کے لیے سید محمدؒ نیک عالم کو بفہ تحصیل مانسہرہ (ایبٹ آباد) میں خلیفہ حاجی محمدؒ کے پاس بھیج دیا تاکہ محفوظ بھی رہیں اور باقی منازل سلوک کا سفر خلیفہ حاجی محمدؒ کی راہنمائی میں طے کریں اور خود حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے عازم حجاز ہوگئے۔

خلیفہ حاجی محمدؒ، شیخ ابوالخیر کے والد کے خلیفہ و جانشین بھی تھے، سید محمدؒ نیک عالم نے تمام باطنی علوم حاصل کیے، جس پر خلیفہ حاجی محمدؒ نے خرقہ خلافت اور دستار فضیلت سے نوازا۔

شیخ ابوالخیر جب حج کی سعادت سے واپس دہلی پہنچے تو انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع سید محمدؒ نیک عالم کو دیتے ہوئے انہیں دہلی پہنچنے کی تلقین کی۔ شاہ صاحب نے دہلی پہنچنے کے بعد شیخ ابوالخیر کے افرادِ خاندان کی نیت میں مزید فتور دیکھا تو رفع فساد اور شر کی خاطر اپنی بیوی کو طلاق دے کر اسے آزاد کر دیا اور خود واپس لوٹنے کا ارادہ کا اظہار کیا، جس پر شیخ ابوالخیر نقشبندی نے صاد فرمایا اور انہیں وطن لوٹنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد سید محمدؒ نیک عالم نے شادی کے بندھن میں خود کو باندھنے سے کبھی بھی اتفاق نہیں کیا اور باقی زندگی مجرد ہی گذار دی۔ ان کی سی حرفیوں میں چند شعروں میں عورت کے حوالے سے بھی انہوں نے بات کی ہے۔

گوڑہ سیداں میں پہنچنے کے بعد رشد و ہدایت کی مسند سجا دی۔ اور پھر حج بیت اللہ اور دربار حضورؐ پاک کی زیارت کی ٹھانی۔ پاپیادہ سفر کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے۔ حج کے بعد مدینۃ الرسولؐ حاضری دی اور ایک سال یہیں مسجد نبوی میں قیام کیا۔ ہر وقت روضۂ حضورؐ پاک کی زیارت میں گذارتے، درس و تدریس

میں مصروف رہے۔ نئے حج کے موقع پر مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچے۔ حج سے فارغ ہو کر اسی راستہ سے واپس پہنچے اور اس طرح ایران و عراق میں موجود زیارت گاہوں میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور بالآخر اپنی جنم بھومی میں پہنچ گئے اور اپنے برادرِ خورد سید محمدؒ رکن عالم کو اپنی خلافت کا مستحق سمجھ کر انہیں اپنا جانشین بنایا۔ ۴۰/۳۹ سال کی عمر میں بروز شنبہ، ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ/ ۱۰ جولائی ۱۹۰۱ء کو وصال کیا۔

آپ کے معاصرین میں میاں محمد بخش، مصنف سیف الملوک۔ پیر مہر علیؒ گولڑوی۔ سید محمد حیدر شاہ جلالپور کیکنا۔ قاضی سلطان محمود۔ اعوان شریف۔ خواجہ محمد قاسم۔ موہڑہ شریف خواجہ محمد بخش، خواجہ غلام محی الدین باؤلی شریف (کھاریاں) سائیں جنگو شاہ شامل ہیں۔ ان میں سے کئی ہم عصر بزرگوں سے آپ کی ملاقات بھی ہوئی میاں محمد بخش صاحب سے اشعار کی زبان میں خط و کتابت بھی ہوتی رہتی۔

جب منگلا ڈیم کی تعمیر کا منصوبہ بنا تو موضع گوڑہ سیداں، منگلہ جھیل میں شامل تھا، چنانچہ ۱۹۔ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ/ ۲۸ جون ۱۹۶۷ء/ ۱۴ ہاڑ ۲۰۲۴ بکرمی بروز بدھ، آپ کو قبر سے نکال کر ۲۹۔ جون ۱۹۶۷ء کو نئی آبادی سنگوٹ (میرپور) میں نمازِ جنازہ کے بعد نئے سرے سے دفن کیا گیا، جہاں اب خوبصورت مزار اور مسجد تعمیر کی جا چکی ہے۔ اب سجادہ نشین سید مراد علیؒ شاہ ہیں۔

سید محمد نیک عالم نے شاعری اپنی ابتدائی عمر ہی میں شروع کر دی تھی۔ آپ کے کلام کو سید مراد علی شاہ کی ہدایت پر مرتب کر کے سی حرفی ہائے مبارکہ کے نام سے طبع کیا گیا ہے، جس میں قصیدہ بُردہ شریف کے علاوہ چھ عدد سی حرفیاں۔ دوہڑے۔ فراق نامہ۔ اشتیاق نامہ وغیرہ کئی چھوٹی بڑی نظمیں شامل ہیں۔

قصیدہ بردہ شریف کا یہ ترجمہ تصوف کے بارے میں کتابیں طبع کرنے والے ادارہ، اللہ والوں کی قومی دوکان کشمیری بازار لاہور نے قیامِ پاکستان سے کئی سال پیشتر طبع کیا، جس کا سلسلۂ تصوف نمبر ۸۷ ہے اور ایڈیشن تیسرا۔

کتاب کے نقطۂ نظر سے خاصے کی چیز ہے اس مجموعہ کی تدوین میں اسی اشاعت سے استفادہ کیا ہے ترجمہ کے آغاز سے پیشتر وہ ترجمہ کا منظوم دیباچہ بھی لکھتے ہیں جو حسبِ ذیل ہے ؎

کون ثنا سُنا دسالے اعرف پاک علم دی — جس دی صفتوں حاضر ہوئی وسعت لوح قلم دی
واجب والی حمد معامد، ہور معارف عالی — حکمن شو دھے نقیں کیہ ہوسی، جس دی ذات عدم دی
عارف نام سداون والے، دم نہ مارن ذرّہ — ایہہ میدان صفت دا ناری، ساڈی دوڑ قدم دی
ذات مقدس پاک وجودوں، کہندا مرد ربّانی — بہت اُریرے ہے سرکاروں صفت وجوب قدم دی
اوہ اللہ، اس بندے اُس دے ہر دم آکھ سنایں — اس منزل وچ عالم شاہا! جا نہ مارن دم دی
اوہ داتا، اس ہاں بھکیاسے، ہر دم بھیکھ منگیندے — اوہ دیندا اس لیندے سارے نعمت خوان کرم دی
جو دتّا، توں دتّا سایاں! جو دسیں توں دسیں — نہیں بھنجالی ہور کسے نوں کوڈی دام درم دی
نبیاں دا سردار محُمّد دتا ہے نبیؐ اسانوں — کیہ کُجھ صفت سناوے خاطی اوس رحیم رحم دی
اوہ ہے خاص مراد الٰہی اس دے سبھ طفیلی — جو ہویا، ہویا سبھ اس دے نوروں ہے ضیا جنم دی
اکھ پرت نہ ڈِٹھا کدھرے نہ سر اُچّا چایا — دیندا خبر خداوند آپوں اُس دے پاک عزم دی
پاک کلام قدیم ربّانی آکھے صفت جنہاں دی — کیہ مجال کرے چترائی، مضغے اس لحم دی
تابعدار جنہاں دے ہوندے خاص پیارے رب دے — قرب انہاں دے نوں کیہ جانے حادث جان علم دی
یارب بھیج صلوٰۃ ہمیشہ لائق شان نبیؐ دے — کیہ دسالے کتنے عالم لکھ، کروڑ، پدم دی

ذات نبیؐ دی باہر دسے، اس مکان حدو ثوں — ذوقی حالت دے وچ یارو! حاجت زیر نہ بم دی
برزخ کبریٰ دے جد قائل ہوئے سبھ ایمانی — طعنے مار نہ آکھو عالم! تیری بات بھرم دی
گل عشق دی کیہ دسالں، عاشق درد رنجانے — ساڑ گئی چنگاری جنہاں تتی اگ کرم دی
جان جسم نوں پٹی جنہاں نوں، ذرہ سی نہ کردے — جھل جھل تیر فراقاں والے بان جنہاں نوں سم دی
آکھن وچ نہ آون یارو! ایہہ عشق دیاں گلاں — جس نوں لگے سوئی جانے گھُٹی سانگ ستم دی
غیراں نوں اس اگ عشق دی کیتا ساڑ سہاگہ — وانگ بوصیری کراں کہاوت میں کیہ ذی سلم دی

قصیدہ کے اختتام پر سید محمد نیک عالم نے حسب ذیل اشعار دیئے ہیں۔

بیت تمام قصیدے والے، سُن توں یار پیارے — اک سو تے دس جھکے نالے، اُتے ترے اکارے
حرف قصیدے والے بھائی! جتنے کتنے سارے — چھ ہزار تے دھاکے چالھی، آکھن پورے تارے
بیت شرح دسے تینوں عالم بندہ عاصی — اک پورا جان برابر اُتے ہور ستاسی[۱۸۷]

اور ان دعائیہ اشعار پر اپنا ترجمہ ختم کرتے ہیں۔

یا رب آس تر ٹی میری، کوئی یار نہ بن دا — رکھاں آس امید بیچارہ پاک نبیؐ دے دم دی
اس دے راہ چلاویں مینوں، کیہ ظاہر کیہ باطن — دل میرے نوں قوت بخشیں، اس دے درد الم دی
جاں جاں جیواں بھر بھر پیواں اُس دا جام رنگیلا — جس نوں تدھ حکومت بخشی ساری عرب عجم دی
مدھ پلا عشق دا اس نوں ہو جاوے مستانہ — عالم نوں توں جانے سایاں! حاجت جام نہ جم دی

اوہ ہستی، اوہ مستی والا ایرا پٹ گماوے
وصل فراق، خوشی گم جاوے سُرت نہ چھوڑے غم دی

جناب محمد فیاض الدّین نظامی بہزاد

"اس مجموعہ میں اردو ترجمہ جناب فیاض الدین نظامی بہزاد دکن کا شامل کیا گیا ہے۔ محترم جناب مشفق خواجہ کا بہت شکر گذار ہوں کہ انہوں نے جناب فیاض الدین نظامی کے آثار و حالات ارسال کیے اس سلسلہ میں اپنے ۷ ستمبر ۱۹۹۹ء کے خط میں رقمطراز ہیں۔

"اس دوران، میں نے اپنے حیدرآبادی دوستوں سے بات کی۔ خواجہ حمید الدین شاہد صاحب نے بتایا کہ محمد فیاض الدین نظامی ان کے دوست تھے اور تقریباً ہم عمر، ۱۹۶۹ء میں وہ پاکستان آئے تھے، قصیدہ بردہ کا جو نسخہ بہادر یار جنگ اکیڈمی میں ہے، وہ انہوں نے اپنے ایک دوست احمد علی (مرحوم) ٹاؤن پلانر کو دیا تھا۔ نظامی کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے یا نہیں۔ خواجہ صاحب کی عمر ۸۲ برس ہے ممکن ہے وہ (فیاض الدین نظامی) بھی زندہ ہوں۔ میرے کرم فرما شفقت رضوی صاحب دکنیات کے ماہر ہیں، انہوں نے نظامی کے بارے میں ایک نوٹ لکھ دیا ہے۔ یہ بھیج رہا ہوں اس کے ساتھ قصیدہ کا دیباچہ بھی ہے (بصورت عکس)

"اگر نظامی کے بارے میں مزید معلومات کی ضرورت ہو تو میں حیدرآباد دکن خط لکھ سکتا ہوں، دہاں میرے کئی کرم فرما ہیں جو مطلوبہ معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔"

"جناب شفقت رضوی، محمد فیاض الدین بہزاد دکن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حیدرآباد دکن کے مایہ ناز ماہرین فن تعمیرات میں محمد فیاض الدین صاحب نظامی کو

ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے، وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے ان کا فنی ذوق عطیہ خداوندی تھا۔ پیشہ کے اعتبار سے وہ آرکیٹکٹ تھے، جب حیدرآباد کے صاحبِ ثروت حضرات نے پرانے شہر سے دور ایک پہاڑی علاقہ میں اپنی الگ بستی بسانے کا منصوبہ بنایا اور "بنجارہ ہلز" پر بنگلوں اور کوٹھیوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا تو وہاں کی اکثر عمارتوں کے نقشے اور ڈیزائن انہوں ہی نے تیار کیے تھے اور اپنا مکان بھی وہیں بنوایا اور "الحمرا" نام رکھا تھا۔ اس عمارت کا نقشہ بھی ان کے ذوق کا نمائندہ ہے، جو ایوانِ اُردو کہلاتا ہے جس میں "ادارہ ادبیات اردو" قائم ہے اور پچھلی نصف صدی سے زائد عرصہ پابندی کے ساتھ شائع ہونے والے رسالہ "سب رس" کا دفتر ہے۔

محمد فیاض الدین پاکیزہ طینت، مرنجاں مرنج، سادہ مزاج اور مذہب سے خصوصی لگاؤ رکھنے والے تھے وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مبارک کا شرف بھی حاصل تھا۔ وہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے سلسلہ میں بیعت تھے، حضرت حسن نظامی کے عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ حیدرآباد میں میلاد شریف اور دیگر مجالس و اجتماعات میں البوصیری کا قصیدہ بردہ شریف پڑھایا جاتا تھا۔ جناب حبیب الکاف مرحوم اس والہانہ انداز میں قصیدہ پڑھا کرتے تھے کہ حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ محمدؐ فیاض الدین صاحب ان مجالس میں شریک ہوتے اور قصیدہ کے ایک ایک سطر کو اپنی رُوح کی گہرائیوں میں اترتا ہُوا محسوس کرتے۔ ایک عرصہ تک قصیدۂ شریف کے اشعار ان کے دِل و دماغ پر چھائے رہے بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اسے منظوم اردو میں منتقل کیا جائے۔ عربی اور فارسی جاننے والوں سے ایک ایک شعر بلکہ ایک ایک لفظ کے مطالب و مفاہیم معلوم کیے اور جب قصیدہ کی معنوی گہرائیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا۔ اس قصیدۂ سے ان کی حضورؐ سے عقیدت، البوصیری سے لگاؤ اور شعری ذوق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں شامل عرضِ مترجم کے آخر میں انہوں نے ربیع الاول ۱۳۸۹ھ/مئی ۱۹۶۹ء کی تاریخیں درج کی ہیں یہی گویا اس منظوم ترجمہ کی تاریخ اشاعت، اس میں عربی اشعار جلی حروف میں ہیں اور ان کے نیچے خفی حروف میں اردو ترجمہ درج ہے، سرخ ورق، رنگین، دیدہ زیب ہے، کتابت اعلیٰ درجہ کی ہے اور طباعت کے لیے ابتدا میں حضرت حسن نظامی کا مختصر سا تعارفی نوٹ ہے مترجم نے قصیدۂ بردہ شریف کی تاریخی اہمیت اور شاعر البوصیری کے حالات بھی "عرضِ مترجم" میں شامل کر دیئے ہیں، لیکن اپنے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ یہ بھی نہیں بتلایا کہ اس ترجمہ کے علاوہ بھی ان کی کوئی ادبی یا شعری کاوش ہے یا نہیں، اس بارے میں ہم بھی لاعلمی کا شکار ہیں"۔

"جس سال قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ شائع ہوا اسی سال وہ اپنی بیٹی سے ملنے کراچی آئے تھے۔ یہاں اکثر اہلِ علم حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں۔ حضرات بہزاد لکھنوی کی شمع حیات ٹمٹما رہی تھی، ان کی خدمت میں نہایت ادب و احترام سے حاضری دی۔ اپنے مترجم قصیدہ شریف کا ایک نسخہ احمد علی صاحب مرحوم "ٹاؤن پلانر پاکستان" کو عنایت کیا تھا .... احمد علیؒ مرحوم کی کتابوں کا ذخیرہ کتب خانہ بہادر یار جنگ کراچی کو ملا، جہاں یہ نسخہ اچھی حالت میں محفوظ ہے .... اس ہدیہ پر محمدؐ فیاض الدین نظامی کے دستخطوں پر اکتوبر ۱۹۶۹ء درج ہے (دوسرے لفظوں میں اکتوبر ۱۹۶۹ء میں کراچی میں مقیم تھے")

جناب رضوی نے عرضِ مترجم سے حسبِ ذیل اقتباس بھی شامل مکتوب کیا ہے :

الحمدللہ کہ اللہ پاک نے میری دیرینہ دلی تمنا کو پورا کیا اور اس مبارک قصیدہ کا منظوم ترجمہ مکمل ہوا۔ نہ میں شاعر ہوں نہ زبانِ عربی کا ماہر، البتہ نعتوں سے والہانہ عقیدت ہے اور رسولِ کریمؐ کے اس پسندیدہ قصیدہ کی محبت نے بہ طفیل غلام غلامان آلِ محمدؐ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا"۔

"عربی ادب کی حیثیت سے یہ قصیدہ فصاحت و بلاغت کا بہترین نمونہ ہے جس کا سمجھنا ہر کس و ناکس کے لیے قدرے دشوار ہے اس لیے میں نے اکثر دوست احباب کی خواہش پر مولانا جامی علیہ الرحمہ کی تقلید میں مصنف کے مضامین اور خیالات کو اسی قافیہ میں اور حتی الوسع اسی ترتیب کے ساتھ زبانِ اُردو میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ عوام اس سے استفادہ کر سکیں اور عربی مولود شریف کے ساتھ اس کا اُردو ترجمہ بھی اسی طرز میں پڑھا جائے تاکہ ہر شخص بہ آسانی اس قصیدۂ شریف کے معانی اور مطالب کو سمجھ سکے اور اس نعتِ عظمیٰ سے مستفید اور لطف اندوز ہو۔ میرے اُردو ترجمہ کے عاشقِ رسولؐ حضرت مولانا محمدؐ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی بطور تبرک شریک کر دیا گیا ہے تاکہ وہ بھی جو فی زمانہ مفقود ہوتا جا رہا ہے، محفوظ ہو جائے اور قارئین کو عربی کے ساتھ فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں لطف اُٹھانے کا موقع ملے۔

خاتم الشعراء مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ

اس مجموعہ میں شامل فارسی منظوم ترجمہ، خاتم الشعرا ، مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ سے منسوب ہے۔ مولانا جامیؒ ان خوش قسمت فارسی گویان میں سے ہیں کہ جن کی حیات و ممات، تعلیم و تربیت، تحصیل علم، عائلی زندگی اوصاف اخلاف، معاصرین، احباب، ہم فکر، خوشہ چیں، تالیف و تصانیف، گویا تمام احوال و آثار، ان کے قریبی دوستوں، عقیدت مند معاصرین نے مرتب کرکے ان کے بارے میں تمام چھوٹی بڑی جزئیات کے بارے میں بھی اطلاعات فراہم کردیں جس کی وجہ سے تھوڑی سی جستجو کے بعد ان کا کوئی بھی قاری ان کے عہد کے معاشی، سیاسی اور سماجی حالات، درس و تدریس کے انداز، تعلیم و تربیت کے طور طریقوں سے اس طرح آگاہ ہوجاتا ہے کہ اس زمانہ کی پوری تصویر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی شخصیت، امیر نظام الدین علی شیر نوائی (پ ۸۴۴، ۹۰۶ھ) ہیں جو اس کے عہد کے مشہور اہل دانش میں سر فہرست اور بلند پایہ شاعر تھے۔ مولانا جامی (پ ۸۱۷ھ - ۸۹۸ھ ۱۴۱۴ء ۱۴۹۲ء) کی وفات کے وقت پچاس سال کے ہو چکے تھے۔ انہوں نے مولانا جامیؒ کی وفات کے بعد جلد ہی خمسۃ المتحیرین ترتیب دے کر مولانا جامی کے تمام حالات و کوائف اس کتاب میں اکٹھے کردیئے یہ کتاب ترکی زبان میں ہے تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ جناب حاج محمد آقائی نخوانی نے اسے فارسی روپ بخشا، مگر بیشتر یورپی مستشرقین نے نوائی کی اس کتاب کے اصل متن (ترکی) ہی سے استفادہ کیا۔

اس کے علاوہ اس زمانہ میں کئی اور قابلِ ذکر افراد نے مولانا جامی کے بارے میں مواد کو زیادہ سے زیادہ وقیع بنانے کے لیے اپنی تالیفات و تصانیف کی اہمیت کو دہ چند کردیا۔ ان میں ظہیر الدین بابر گورگانی (پ ۸۸۷ھ - و ۹۳۷ھ) ہندوستان میں مغل راج کا بانی امیر دولت شاہ بن امیر علاؤالدولہ بختی شاہ سمرقندی (د ۸۹۶ھ) مولانا جامی کے شاگرد اور خلیفہ مولانا رضی الدین عبدالغفور لاری (د ۵ شعبان ۹۱۲ھ/۲۱ دسمبر ۱۵۰۶ء) شامل ہیں۔ لاری تصوف کی دنیا کی اہم ترین شخصیت ہیں انہوں نے داتا گنج بخشؒ کی اہم ترین تصنیف کشف المحجوب کا بسیط دیباچہ رقم کیا۔ جناب لاری نے تکملہ حواشی نفحات الانس (۸۹۸ھ — ۹۱۲ھ) کے درمیان میں لکھی، جس میں مولانا جامی کی اس کتاب سے تکملہ میں جامیؒ کی شخصیت، کے کئی پہلو سامنے آگئے ہیں۔

بدیں وجہ مولانا جامیؒ کے احوال و آثار کی نسبت سے کوئی گوشہ — مخفی نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اہل یورپ مولانا جامیؒ کے بارے میں متوجہ ہوئے تو انہیں اس تلاش و جستجو سے نہیں گذرنا پڑا، جس سے وہ فارسی زبان کے دوسرے تخلیق کاروں کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کو سفر کرنا پڑا۔

ایک اور تیسرا ماخذ بھی اس معاملہ میں کم اہمیت نہیں رکھتا۔ وہ مولانا جامی کے ہم زلف فخرالدین علیؒ صفی بن حسینؒ کاشفی کی "رشحاتِ عین الحیات" نامی کتاب ہے جو آپ کی وفات کے گیارہ سال بعد ۹۰۹ھ میں رقم کی گئی۔ یہ کتاب سلسلہ نقشبندیہ سے متعلق بزرگوں کا تذکرہ ہے اور ظاہر ہے اس میں بھی جو کوائف و آثار درج ہیں ان سے استفادہ کرکے مولانا مرحوم کے جو بھی احوال و آثار درج کیے جائیں گے وہ یقیناً درست اور ٹھیک ہی ہیں، کیونکہ اہل خانہ اور اس قدر قریبی رشتہ دار اپنے ہم زلف کے بارے میں لکھتے ہوئے بخل سے کام نہیں لے گا جب کہ وہ اپنے ہم زلف کا عقیدت مند بھی ہو۔

مذکورہ بالا ماخذوں کے مطابق مولانا جامیؒ جام کے نزدیک ایک قدیم آبادی خرجرد میں عشاء کے وقت ۲۳ شعبان المعظم ۸۱۷ھ (۷ نومبر ۱۴۱۴ء) کو پیدا ہوئے، آپ کا اصلی لقب عمادالدین تھا، مگر نورالدین سے شہرت ملی، آپ کا نام عبدالرحمٰن سے جام سے تعلق خاطر ہونے کی نسبت سے جامی کو تخلص کے طور اختیار کیا۔ آپ کے والد صاحب کا اسمِ گرامی احمد بن محمّد دشتی تھا۔ اس عہد کے مقتدر ترین اساتذہ سے تعلیم پائی۔ ذہین ترین طلباء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

آپ کے ہم زلف فخرالدین علی صفی کی تصنیف "رشحات عین الحیات" میں مولانا جامیؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں کافی مواد موجود ہے وہ رقمطراز ہیں کہ "وہ چھوٹی عمر ہی میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ہرات پہنچے اور مدرسہ نظامیہ میں قیام کیا وہاں علومِ عربی کے ماہر جنید اصولی کے درس میں داخلہ لیا، جن کی شہرت دور ونزدیک پھیلی ہوئی تھی۔ جامی کو مختصر تلخیص پڑھنے کا شوق ہوا، جب جامی اس درس میں داخل ہوئے تو کچھ طلباء شرح مفتاح اور مطوّل کا درس لے رہے تھے اگرچہ جامی شرعی حد بلوغت کی دہلیز تک پہنچ نہیں پائے تھے، مگر اپنے اندر ایسی کتب کا مطالعہ کرنے کی استعداد پاتے۔ لہٰذا وہ "مطوّل" اور "حاشیہ مطوّل" پڑھنے لگے۔

پھر وہ خواجہ علیؒ سمرقندی کے حلقۂ درس میں داخل ہوگئے۔ خواجہ سمرقندی مدقق روزگار اور حضرت سید شریف جرجانیؒ کے نامور شاگرد بنے، جو طریقۂ تدریس میں اپنی مثال آپ تھے، لیکن جامیؒ چالیس دن ہی میں ان سے فارغ ہوگئے اور مولانا شہاب الدین محمد جاجرمی کے حلقۂ درس میں پہنچ گئے۔ مولانا جاجرمی اپنے زمانہ کے بہترین باحث تھے اور ان کے سلسلۂ تلمذ جناب مولانا سعدالدین تفتازانی سے جاملتا تھا۔ جامی فرمایا کرتے تھے، ہم جو چند روز ان کے درس میں حاضر ہوئے تو ان سے دو کارآمد باتیں پلے پڑیں۔ ایک یہ کہ کتاب "تلویح" پڑھاتے وقت وہ مولانا زادہ خطائی نظام الدین ہ کے اعتراضات کا رد کرتے، پہلے دن جب انہوں نے ان (مولانا زادہ خطائی) کا اعتراض دور کرنے کے لیے دو تین مقدمات قائم کیے، تو ہم نے انہیں جھٹلا دیا، دوسری نشست میں انہوں نے بڑے غور و خوض کے بعد جواب دیا جو قدرے منطقی استدلال رکھتا تھا۔ دوسری بات فن بیان میں ان کا مطوّل تلخیص سے تھوڑا اختلاف تھا وہ بنیادی طور پر اس کا کوئی زیادہ رد نہیں کرتے تھے۔ البتہ کتاب کی عبارت اور الفاظ پر سختی کے ساتھ معترض تھے اور ان کی دلائل میں کچھ وزن تھا۔ بعدہٗ جامی سمرقند میں قاضی زادہ روم کی درسگاہ میں چلے گئے، قاضی زادہ اپنے عہد میں ایک بہت بڑے محقق تھے پہلی ہی ملاقات میں ان سے بحث کا آغاز ہوا بات لمبی ہوگئی۔ بالآخر قاضی زادہ کو جامی کے استدلال کو تسلیم کرنا پڑا۔ میرزا الغ بیگ کے ہاں عہدہ صدارت پر فائز ایک بہت بڑے عالم دین مولا فتح اللہ تبریزی بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی اس مجلسِ مباحثہ میں موجود تھے۔ قاضی زادہ روم نے سمرقند میں اپنی درسگاہ میں مجلس کا انتظام کیا۔ علاقہ کے تمام اکابر اور افاضل وہاں موجود تھے۔ قاضی زادہ روم اس مجلس میں زیادہ تر صاحبانِ استعداد اور خوش طبع لوگوں کا تذکرہ کرتے رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے بارے میں کہا، جب سے سمرقند آباد ہوا ہے جدتِ طبع اور قوتِ تصرف میں جام کے اس نوجوان کے پائے کا کوئی شخص دریائے آمو یہ عبور کرکے ادھر نہیں آیا۔ قاضی روم کے شاگرد ابو یوسف سمرقندی کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ سمرقند آئے تو اتفاق سے فن ہیئت میں ایک کتاب کی شرح مطالعہ کرنے لگے۔ قاضی زادہ روم نے اس کتاب کے حواشی میں کئی سال سے کچھ تعلیقات لکھ رکھی تھیں، جامی روزانہ نشست میں ان میں سے ایک میں حکّ و اصلاح کر دیتے۔ قاضی اس کام پر جامی کے بہت زیادہ احسان مند ہوئے چنانچہ وہ اپنی شرح چغمنی بھی اٹھا لائے اور اسے بھی جامی کو دکھلایا۔ جامی نے اس میں وہ تصرفات کیے جو قاضی زادہ روم کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے

ایک دن ہرات میں مولانا علیؒ قوسچی ترکوں کی طرح ایک عجیب و غریب گٹھڑی باندھے جامی کی مجلس میں آئے اور شبے کی آڑ میں فن ہیئت کے چند بیحد مشکل سوالات سامنے رکھے۔ جامی نے ایسا مدلل جواب دیا کہ مولانا قوسچی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ جامی نے مولانا کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ "مولانا آپ کی گٹھڑی میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں تھی"؟ اس کے بعد مولانا قوسچی ہمیشہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے کہ اس دن مجھ پر یہ بات دوبارہ واضح ہوگئی کہ اس دنیا میں واقعی کسی "نفس قدسی" کا وجود ہے۔ کچھ مخادیم فرماتے کہ یہ مسئلہ اس لیے ہے کہ سلسلۂ خواجگان (نقشبند) قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم سے نسبت عقل کی معاون ہوتی ہے اور قوت کو بڑھاتی ہے۔

چھٹی کے دن وہ فراغت اور آسودگی میں گذارتے، اُن کی طبع ذہین اندیشہ ہائے دور و دراز میں مشغول رہتی، جب درس میں جاتے تو اس سے پیشتر بسا اوقات ایسا ہوتا کہ کسی ہم سبق سے کتاب لے کر چند لمحوں میں اس کتاب پر نظر ڈال لیتے اور درس میں جا پہنچتے، لیکن اس کے باوجود آپ ہی تمام طلبا پر غالب رہتے مولانا معین تونی کہتے ہیں جب جامی مولانا علیؒ کے درس میں شامل ہوتے تو کسی صاحب استعداد کی جانب سے جو شبہ بھی سامنے آتا۔ جامی بلا تاخیر اسے دور کر دیتے وہ ہر روز مجلس میں اپنے حاصل مطالعہ سے دو تین خصوصی شبہات اور اعتراضات اٹھا جاتے۔ جامی ایسے علوم کے اکتساب کی خاطر جن کا تعلق اور تقاضا سننے سے ہے اپنے معاصرین کے درس میں جاتے رہتے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہیں کسی کی شاگردی کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ وہ دنیا بھر کے مدرسین پر غالب تھے۔ ایک دن ان کے اساتذہ اور معلمین کی بات شروع ہوئی تو انہوں نے فرمایا "ہم نے کسی استاد کے سامنے ایسا سبق نہیں پڑھا کہ وہ ہم پر غالب ہوتے، بلکہ ہر بحث میں ہمارا پلہ ہی بھاری رہا یا کبھی برابر رہتے کسی شخص کا بھی ہم پر استادی کا حق ثابت نہیں۔ درحقیقت ہم اپنے باپ کے شاگرد ہیں جن سے ہم نے زبان سیکھی۔ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ انہوں نے علوم صرف و نحو اپنے والد سے پڑھے۔ اس کے بعد علومِ عقلی اور معارف یقینی میں انہیں کسی کی کوئی خاص ضرورت پیش نہ آئی۔ (ص: ۲۳۵-۲۳۸ رشحات عین الحیات ج: ۱)

ان کے شاگرد اور خلیفہ عبدالغفور لاری اس میں یوں اضافہ کرتے ہیں :

فقیر (لاری) کو حضرت جامیؒ کے آستانِ رفیع الشان پر پہنچنے سے پہلے تردد تھا کہ جو مرتبۂ شعرگوئی کی بدولت انہیں حاصل ہے وہ گہرے تفکر اور دقیق تامّل کے بغیر میسر نہیں آسکتا اور یہ امر مرتبۂ کمال کے منافی اور جمعیتِ خاطر کے متناقص ہے۔ لیکن جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ کوئی شغل بلکہ حوادثِ زمانہ میں کوئی واقعہ یا حادثہ بھی ان کے ظاہری و باطنی اشغال کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا اور وہ اپنی کیفیت میں کسی تبدیلی کے بغیر اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں وہ اپنا بہترین وقت بلاتکلف وزحمت درس (رُوحانی) دینے میں صرف کرتے ہیں (ص ۹ :تکملہ حواشی نفحات الانس) مشہور مستشرق، ایڈورڈ براؤن، ایران کی ادبی تاریخ کے موضوع پر مولانا جامی کے مقام و مرتبہ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

"وہ (جامی) ان نامور اساتذہ اور اکابرین میں سے ایک ہیں، جنہیں سرزمین ایران نے پروان چڑھایا اور وہ ان (اساتذہ اور اکابرین) کے درمیان (اس لحاظ سے) انفرادیت کے حامل ہیں کہ وہ (بیک وقت) عظیم شاعر بھی ہیں اور نکتہ رس محقق بھی اور عالی مرتبت عارف بھی"۔ . . . (ص ۴۴۵، سعدی تا جامی)

ایران میں کسی دوسرے شاعر کی مثال کم ملتی ہے جو اُن (جامی) کی طرح اپنی ہی زندگی میں غیر معمولی عزت و احترام اور بے پایاں شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہو۔ (ص ۴۴۵، سعدی تا جامی)

"کوئی استادِ سخن اور فارسی کا شاعر بھی موضوعات کے تنوع اور مختلف فنون تفنن میں ان (جامی) کے پایۂ کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔" (ص ۴۹۲: سعدی تا جامی)

جامی سرزمین ایران سے اُٹھنے والے نامی نوابغ میں سے ایک ہیں، کیونکہ وہ بیک وقت عظیم شاعر عظیم محقق اور عظیم عارف ہیں (اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا، ج تین)

ایک اور مستشرق کیپٹن ناسولیس تسلیم کرتے ہیں نہ صرف شعر و شاعری کے لحاظ سے بلکہ علمی فضائل اور تحقیق کے پہلو سے بھی جامی کا ذوق بھرپور اور علم وافر تھا۔ (ص ۴۴ : جامی اُردو ترجمہ)

مولانا جامیؒ خراسان زادہ ہونے کی وجہ سے فارسی زبان و ادب سے تو پوری طرح بہرہ ور اور آگاہ تھے، کیونکہ یہ اُن کی مادری زبان تھی لیکن عربی زبان و ادب پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ اس سلسلہ میں آقائی علی حکمت کی رائے، مولانا جامیؒ کا عربی زبان و ادب میں مقام و مرتبہ مرتب کرنے میں ہماری معاون ہے وہ لکھتے ہیں۔

مولانا جامیؒ کا عربی زبان و ادب میں، ان کے عربی اشعار اور تالیفات سے ان کا مقام و مرتبہ واضح ہے۔

مولانا کو (عربی) علوم تفسیر لغت، تاریخ، حدیث، اور شعر میں جو یدِطولیٰ حاصل تھا۔ اس سے انہوں نے فارسی آثار میں مستعمل ترکیبات و جملات اور مطالب و معانی کو خوبصورت بنانے میں بڑا کام لیا ہے۔ عربی ادب کی حیثیت اُن کے ہاں ایک بھرپور خزانے کی سی ہے، جس سے وہ آبدار اور رنگ برنگ موتی انہوں نے اٹھا کر اپنی دانشوری کی بساط پر چن دیئے۔ مولانا نے اس سے ایک قدم آگے بھی اٹھایا اور وہ یہ کہ انہوں نے مذکورہ بالا علوم پر مستقل کتابیں تصنیف کیں جو آج بھی یادگار ہیں۔ (ص ۲۲۲: جامی اردو)

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ یہ خراسانی زادہ (جامی) عربی علوم و فنون میں، عراق، شام اور مصر کے اساتذہ کے ہم پلّہ تھے، جیسا کہ پہلے باب میں لکھ آئے ہیں۔ کہ نویں صدی ہجری میں خراسان اور ماوراء النہر، علم و ادب کا مرکز تھے تو ہرات و سمرقند اکابر علماء و ادباء کا مسکن"۔

"جامی کی ملمع غزلیات کا ایک مصرعہ عربی اور دوسرا فارسی ہے ان دونوں زبانوں کے امتزاج کا بہترین اور خوبصورت ترین نمونہ ہے" (ص ۲۲۳ : ایضاً)

جامی کے اخلاقی قصائد اور مثنویات سبعہ پر عرب افکار اور آداب کا اثر بے حد نمایاں ہے۔ انہوں نے عرب شعراء کے کئی شہ پاروں کو بہترین اور شیریں بیان میں فارسی کا جامہ پہنایا۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ شیخ سعدی شیرازی (۶۹۴ھ) کے بعد جامی ہی وہ عظیم ترین اور ماہرین ترین ادیب ہیں جنہوں نے عربی ادب کو فارسی زبان میں بیان کیا۔ (ص ۲۴ - ۲۲۳، ایضاً) اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ قصیدہ بردہ شریف کی خوشبو ان تک نہ پہنچی ہو۔ یہ عہد آفرین عربی تخلیق یقیناً ان تک پہنچی ہوگی البوصیری نے وفات ۱۲۹۸ء میں پائی۔ جامی کی پیدائش ۱۴۱۴ء میں ہوئی۔ جامی کی پیدائش تک قصیدہ بردہ شریف کے کئی تراجم فارسی میں بھی ہو چکے تھے۔ یقیناً ان تراجم کا مطالعہ بھی کیا ہوگا، مگر عجیب بات ہے کہ ان کے بارے متذکرہ بالا ماخذوں میں قصیدہ شریف کے ترجمہ کی نشاندہی نہیں ہوئی۔ پاک و ہند میں جامیؒ کے نام سے شہرت پانے والا قصیدۂ بُردہ شریف کا ترجمہ کہاں سے آگیا۔

اس سلسلہ میں ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ انہوں نے بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت میں گذارہ اور دوبار مدینۃ الرسولؐ میں حاضری دی اور کسی ایک موقعہ پر قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ کر دیا جسے کسی عقیدت مند نے سنبھال لیا ہوگا۔ اغلب یہی سبب ہے کہ ان کے تینوں قریب ترین ماخذوں میں ان کی اس تصنیف کا ذکر نہیں، مگر پاک و ہند میں جو قصیدہ بردہ شریف رائج ہے اس مجموعہ میں وہی ترجمہ شامل ہے اس ترجمہ کا سالِ تصنیف ۸۱۰ھ ہے اور اس کے مصنف محمد حافظ شریف ہیں۔(ص ۴۰۸ جامی) مولانا جامی اس ترجمہ کے سات سال بعد ۸۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔

گنج بخش لائبریری اسلام آباد میں نسخہ نمبر ۵۹۰ بھی ایک فارسی ترجمہ موجود ہے جسے ترقیمہ میں مولانا جامیؒ سے منسوب کیا گیا ہے لیکن اس کے مترجم غضنفر بن جعفر حسینی ہیں۔

گنج بخش لائبریری اسلام آباد میں قصیدہ بردہ شریف کا ایک اور مخطوط موجود ہے جس کا نمبر ۲۴۱۳ ہے اس میں حسب ذیل شعر

فما تطاول امام المدیح الیٰ   ما فیہ من کرم الاخلاق والیم

کی تشریح کرتے ہوئے شارح نے یہ فارسی شعر لکھا ہے ؎

صفات حسن تو گفتن نہ حد جامی و بیدل   بہر کجا کہ رسد فہم ما تو برتر ارزانی

مشہور ببلیوگرافر احمد منزوی مولانا جامیؒ سے منسوب پانچ قصیدۂ بردہ شریف کے تراجم کے ایسے قلمی نسخوں کی اطلاع دیتے ہیں جو اکیڈمی علوم شعر روی روس میں موجود ہیں (ص: ۳۴۸۳، ج: ۵، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی)

لیکن جب ان پانچوں نسخوں کا کوئی متن اور ترقیمہ سامنے نہیں آتا ہے اس وقت تک کوئی حتمی بات کرنا ممکن نہیں ہے۔ بدیں وجہ اس مجموعہ تراجم میں فارسی ترجمہ ملا عبدالرحمٰن جامی کی تخلیق نہیں، بلکہ یہ محمد حافظ شریف کی کوشش کا نتیجہ ہے اور ان کے کوائف دوسرے ایڈیشن میں انشاءاللہ شاملِ اشاعت ہوں گے۔

القاضی العالم عبدالرحیم محمد زرق

آخری اور انگریزی ترجمہ جناب القاضی العالم عبدالرحیم محمد زرق، بی اے (آنرز) کی کوشش کا نتیجہ ہے جو انگریزی نثر میں ہے۔ جناب زرق نے بہت سلیس اور سادہ زبان میں عربی مفاہیم کو انگریزی میں منتقل کیا ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ عربی زبان سے بھی پوری طرح آگاہی رکھتے ہیں اور انگریزی زبان میں بھی، چنانچہ ترجمہ کرتے وقت قصیدہ بردہ شریف کی ادبیت اور متصوفانہ انداز کو قائم رکھنے میں کامیاب رہے ہیں۔ ترجمہ میں ایجاز و اختصار ہماری اس بات کی تائید کرتا ہے اور ایسے انگریزی الفاظ کا ترجمہ بھی تلاش کرنے اور اس کا مترادف تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے جو بہت حد تک انہی معنوں میں انگریزی میں بیان نہیں کیے جا سکتے مثلاً غیرت کا انگریزی مفہوم تو بیان کیا جا سکتا ہے ایک لفظ میں ترجمہ ہمیں نہیں ملتا، مگر جناب القاضی زرق اس مشکل کا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

ترجمہ سے پیشتر عربی زبان میں بردہ شریف کی قدیم اور جدید شرحوں کا مطالعہ کر چکے تھے اور یورپی زبانوں کے تراجم کا مطالعہ بھی کر چکے ہیں۔ ہند و پاکستان میں ہونے والے تراجم بھی ان کے سامنے ہیں۔ کچھ حصہ کا ترجمہ کر کے انہوں نے اسے انگریزی میں ۱۹۷۲ء میں طبع کیا، جسے سری لنکا کے پریس نے بہت پسند کیا ترجمہ کو مکمل کر کے طبع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا جس پر صاد کرتے ہوئے انہوں نے ترجمہ کو مکمل کر کے طبع کر دیا۔

ان کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کی ناکام کوششیں کیں تاحال کامیابی نہیں ہوئی۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جوڈیشل سروس کمیشن، سری لنکا، کے شعبہ قضات میں بورڈ آف قاضی کے رُکن ہیں۔

یہ معلوم ہونے پر کہ آپ سری لنکا کے ایک اہم ترین ادارہ کے رکن ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف مکمل کرنے کے بعد جب اسے شائع کیا گیا تو دنیا بھر میں اس کی

پذیرائی ہوئی ۔قدر اور احترام کی نگاہ سے جناب قاضی زرق کو دیکھا جانے لگا۔

آپ کے وطن مالوف کے بارے میں علم ہوجانے پر سری لنکا کے پاکستان میں سفارت سے رابطہ کیا ،لیکن ان سے بھی خط وکتابت بیکار ثابت ہوئی ، سری لنکا کے جوڈیشنل کمیشن کو بھی خط لکھے ، جواب نہ ملنے پر اسی پر اکتفا کرنا پڑا کہ شعبہ قضات ،سری لنکا کے اہم رکن ہیں اب یہ بھی معلوم نہیں کہ بقیدِ حیات ہیں یا نہیں ؟ بہر حال انگریزی ترجمہ کی شمولیت سے کتاب کی اہمیت میں یقیناً اضافہ ہوا ہے ۔اس لیے ہم ان کے بھی شکر گذار ہیں ،کیونکہ انہوں نے تو قاضی زرق کا ایڈریس فراہم فرمایا اور نہ ہی ان کا پتہ ارسال کرکے ان کے بارے میں کوئی آگاہی بخشی ۔

اختتامیہ

عزت بخاری رقمطراز ہیں ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و با یزیدؒ ایں جا

آسمان کے نیچے آپ کا وجود اس قدر نازک و محترم اور برگزیدہ ہے کہ جناب جنید بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ ایسی محترم شخصیات بھی احترام کی وجہ سے دم سادھ لیتی ہیں ۔

پنجابی ایک شاعر نے اس حوالہ سے بات کرتے ہوئے کہا تھا ، کہ

اسیں کون کمینے اُمتی کیہ ساڈا پایہ

جو کم از کم اپنے اوپر صادق آتی ہے تاہم یہ کام جو قدرت نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت سے ہمیں سونپا تھا جس کی وجہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے حبیبؐ کے صدقہ میں یہ عزت اور سعادت بخشی اس کے نتیجہ میں یہ اتنا بڑا کام سرانجام پاگیا ؎

یہ تیرا ہی کرم ہے آقا کہ بات اپنی بنی ہوئی ہے

پہلے متن کی تدوین ، پھر شامل مجموعہ بزرگوں کے احوال و آثار ۔ ان کی تلاش و جستجو ایک طویل عمل تھا ، جناب سید بابر علیؒ کی ہلاشیری اور دوست احباب کی اشیرباد سے کام پایۂ تکمیل کو پہنچ کر اب آپ کے سامنے ہے اور آپ ہی اس کی قدر و منزلت کا اندازہ لگا سکتے ہیں ۔اس سلسلہ میں یقینا کوتاہیاں اور فروگذاشتیں بھی ہوئی ہوں گی وہ راقم السطور کی ذمہ داری ہے ۔ اصلاح کرکے شکر گذار کرائیں اور اس سے مطلع بھی کریں ۔

اس مجموعہ میں جس قدر بھی معنوی ، صوری خوبیاں ہیں وہ جناب سید بابر علیؒ ، پیکیجز لمیٹڈ ، سید بابر علیؒ فاؤنڈیشن ان کے شعبہ کے سٹاف اور عملہ کی معاونت کا نتیجہ ہے جس کے لیے سپاس گذار ہونا قدرتی بات ہے ۔ والسلام

شعبہ آرٹ ، پیکیجز لمیٹڈ
سید بابر علیؒ فاؤنڈیشن
شاہراہ رُومی ،
لاہور ۔ ۵۴۷۶۰

سید سبط الحسن ضیغم
۳۔ ستمبر ۲۰۰۱ ء
۱۴۔ جمادی الثانی
۱۴۲۲ ہجری

متن قصیدہ بُردہ شریف

فصل اوّل :۔ تشبیب

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٖ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُّقْلَۃٍ بِدَمٖ

لگدا اے کہ تینوں ذی سلم دے سجّن یاد آگئے نیں جنہاں دی یاد وچ توں خون دے اتھرو رو رہیا ایں
سید سبط الحسن ضیغم

جاں چیت آون تیرے تائیں ساتھی ذی سلم دے | نین تیرے رت ہنجو رون، مارن دردلم دے
سید وارث شاہ

جد یاد کراں دل اپنے اتے ساتھی ذی سلم دے | رون ہنجوں، چھم چھم برسن پلکاں نال دم دے
حافظ برخوردار

آکھ ویکھاں تا یاد پیو نیں پیارے ذی سلم دے | ہنجوں اکھیں وٹن تیریاں آکھ کہاں تینوں کیہ غم
غلام مرتضےٰ

جاں جاں ذی سلم دے دل وچ یاد کریں ہمسائے | اکھ تیری رت ہنجوں دا اک بھاری مینہ وسائے
محمد عزیزالدین

شاید یاد آئی پھر تینوں، یاری ذی سلم دی | اتھرو خون آلودہ تیری تائیں ناہیں تھم دی
سید محمد نیک عالم

کیا تمہیں یاد آگئے ہمسایگانِ ذی سلم | خون کے آنسو جو آنکھوں سے رواں ہیں دمبدم
محمد فیاض الدین

اے زیادِ صحبت یار انت اندر ذی سلم
اشکِ چشم آمیختی، با خون رواں گشتہ بہم
عبدالرحمٰن جامی

Is it because of the reminiscences of friends at "Zu-Salam" that you have mixed the tears with blood flowing in streams from your eyes? ABDUR-RAHIM MUHAMMAD ZERRUQUE

أَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ تِلْقَآءِ كَاظِمَةٍ
أَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَآءِ مِنْ إِضَمِ

یا طیبہ دلوں آون والی ہوا کوئی سنیہا لیائی اے یا پھر ہنیری رات وچ بجلی لشکن نال تینوں محبوب دا ٹھکانہ نظریں پیا اے

یا ایہہ ٹھنڈی واؤ گھُلی، محبوباں دی واؤں — یا ایہہ بجلی لشکی آہی، رات اندھیری جاوَں
یا جُھلّی واؤ سنیہے لیاون، جُھلّی کوہ کظم دی — یا لشکی بجلی وچ اندھیارے، جاگاہ یار اِضَم
یا تاں واؤ وگی ہے تینوں محبوباں دی ولوں — یا ایہہ بجلی لشکی آہی، ادھی راتیں ول اِضَم
آئی ہے یار پیارے کولوں، ایہہ خوش واؤ اڈاہنیں — رات اندھیری بجلی چمکے، یا اوہناں درگاہیں
یا پھر جُھلّی واؤ سجن دی جس نے دھم مچائی — یا پھر وچہ ہنیرے چمکی، بجلی آ اِضَم دی
یا صبا لائی ہے سمتِ کاظمہ سے اِک پیام — یا ہوا بجلی سے روشن، رات میں کوہ اِضَم

یا مگر از کاظمہ بادے وزید از کوئے دوست
یا مگر در نیم شب، برقے جہیدہ از اضم

Or is it because the wind has blown from the direction of "Kazimah", or is it because of the flash of lightning in dark of night from the mount of "Izam"?

فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا
وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَہِم

تیرے انھرو کیوں نہیں رکدے تیرا دِل اسس قدر بے قرار تے غم نال کیوں بھریا ہویا اے ؟

اکھیں نوں میں منع کراں، نہ رو وو ڈھائیں ڈھائیں   دِل نوں صبر قرار دیاں پَر دووِیں سمجھن ناہیں
کیہا نینیں، جا توں کہناں، نہ رو و ترم ترم دے   کیہا دل، جاں توں متیں دیویں، مارے دھر و ستم دے
کیہ ہویا ئی اکھیں تائیں، رووِن زار و زاری ایہہ   کیہ ہویا ئی دل تیرے نوں، ہوش نہ آوے کوئی دم
ٹھلیں اکھ کوں رووِن تھیں، تا دوہرا ہوش سنبھالے   دل کو صبر بہوں سمجھائیں، الٹا تڑپھ کے جالے
بند کرن تھیں ٹھہرن ناہیں اکھیں نوں کیہ ہویا   آکھاں ہوش سنبھال دِلے نوں، اس وچ ہوش نہ سم دی
کیا ہوا آنکھوں کو تیری، رو رہی ہیں زار زار   کیا ہوا دل کو ترے کیوں اسقدر کھاتا ہے غم

چیست چشمت را چہ گوئی، خشک شو، گریاں شود
چیست دل گوئی بہوش آ شیفتہ گردد ز غم

What ails both your eyes that the more I ask them not to shed tears ,the more they flow ?
What is wrong with your heart that the more I ask it regain its senses , the more it is distracted?

أَيَحْسَبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ
مَّا بَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِّنْهُ وَمُضْطَرِمِ

عشق دا بھید وی کدے چھپایاں چھپیا اے اتھرو تے جگر دے ٹکڑے اس راز نوں فاش کر دیندے نیں

ایہہ جوں تسیں گمان کرو جو عاشق عشق چھپاوے   اکھیں گریاں تے دل بریاں ایہہ دو شاہد آہے
جانی عاشق عشق چھپایا رہندا اندر پردے   اکھیں جاری تے دل زاری ایہہ جگ ظاہر کردے
عاشق ایہہ گمان کرے جو عشق چھپاوے خلقاں تھیں   اکھیں گریاں تے دل بریاں کیکر چھپن دیندے غم
عاشق من نہ چھپے ایہا، عشق دی دیدن بھاری   دل دے سوز تے ہنجھواں تھیں ایہہ ظاہر ہوسی ساری
ایہہ گمان نہ کر توں اڑیا حُب چھپایاں چھُپّے   اتھرو کڈھن، جس دم آکھے اکھیں اگ گرم دی
ہے عبث تیرا گمان چھپتا نہیں ہے رازِ عشق   اس کو افشا کر رہے ہیں سوزِ دل اور چشمِ نم

اے تو پنداری کہ عشقِ عاشقاں پنہاں شود
با وجودِ آتشِ دل سوز و آبِ چشمِ نم

Does the ardent lover think that his love is concealed ,while his eyes shed tears ,while his heart is burning with inordinate love?

لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ
وَّلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

جے تینوں عشق نہ ہندا ، توں بھلا رونا کیوں سی راتیں جاگن دی تھاں توں مٹھی نیندر سوں رہیوں ہُندا

جے کر عشق نہ ہوندا تینوں، ہنجھوں مول نہ روندوں — مٹھی نیند اکھیں وچ دھر کے غفلت کر کے سوندوں
جے کر حب نہ ہوندی تینوں، نیواں ویکھ نہ رودیں — کیوں جاگیں سن، بان علم تھیں مٹھی نیند نہ سودیں
جے کر عشق نہ ہوندا تینوں ہنجھوں مول نہ روندوں توں — بے خوابی نہ ہوندی تینوں پے کے سوندوں کوئی دم
جے کر عشق نہ ہوندا تینوں، روندوں کیوں اجایا — سن کے ناؤں نہ بیکل تھیندوں اُتّے رکھاں دا سایا
باہجوں درد نہ آوے رونا، نہ کجھ اتھرو ڈھلدی — نہ دل نرم ہووے جد سنی اوہ گل، بان علم دی
یوں نہ ویرانوں پہ روتا گر نہ ہوتا سوزِ عشق — مضطرب کرتے نہ تجھ کو قصہ بان وعَلَم

گر نہ بودے عشق اشکت بر طلل کے ریختی
کے بدی، بے خواب چشمت از غمِ بان وعَلَم

If not for love, you should not have shed tears over the desolated abode of your friend nor should you have passed a sleepless night at the recollection of the cypress and the high mountains.

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ
بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

اتھروواں تے دل دے روگ دیاں دو سچیاں گواہیاں ہندیاں ہوئے توں عشق دا انکار کیویں کر سکدا ایں

عشقے بھَیں کیوں منکر ہونا ایں تینوں کردے عاری — نال گواہی سچّے شاہد ہنجھوں تے بیماری
کیونکر منکر ہونا عشقوں بعد شہادت بھاری — دین گواہی سچّے عاشق ہنجھوں تے بیماری
پس توں کیویں منکر ہوسیں عشقوں بعد گواہاں دے — عشقے ہندیاں تیرے اُتے ہنجھو نالے درد سقم
کیونکر توں منکر ہو سکنا ایَں کھولی گل گواہیں — ظاہر ہنجھوں تے بیماری کر دے بہت کتھائیَں
حُب چھپائیاں چھُپدی نا ہیں بھاویں لکھ چھپائیے — پھر جاں شاہد عادل ہوون رُندی صورت غم دی
عشق سے انکار کرنا تیرا ممکن ہی نہیں — ہیں گواہ معتبر صورت تیری اور چشم نم

چوں کنی انکارِ عشقش چوں گواہی میدہند
بر تو اشکِ چشم دیگر زردیِ روئے سقم

How do you deny love when tears and illness testify against you?

وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّیْ عَبْرَۃٍ وَّضَنًی
مِثْلَ الْبَھَارِ عَلٰی خَدَّیْكَ وَالْعَنَمِ

ایسے عشق دے کارن لاغر جثہ تے زرد وسار چہرہ تیری اندر دی حالت نوں ظاہر کر دیندا اے پھر توں پریت نوں کیویں انکار کر سکدا ایں

دو خط ثابت کیتے نیں، ایس صورت تھیں گریانی ہنجو لال تے لاغر جثہ، تاہیں پریت چھپانی
ثابت کیتی عشق دو رنگی کدے لالی کدے زردی مونہہ تیرے تے رُت بہار خزاں دسے ہر ہر دی
ثابت کیتا عشق تیرے نوں، ہنجو اَتے بیماری نے وانگ بہاراں مونہہ تیرے تے نالے وانگوں شاخ عَنَم
عشق نے تیرے مونہہ دے اُتے دو خط لکھ وکھائے چہرے زرد تیرے دے اُتے رت ہنجو جھڑ لائے
جاں دردے تھیں ثابت ہوئے آنسو سنگ بیماری پیلے زرد وسار مونہیں تھیں، وانگوں شاخ عَنَم دی
خط اشک اور لاغری نے عشق ثابت کر دیا زرد گل کی طرح رخساروں پہ مانندِ عَنَم

عشق ثابت کرد بر رُو خطِ اشک و لاغری
چوں بہارِ روئے یارو سرخیَ شاخ عَنَم

The ardent love has impressed upon your two cheeks the two lines of tears and emaciation like Bupthalmus and Carob-tree fruit.

نَعَمْ سَرٰی طِیفُ مَنْ اَھْوٰی فَاَرَّقَنِیْ
وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

ٹھیک اے کہ راتیں محبوب دا خیال آن کرکے سوں نہ سکیا تے قدرتی گل اے کہ پریت دی شدت غم تے درد دے سبب ہجر نوں لذت بخش دیندے نیں۔

جاں دل یاد پوے اوہ دلبر، رتی نیند نہ آوے   آہو عشق خوشحالی دے وچ غم تے درد لیاوے

آہو، راتیں، صورت دلبر آوے، سون نہ دیوے   عشق کداوّل لذت دکھاں کرکے ایہہ پھل دیوے

یار اوہ جانی سفنے آیا ہنیندر اوس گوائی ہیں   عشق لیاوے لذت اندر، درد مصیبت نالے غم

خواب دے اندر آہو پیارے آکر مکھ وکھایا   ہوئی بیتاب محبت ہردم دیوے درد سوایا

نرم کیتا دِل میرا آکے، پاڑھی اوس سجّن دی   عشقے آن چکھائی مینوں لذت آن الم دی

ہاں! خیال یار نے مجھ کو جگایا رات بھر   لذتوں کو کر دیا ہے عشق نے رنج و الم

چوں خیالِ دلبرم آمد مرا بے خواب کرد
عشق آرد، درمیانِ خرمی رنج و الم

Yes,the phantom of the beloved visits me at night and keeps me awake .Surely pains break in upon the pleasures of love.

يَالَآئِمِیْ فِی الْهَوَی الْعُذْرِیِّ مَعْذِرَةً
مِنِّیْ اِلَیْكَ وَلَوْاَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

تیری ملامت دی وجہ کر میں پریت نوں کیوں چھڈاں جے نباہ کر دوں تے مینوں انج نندن دی کھیچل نہ کردوں

عِشق محبوباں دے تھیں مینوں نہ کر ایڈ ملامت — جے کر کجھ انصاف تیرے وچ میری کریں عدالت

ایہہ ناصح! نہ کریں ملامت، اندر عشق پیارے — ہیں لاچار جے منصف ہوویں طعنہ کدیں نہ مارے

اجے ملامت مول نہ کرتوں، عذر قبولیں میرا توں — جے انصاف تیرے وچہ ہووے مینوں کریں ملامت کم

عذر میرا سن ناصح! حُب وچ، دلوں چھڈ کھیڑے — جے کر منصف ہوئے ندامت نہ دینداہیں ہتھوں بیٹھ پریرے

جے انصاف کریں تا چھوڑیں توں ملامت ساری — جے لگے چنگیاری ناصح، تینوں درد الم دی

ناصحا! تو عشق میں کر معذرت میری قبول — ہے اگر انصاف تجھ میں، کر نہ مجھ پر یہ ستم

اے کہ در عشقم ملامت می کنی معذور دار
گر ترا انصاف باشد عذر آری از کرم

O you who blames me for love,(accept) from me an excuse (as that of "Uzra" tribe noted for forbearance).And if you be fair, you would not have chided me.

عَدَتْكَ حَالِی لَاسِرِّی بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِی بِمُنْحَسِمٖ

میرے روگ دا تینوں پتہ چل گیا اے رب کرے ایہہ بیماری تینوں وی لگے میری اَور مُن بھیت نہیں رہی
تے نہ ہی ایس ازار توں ہیں چھٹ سکدا ہاں۔

حال اساڈا معلم تینوں جاتا بھیت بخیلاں   عِشق چھپایا چھپدا ناہیں، جے لکھ کراں دلیلاں
گذریا نُدھ تھیں حال اساڈا، جاتا کل رقیباں   ناہیں رحمت جاندی میری، نال علاج طبیباں
حال میرا تیرے تے ظاہر، سِرّ نہ میرا چھپدا مول   دشمن واقف سِرّ میرے تھیں، درد نہ میرا ہوندا کم
لنگھیا نُدھ تھوں حال میرے تھیں، اُٹھ گیا ہے پردا   جانن ویری ہر دم زیادہ، مینوں درد اندر دا
حال اساڈا کدوں چھپیندا، پہنچے کول رقیباں   چھٹے کیوں کر گھا عِشق دا، پٹی بنھ جسم دی
اب تو واقف ہو چکے اغیار بھی تیرے سوا   درد میرا ہو نہیں سکتا کسی صورت سے کم

حال من وز تو گذشتہ، سِرِّ من از دشمناں
نیست پنہاں دردِ من، زائل نگشتہ از دلم

May you, too, be infected with my (agonizing) condition. My secret of love is not to be concealed from my (unsympathetic) slanderers nor my disease served.

مَحَّضْتَنِى النُّصْحَ لٰكِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِىْ صَمَمٖ

تہاڈی نصیحت تے بہوں چنگی اے پر دل اجہیاں گلاں کناں رہیڑے مار چھڈ دا اے کیوں جو عاشق بھنڈن تے نندن دی کھیچل ول دھیان نہیں دیندا

توں تاں سانوں کریں نصیحت میں تے سنا نہ بھورا — عاشق لکھ ملامت سن کے، ہور ہے کنوں ڈورا
خاص نصیحت کریں اسانوں لیکن سناں نہ بھورا — عاشق ایہناں ملامت کرنے والیاں کولوں ڈورا
توں تاں کریں نصیحت میکوں، پر میں اس نوں سنا نہ مول — عاشق سنن نصیحت دے تھیں رہندا ابھی ہو اصم
ہک نہ سن سان تیری ناصح، توڑے لکھ سناوے — عاشق پند نصیحت سن کے ڈورا ہو وکھاوے
محض نصیحت نیک تساڈی، پر عاشق کد سُن دا — کر ملامت وَدھدی جاندی، مندی مرض صمم دی
تھی نصیحت خوب لیکن، اس کو سنتا کس طرح — ناصحا! عاشق کے حق میں ہے سماعت کالعدم

تو نصیحت می کنی نیکو و من می نشنوم
عاشقاں باشند دائم از ملامت در صمم

You have offered me sincere advice, but I paid no heed to it .
Verily, the lover is deaf to his revilers.

إِنِّيْ اتَّهَمْتُ نَصِيْحَ الشَّيْبِ فِيْ عَذَلِيْ
وَالشَّيْبُ اَبْعَدُ فِيْ نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ

میں تے اپنے بڈھیپے دی گل نہیں منّیں نے توں کون ایں مینوں نصیحتاں کرن والا اپنی راہ لے تے مینوں میرے
حال تے رہن دے

بڈھے نصیحت والے نوں میں سگوں تہمت لائی　　گرچہ تہمت تھیں اوہ ناصح، دور دراڈا سائی

تہمت کیتیم سگوں ناصح، بڈھی کراں ملامت　　تے پیر دُراڈا اوچ نصیحت اس تہمت تھیں قیامت

تہمت دیم ناصح تائیں، گرچہ آہا ناصح پیر　　پیر تے تائیں وچہ نصیحت لائق نہیں کرن تہم

عقل وندی دی گل، اوسے دی جاتی میں ایانی　　تہمت تھیں دور دُریڈا، گرچہ اوہ دِل جانی

ناصح مشفق پیری والے دے تہمت جھٹلایا　　پیراں نوں کد دیندا کوئی تہمت ایس ستم دی

کی ضعیفی نے نصیحت میں نے جھٹلایا اُسے　　گو نصیحت میں بڑھاپا ہے مبرّا از تہم

شیب پندم داد و من، بُردم گمانِ بد برو
در چہ شیب اندر نصیحت دور باشد از تہم

I have indeed suspected the admonition of grey hairs as my revilers:
but grey hairs are above suspicion in giving sincere advice.

فَاِنَّ اَمَّارَتِیْ بِالسُّوْٓءِ مَا اتَّعَظَتْ
مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

نفس امارہ ایس قدر تکڑا اے کہ نصیحت سنن توں روکدا اے ایہہ تے عمر دی بزرگی توں وی کوئی اگوائی حاصل کرن توں انکاری اے

سرکش نفس کمینہ مینوں، بدیاں طرف چلائے　　کراں نصیحت منے ناہیں، ادھڑ لگا جائے
نفس امارہ کرے زبونی، نہ نصیحت پکڑے　　جاہل، پند نصیحت، بڈھیاں کولوں سگوں اکڑے
نفس امّارہ سرکش میرا، وعظ نصیحت سُنے نہ مول　　جہلے تھیں اوہ باز نہ آوے، منے ناہیں پند ہرم
جہل تھیں نفس سرکش، رہ پر مول نہ آیا　　ضعف بڈھیپے زور وکھا کے جتنا ہے سمجھایا
ڈاڈھے نفس امارہ میرے نہیں نصیحت منّی　　کرکے جہل تکبّر خودیاں، ناصح شیب ہرم دی
نفس امّارہ نے لیکن جہل سے مانا نہیں　　گرچہ پیری کی نصیحت تھی نہایت محترم

نفس فرماں دہ بہ بدہا میکند دینم خراب
وز جہالت پند نپذیرد ز پیری و ہرم

Verily, the soul which incites me to evil has not accepted the admonition owing to its folly of the grey hairs and infirmities of age.

وَلَا اَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰى
ضَيْفٍ اَلَمَّ بِرَاْسِیْ غَيْرَ مُحْتَشِمٍ

تے بڑھاپے جیہا پروہنا آیا تے اوس دی نصیحت نہ من کے اوس دا آدرمان نہ کیتا حالانکہ نیک تے چنگے
تجربیاں نال اوہ مالا مال سی

ہس تیار نہ کیتی نفسے مہماں دی مہمانی   توڑے سدّے باہجوں آیا بھی تھیواں قربانی

نفس تیار نہ نیکی کیتی مہماں دی مہمانی   ہوشرمندہ پاویں اوہندے باجھوں حشمت شانی

مول تیار نہ کیتم جھلوں نیکیاں دی مہمانی نوں   کارن مہمانے جو آئیم، سر تے لے کر خبر عدم

عمل اچھے تھیں مہماں کیتے ہوئی نہ کجھ تیاری   چڑھ بڈھیپا سر تے بیٹھا بخشش ضعف تے خواری

نہ کُجھ فعل جمیلوں کیتی ہیں اُس دی مہمانی   عزت واجب مینوں بڈّھے شیخ، مہمان کرم دی

اس کی مہمانی نہ کی کچھ میں نے کارِ خیر سے   آئی جب مہمان پیری سر پہ میرے ایک دم

ہم نہ کرد او کارِ نیکو، بہر مہمانیِ او
بر سرم آمد فرود از من نگشتہ محتشم

The soul has not prepared a sumptuous diet of virtuous works to
receive the guest who has come upon my head unabashed.

لَوْكُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّیْ مَا اُوَقِّرُهٗ
كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِیْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ

جے مینوں احساس ہندا کہ گناہاں نوں بچنا محال اے تے پھر اوس نوں چھپاون دا جتن کردا

جے کر ایہہ گل معلم ہوندی، میں نہیں آدر ناہیں — دل نہیں بھید نہ کڈھدا باہر، کج دا چا تداہیں
جے جانا مہمان بڈھیپے، آدر میتھوں ناہیں — چِٹّیاں والاں کلف لیندا، کج دا بھیت تداہیں
جے میں جانا میرے کولوں ادب نہ رہسی آئے دا — چا چُھپاواں سر اپنے نوں، کر کے حیلہ نال کتم
جے جاناں میں ایہہ بھیڑا، نہ ہوبے قدر ایہندا — جو ہویا سی ظاہر اوس نہیں وسمے نال چھپاندا
جے کُجھ معلم ہوندا، اُس دی نہ توقیر ہووے گی — تاں ایہہ بھیت چھپاندا عاشق لا کے کلف کتم دی
کاش! میں پہچانتا، توقیر اس مہمان کی — پس، چھپا لیتا سفیدی سر کی، از رنگِ کتم

گر بدانستم کہ مہماں را نمیدارم عزیز
کردمے تغیر اسفیدئ مویم از کتم

Had I known that I should not honour him, I should have concealed it by dint of a dye .

مَنْ لِیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِنْ غَوَاتِهَا
كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ

میرے نفس دے اتھرے گھوڑے نوں کون لگام گھتے گا تاں جوں میں ایس دی گمراہی توں بچ سکاں

سرکش نفس میرے دے تائیں، راہ سدّھے کون آنے — نال لگامے بہتے گھوڑے ہوندے سُگھڑ سیانے
کون میرے سرکش اس نفسے، گمراہی تھیں موڑے — وانگوں ہوڑن سرکش گھوڑے نال لگامے تروڑے
کون میرے تھیں رد کریسی، زور النفس ہوائے دا — جیوں کر رد کریندا زور اگھوڑے سندا نال لجم
کون اجیہا رہ پر ڈیوے، ہیں پلیت نوں توڑا — جیوں لگام دے دتیاں قابو ہوندا سرکش گھوڑا
ایہہ شہ زور بچھیرا میرا، کون سوار سنوارے — دے کے نخری میر شکاری کنڈی دار لُجم دی
کون ہے جو نفسِ سرکش کو مرے یوں پھیر دے — روکتے ہیں جیسے گھوڑوں کو لگاموں سے بہم

نفسِ سرکش را زبے راہی کہ می آرد براہ
چوں لگامے اسپ سرکش، آورد از راہ ہم

Who is there to help me (in my struggle) to curb the caprice of its vice just as stubborn horses are restrained by bridles.

فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ کَسْرَ شَہْوَتِہَا
اِنَّ الطَّعَامَ یُقَوِّیْ شَہْوَۃَ النَّہِمِ

گناہاں دی دلدل وچ پیر رکھن نال گنہ گار اوہدے وچ بہوں چھیتی غرق ہو جاندا جیویں مزیدار کھانیاں نال
بھکھ ہور تکھی ہندی اے

ڈھونڈ نہیں توں نال گناہاں حرص تھوڑی وچ نفسے   جتنا رج رج روٹی کھاسیں تتنا شہوت بخشے

طلب نہ کرنوں نال گناہاں تڑٹن کم نفسانی   جنھوں کھانا قوت بخشے اندر حرص طوفانی

مول نہ چاہیں نال گناہاں تروڑن شہوت نفسی دا   شہوت تاہیں قوت دیندا، بہتا کھانا وچہ شکم

بدیاں کردا ایہہ تھک جاوے دل وچ مول نہ لیاویں   ودھے حرص چنگیرے دا توں جیوں جیوں چنگا کھاویں

نال گناہاں بجھے ناہیں ایہہ خواہش نفسانی   ہوندی جاوے نال طعاماں شہوت تیز نہم دی

نفس کی خواہش گناہوں سے نہیں ہوتی ہے دُور   جس طرح جُوعُ البقر میں پُر نہیں ہوتا شکم

پس مجو بر فعلِ عصیاں، کسرِ شہوتہائے نفس
زانکہ قوت میدہد شہوت طعام اندر شکم

Propose not, therefore, to curb its inclination in its perversity for food makes the desire vigorous in the greedy.

وَالنَّفسُ كَالطِّفلِ اِنْ تُهمِلهُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنفَطِمِ

نفس امارہ اوس بچے وانگ اے جیہدا ویلے سر ددھ نہ چھڈایا جاوے تے اوہ ساری عمر ماں دی
چھاتی نال چمبڑیا رہندا

نفس تیرا تاں لڑکے وانگوں جے دُدھ دیویں تے پیوے — نہ دیویں تے منگدا ناہیں، خواہ مرے خواہ جیوے

نفس ہے ایانے وانگوں، تھج دیویں رج پیوے — جے چھڑ کائیں تاں ایہہ چھڈے، لسا ہوکے جیوے

نفس تے چھاتی لڑکے وانگوں جے اس کھُلا چھڈیں توں — جوانی تیکر دُدھ نہ چھڈے جے چھڈاویں چھڈدا ہم

نفس تیرے ہتھ نینگر وانگر، دُدّھے کارن مردا — چھوڑیں جے کر پینیدا جاوے کھچیں انت وسّردا

ایہہ بالک نہ چھوڑے آپے دائی دا دُدھ بھائی — چھوڑے آپ جے عادت پائیے اس نوں چا فطم دی

نفس کی ہیں عادتیں، مانندِ طفلِ شیر خوار — دُودھ پیتا جائے گا جب تک چھڑا دیں گے نہ ہم

نفس چوں طفل ست گر شیرش دہی دائم خورد
ورز شیرش باز داری، اوہ نہ خواہد ہیچ دم

And the soul is like a child who, if you let it grow with the love for breast-feeding, its desire for sucking will grow, but if you wean it, it will be weaned.

فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ اَنْ تُوَلِّيَهٗ
اِنَّ الْهَوٰی مَاتَوَلّٰی یُصْمِ اَوْ یَصِمِ

توں نفس دا غلام نہ بن ایہہ جہیدے اُپر کاٹھی گھت لوے اوس نوں قبر تائیں اپڑا کے ہی مڑدا اے

جس وِچ نفس تیرا خوش ہووے اوہ گل نہ کر بھورا   جے اوہ تیں تے غالب ہویا مارے گا کر زورا
پھیر توں حرص ہے جو نفسانی، نہ کر اس نوں والی   غالب ہوسی تینوں کُہسی، یا کرسی بدحالی
مڑ ہویوں ایس نفسے نوں، اس نوں غالب کریں نہ مول   غالب ہویا کُہسی تینوں، یا کرسی گا بیکموں وکم
حاکم ہو ہوا نہ اس تے، رکھیں پیر کنارے   عیبی کردا حکم ہوا دا، یا وت جانو جانو مارے
موڑیں مونہہ ہوا نفس دا، مونہہ لایا تا جانی   مار ہلاک کرے گا تینوں، گولی مار وصم دی
خواہشوں کو روک، ہرگز نفس کا تابع نہ ہو   ختم کر دے یا نہ تجھ کو عیب والا کم سے کم

باز گیرش از ہوا، بر خود ہوا، حاکم مکن
چوں ہوا حاکم شود دینت لشد یا گشت کم

So turn away its desire, and be on guard lest you should let it have command over you, for surely passion, when it gains the upper hand, either kills or brings its subjects into disrepute.

وَرَاعِهَا وَهِيَ فِي الْاَعْمَالِ سَائِمَةٌ
وَاِنْ هِيَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰى فَلَا تُسِمِ

اوس زُہد تے عبادت توں اپنے آپ نوں بچا جیہڑی گھمنڈ دا جامہ پہن کے گمراہ کر سکدی اے

آکھے نفس نہ لگیں بھورا، توڑے نکل کرائے — اس سرکش دا کیہ بھروسہ، مت گھر کھوہے پائے
چا نفس نوں اندر عملاں ہرتی واگی وانگوں — جے ونج جوہ پوے بد عملی، مڑ کے پاء اوداؤں
اس نفسے نوں چار ہمیشہ اندر عملاں نکاں دے — جس عمل وچ راغب ہووے، توں نہ اس وچہ رکھ قدم
ہو نگہبان، نیکی توڑے کردا لکھ کروڑیں — جو چراگاہ مٹھّا جانے، اس اوتھے نہ چھوڑیں
راکھی رکھ نفس دی، جس دم کھیت عمل وچ چردا — مڑ لویں جے مٹھّی لگے، اس نوں جو ہے کم دی
باز رکھ حسنِ عمل کو لذّتِ تشہیر سے — اس چراگاہِ ہوس سے دور رکھ اپنا قدم

نفس را مقہور کن چوں در عمل جولاں کنی
در بچیزے انس گیرد، باز دارش از ستم

Keep it under observation while it grazes in the field of activities,
for if it finds the pasture palatable, do not allow it to graze.

كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِلْمَرْءِ قَاتِلَةً
مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السَّمَّ فِي الدَّسَمِ

نفس دی ہر گل اگے جھکنا انج دی موت نوں سدا دیون والی گل اے جیویں تھندی غذا کھاون والے واسطے زہر اے

مٹھّی چیز مضر جے ہووے، اس نوں خوب تہ جانی — ظاہر اس دا شیریں دِسّے، باطن زہر پچھانی
بھتیاں کماں دکھی لذّت، ماٹس اندر چربی — کیوں جو احمق مرد نہ جانے، زہر ہے اندر چربی
بہت پیاری لذّت شہوت اس نوں ہے نادانی بھتیں — ایہہ نہ جانے، دشمن پائے تھندے کھانے دے وچہ سَم
چنگی کر دکھائے لذّت، قاتل نوں نہ جانے — جیویں کھبے وہیوں رلی، ہے اندر تھندے کھانے
سوہنی کر کے بہت دکھالے، مٹھّی لذّت قاتل — پر جاہل نوں معلم ناہیں، ایہہ چربی ہے سَم دی
لذّتیں چکنی غذا کی زہرِ قاتل تھیں مگر — کھانے والے نے نہ جانا، اس میں پوشیدہ ہے سَم

لذتے کاں بامضرت باشد آراید بخلق
آنچناں کو در نیابد ایں کہ زہر اندر و سَم

How often has it made lethal pleasure seem fair to man, while he is not aware there is poison in the gravy.

وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ شَبَعٍ
فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

بھکھ اتے رَج جے مکر دی شکل اختیار کر لین تے پھر بھکھ رَج توں ودھیری خطرناک اے

ڈر، مکر نفس دیاں تھیں، جو سٹے نہیں بھکھ تھیں — بہتے لِش ڈھِڈے میں پُتّر، رجی ہوئی کُکھ تھیں
ڈر مکراں نفسانی بھکھے، رجّن کولوں بھائی — بہتے بھکھّے وِچ شرارت، رجّن کولوں پائی
ڈردا رہو توں رجوں بھکھوں نفسے دے مکراں تھیں — بہتے ویلے بھکھ بری ہے، رجّن کولوں اندر کم
ڈر فریبوں بھکھّیاں، رجیاں کرے جو اہینہ کارا — بہتے بھکھ جو رج تھیں بھاگے، ہوندی سمجھ اشارہ
کر کے خوف ڈریں ہر ویلے بھکھّوں، ننگوں، رجّوں — بھکھ بتیری ڈٹھی جس تھیں، بتّر مرض تخم دی
مکر سے کر خوف ان کے، شکم سیری ہو کہ بھوک — آفتیں خالی شکم کی کچھ نہیں سیری سے کم

تو بترس از حیلہ ہائے نفس چوں جوع و شبع
گاہ باشد گشنگی بدتر ز سیری و تُخَم

And fear the artifices of hunger and satiation, for many an empty-bellied is more harmful than indigestion.

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَأَتْ
مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

غیر محرم عورتاں نوں گناہ آلود تکنی نال بھری اکھ وچ جیہڑی آلودگی پیدا ہو گئی اے اس نوں ندامت دے اتھروآں نال صاف کر

کھچ کے طرف حرامے دی توں کریں نظر درازی
ہنجوں ویٹ جو پُر ہویاں تے ظاہر کرن غمازی

ویٹ ہنجوں ایہناں چشماں تھیں جو نال حرامے بھریاں
کر توبہ تو پچھلیاں کماں، باز آون مت سریاں

ویٹ ہنجوں نوں اکھیں وچوں جو بدیاں تھیں پُر ہویاں
راہ شریعت محکم پکڑیں، اس تھیں نہ لرزا قدم

ہنجوں ڈولھ نہ اکھیاں تھیں، جو پُر ہویاں نال گناہیں
لازم پکڑ پرہیز برائیوں، پچھوں تاء اُٹھا نہیں

بھر بھر آنسو نیر وہاویں، کڈھیں لہو نہ چھوڑیں
نظر حراموں رکھ ندامت، ماریں آہ ندم دی

اُن گناہوں کو جو آنکھوں میں بسے ہیں دُور کر
منفعل ہو کر بہا اشک ندامت دمبدم

پس بیار از دیدگان اشکت کہ چشمت پر شدہ
از محارم پس ملازم شو، بدرگاہِ ندم

And put out the tears from your eye replete with (a desire for) forbidden things, and keep strictly to the diet of penitence.

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا
وَإِنْ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

نفس اتے شیطان دی اک نہ منیں بھاویں اوہ کوئی چنگی نصیحت دی ملمع سازی وی کیوں نہ کرن کیوں جو اوہناں دی ہر آکھی گل کھوٹ ای کھوٹ اے

نفس شیطان دا ہو مخالف توڑے کرے نصیحت   مٹھیاں گلاں کر کے تینوں پائے وِچ فضیحت
آکھے لگ نہ نفس شیطانے ویری دوہاں پچھانی   بھاویں دونویں کرن نصیحت تاں بھی تہمت جانی
نفسے تے شیطانے سندا، ہو مخالف دشمن توں   جے اوہ نیکی دسن تینوں، تاں بھی جانی اس نوں سم
نفس و شیطاں دا انھی مخالف دوہیں ہتھ اوتے   جھوٹا جانیں توڑے سچے، دوہیں مریندے وتے
منیں گل نہ شیطاں والی، نہ خطرہ نفسانی   محض نصیحت اوہناں والی، پکی گل تہم دی
نفس و شیطان کا مخالف بن، نہ مان ان کا کہا   ان کی سچی بھی نصیحت، جھوٹ سے کیا کچھ ہے کم

برخلافِ نفس و شیطاں، باش فرمانش مبر
در نصیحت میکنندت، قولِ شاں داں متہم

And oppose the soul and the devil and rebel against both, and if they offer you sincere advice, doubt it .

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا
فَاَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

نفس اتے شیطان کوئی رُپ وٹا کے آون اوہناں دی نہ منّیں توں تے بھلی بھانت اوہناں دی ہر فریب کاری توں باخبر ایں

نفس شیطان دا حکم نہ من توں دوویں دشمن تیرے　　مکر اینہاں دے معلم تینوں بہتے گھنے گھنیرے
حکم نہ منی اینہاں دوہاں دا دوست دشمن ہوندے　　دشمن دے توں مکر چھپانی دوست ہو کھلوندے
کیہا اوہناں دا مول نہ کر توں دشمن یا ایہہ منصف نیں　　واقف ہیں توں دشمن کولوں جو مارے یاری دا دم
حکم نہ من ایہہ دشمن حاکم دوویں بُرے کسائی　　جان دا ہیں توں مکر دوہاں دا لڑدے مفت اجائی
بھلا بُرا جو آکھن تینوں، منّیں، نہ منّیں　　جانی مکر فریب پلیدی توں اس خصم حکم دی
تو نہ کر ان کی اطاعت، ہوں یہ حاکم یا عدو　　جانتا ہے خوب تو، مکرِ عدو، مکرِ حکم

ترک کن فرمانِ ایشاں خصم باشند یا حکم
زانکہ میدانی تو مکرِ خصم وہم مکرِ حکم

And obey them not either as adversary or arbiter, for you know the devices of the adversary and of the arbiter.

اَسْتَغْفِرُاللهَ مِنْ قَوْلٍ بِلاَ عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِهٖ نَسْلاً لِذِیْ عُقُمٖ

اجیہی گل کہن دا کوئی اجّ فائدہ نہیں جس اُ پر میرا اپنا عمل نہیں جیویں بانجھ عورت توں اولاد دی آس ایہہ لئی اجیہی گل توں توبہ کرداہاں

جس کلامے عمل نہ ہووے اس توں توبہ کریئے   عورت سنڈھ نہ جم دی پُتر جے لکھ حیلے کریئے

توبہ یارب اوس گلے تھیں، جو وچ عمل نہ آوے   مشکل خواہش دل میرے دی جیوں کر سنڈھ دیا ہووے

استغفار پڑھاں اس قولوں جس تے عمل نہ کیتا میں   ایہو سخن جو سنڈھاں تائیں پتر دھیاں جم دے کم

آکھیا ہوّاں عمل نہ کیتا، تو ہیں بخش خدایا   عورت سنڈھ نوں بچہ اینویں میں نے چا جنایا

سو توبہ اس گلوں جس پر عمل نہ کراں دسالاں   کیونکر نسل ثبوت ہووے گی دیس اہل عقم دی

توبہ کرتا ہوں میں قولِ بے عمل کے واسطے   بانجھ عورت سے امید اولاد کی رکھتے ہیں ہم

میکنم استغفراللہ از کلامِ بے عمل
بچہ میخواہم ازاں زن گو بود صاحب عقم

I ask God's forgiveness for my utterances deviod of action for by that I have attributed procreation to a spouse of barrenness.

أَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لٰكِنْ مَّا ائْتَمَرْتُ بِهٖ
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِي لَكَ اسْتَقِمِ

جدوں میں خود نیکی نہیں کردا تے دوجیاں نوں چنگے کم کرن واسطے تلقین شاہ بن دا کیہ فائدہ؟ کیوں جو دوجیاں اُتّے ایس دا اثر کجھ وی نہیں ہونا

حکم دیاں نیکی دا تینوں، آپ کراں بُریائی — ایس دسّے دا حاصل کیہ، سر اپنے خاک اُڈائی
امر کرن تینوں بھلیائی آپ نہ کرن کداہیں — آپ نہ کراں تے ہووے دسّاں گئی تاثیر تداہیں
عمل دسّاں میں چنگے تینوں، خود بدیاں وچ ڈباہیں — خود محکم جدموں نہ ہوئیم کیہ تیں آکھاں ہو محکم
آپ برائیاں کرکے وٹلیاں، کہاں تدھ چنگیائی — راہ نہ لئیم تینوں آکھاں، راہ پر آجا بھائی
لوکاں راہ دسالاں چنگا، آپوں اوجھڑ پینڈا — کون کہے گا ایہہ گل سدھی نہیں نشانی خم دی
کی نصیحت دوسروں کو اور خود ہیں بے عمل — ہو نصیحت کا اثر کیا، بے عمل جب خود ہیں ہم

امر کردم من بہ خیرت خود نہ کردم ہیچ خیر
راستی در دیں نہ کردم، پس چہ سُود از گفتنم

I have enjoined good works on you but I myself have not confirmed thereto. I have not been morally upright. so what use is then of my asking you to be upright.

وَلَا تَزَوَّدتُّ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً
وَلَمْ أُصَلِّ سِوٰى فَرْضٍ وَلَمْ أَصُمِ

مرن توں پہلاں میں نماز تے رُزہ دے فرضاں دی ادائیگی نوں کافی سمجھ کے مسافر خانہ وچ اوہ ذمہ داریاں کرن دی کوشش نہ کیتی جیہڑیاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے عمل دا حصہ سی

قبل الموت نہ توشہ کیتا سنت نفل وسارے　　پنج نمازاں فرضی رُزہ ایہہ ہی مَساں گذارے

خرچے اگے موت نہ بھیجے سنت نفل وسارے　　باجھوں فرض نمازاں روزے ایہہ بھی کدے گذارے

مول نہ کیتے نفلاں سندی خرچے موتوں اگے ہیں　　نفل عبادت کجھ نہ کیتی فرض مَساں ای ہوئے کم

اگے موت دے تحفہ کوئی میں تیار نہ کیتا　　فرض نماز روزے دے باہجوں نفل نہ اک دن نبتا

موتوں اگے نہ بنایا توشہ کجھ سفر دا　　صوم صلوٰۃ فرائض باہجوں رکھاں آس کرم دی

اِک نفل کا بھی نہیں ہے زادِ راہِ آخرت　　جز نمازِ فرض و روزہ کچھ نہیں رکھتے ہیں ہم

توشہ ہرگز نہ کردم بہرِ زادِ آخرت
وز نماز و روزہ جُز فرضے نیامد در تنم

Nor have I prayed except what is obligatory or observed the fast except what is obligatory .

ظَلَمتُ سُنَّۃَ مَنْ اَحْیَ الظَّلَامَ اِلٰی
اِنِ اشْتَکَتْ قَدَمَاہُ الضُّرُّ مِنْ وَّرَمٍ

میں آپ دے چلن دی پیروی نہ کرکے بہت زیادہ غفلت دا شکار ہویا ہاں حالانکہ آپؐ ساری ساری رات اس قدر نفل ادا کردے کہ پیر مبارک سُج جاندے۔

میں تھیں سُنّت ادا نہ ہوئی گاہے لنگ نہ دھوتے　　حضرتؐ پیر سُجائے آہے، ساری رات کھلوتے
ترک کیتی میں سُنت حضرتؐ رات کھڑوندے　　ہے ہے کردے پیر مبارک درد ورم تھیں رُندے
سنت ترک کیتی میں تس دی جاگیا رات اندھیاری جو　　قدم مبارکؐ سُجدے آہے ہتے ہندے رنج الم
گم طریقے میں تھیں ہوئے اوس سردار جہاںؐ دے　　جو سبھ راتیں وچ عبادت کھڑکے پیر سُجاندے
ہائے چھوڑ دتی میں سنّت قائم لیل نبیؐ دی　　جس دے پیر مبارک کھُڈے درد وں آہ ورم دی
اس نبیؐ کی پاک سنّت پر کیا میں نے ستم　　تھا قیامِ شب سے جن کے پائے نازک پر ورم

من ستم کردم بسے بر سنت خیر الرّسلؐ
آں کہ از احیائے شبہا پائے وے کردے ورم

It is wrong of me to neglect the practice of one who kept the darkness (of night) awake (with devotions), until his feet complained of pain and swelling .

وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَآءَهٗ وَطَوٰی
تَحْتَ الْحِجَارَةِ کَشْحًا مُّتْرَفَ الْاَدَمِ

او کھے ویلے بھکھ جیہی نامراد تکلیف نوں برداشت کر کے اجیہے مندے حالات وچ ہمت نہ ہارن تے صبر کرن دی رُوشنائی دکھائی

جاں حضرتؐ بھکھ لگدی آہی بیٹے پتھر دھر دے — جے کوئی درم دینار ہوندونیں چائے تصدّق کر دے
بنھن بُھکھّے کولوں رُدی پتھر اُپرّ دھر دے — وکھیاں نازک گُھٹ کریہن بنھن محکم کر دے
بنھدے آہے بُھکھّے کولوں شکم مبارکؐ اُتےّ سنگ — نازک شکم مبارکؐ تائیں نال ریاضت کیتا خم
آن کے بُھکھ نے حضرتؐ نوں جد اپنا مونھ دکھایا — پتھر بدّھے پیٹ اُتے جو پٹ تھیں نرم سوایا
جھاگی بُھکھ بدھے سن پتھر کر کے ہمت عالی — نہ پرواہ رکھی اس سوہنے نازک پیٹ نرم دی
بُھوک کی شدّت کے باعث اور فاقوں کے سبب — آپؐ نے پتھر سے باندھا ناز پرورده شکم

سنگ بستے بر شکم آں نازنین از گشنگی
صرف کردے در رہِ حق جملہ دینار و درم

He tied his bowels caused by hunger and bound his waist with folds of delicate skin with stone in it .

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ
عَنْ نَّفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمٖ

آپؐ لئی سونے دا اُچا پہاڑ اسار یا گیا پر جیہی ہر قسم دی ترغیب نوں ٹھکرا کے آپؐ نے اپنا صحیح سفر جاری رکھیا آپؐ نوں بھیلاون لئی کئی اُچے اُچے سونے دے پہاڑ اُسارے گئے

اک پہاڑ سونے دا وڈا آ کے ہویا عرضی   حضرتؐ صاحب کہیا اس نوں ناہیں تیرا غرضی

وڈّے پہاڑ سونے دے بن کے ہون حضرتؐ بردے   حضرتؐ اوہناں طرف نہ ویکھن کنّاں تے ہتھ دھردے

طلب کریندے حضرتؐ کولوں سونے سندے پربت جو   اساں قبولو حضرتؐ آکھیا میرے ناہیں ہرگز کم

حضرتؐ اگے سونا ہو ہو بہت پہاڑ سی آئے   ہمت ویکھ کہ غرض نہ رکھدا مونہہ نہ اُودھر پھرائے

آئے دوڑ پہاڑ سنہرے اُچے وانگ غلاماں   عرض گذاری تاں پھرٹّی ہمت پاک شمم دی

بن کے سونے کے پہاڑ آئے کہ مائل ہوں حضورؐ   کچھ توجہ تک نہ کی تھے آپؐ وہ عالی ہمم

کوہ از زر کرد خود را عرض تا گردد قبول
روے گردانید ازاں زر مصطفیٰؐ خیر الشیم

High mountains of gold tried to seduce him but he showed them utter disdain.

وَاَكَّدَتْ زُهْدَهٗ فِيْهَا ضَرُوْرَتُهٗ
اِنَّ الضَّرُوْرَةَ لَاتَعْدُوْا عَلَى الْعِصَمِ

دنیادی لوڑاں دیاں پہاڑاں ساہمنے نہ جھک کے آپنے اپنے زہد نوں ہور وی پیڈا کر لیا اصل وچ طاہر تے اطہر انساناں اُپر دنیادی حاجتاں غالب نہیں آسکدیاں

حضرتؐ زُہد مُسلّم رکھیا، چھڈ دنیا غم ناکی   کیوں محتاج ہووے ڈر ماندہ جیندے اندر پاکی
محکم زہد کیتونیں اس وچ چھوڑ کمّاں دنیادی   ایہہ ضرورت جان نہ دیوے اُپّر پاک کے پھاہی
محکم کیتا زہد نبیؐ دا حاجت مندی حضرتؐ دی   حاجت غالب کیوں تس ہووے جس رب رکھے وچ عصم
زہد نے کیتا چاکنارہ توڑے ضرورت آہی   ہوندی کد ضرورت غالب اُپّر حفظ الٰہی
پکّا ہویا زہد تساڈا جیوں جیوں بنی ضرورت   غلبہ کدوں ضرورت کردی جتھے جاگہ عصم
ایسی حاجت پر بھی تقوای کو کیا مضبوط تر   سچ ہے حاجت غالب آسکتی نہیں اوپر عصم

با ضرورت ہا کہ بودش میل بر دنیا نہ کرد
از ضرورت خستہ نبود آنکہ دوراست از حرم

They made his apathy more persistent towards them, destitute though he was, but poverty does not intrude upon the infallible.

وَكَيْفَ تَدْعُوْا إِلَى الدُّنْيَا ضَرُوْرَةُ مَنْ
لَوْلَاهُ لَمْ تُخْرَجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

لوڑاں تھوڑاں آپؐ نوں کیویں جھکا سکدیاں آپؐ نہ ہندے تے کائناتے ای وجود وچ نہیں آناسی

کیوں کرسدّا دنیا ول کوئی حاجت مند نہ آہی — جے کر حضرتؐ مول نہ ہوندے دنیا کتھے آہی

کیوں کرسدّے حاجت دنیا اوس سرور دے تائیں — جیوں کر حضرتؐ مول نہ ہوندے رہندے ایہہ کدائیں

کیکر تنگ کرے حضرتؐ نوں کائی ضرورت دنیاوی — جے اوہ مول نہ پیدا ہوندے دنیا رہندی وچہ عدم

کِتھوں ضرورت کردی اُسّ نوں حاجت منداوہناں دا — جے کر اوہ نہ ہوندا، عالم وچ ظہور نہ آندا

دنیا دے دل ہووے مائل، کیویں اوہ لَدّڑ کا — بود ہوئی ہے جس دی خاطر، دنیا عین عدم دی

کیا کرے مائل ضرورت اُنؐ کو دنیا کی طرف — گر نہ ہوتے آپؐ تو دنیا بھی ہوتی کالعدم

چوں تواند خواند بر دنیا ضرورت زانکہ گر
نامدے دُنیا گہے، بیروں نگشتے از عدم

Were it not for him, the world would have not been brought into existence from non-existence.

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

آپؐ نوں محبوب جاننا آپؐ دے مقام تے مرتبہ نوں ناواقفی اے حالانکہ آپؐ دو ہاں جہاناں وچ بے آسریاں دا سہارا، نتھاویاں
دی پناہ گاہ جناں تے انساناں ہر مخلوق دے آقا تے عرب و عجم دے سردار ہیں

حضرتؐ سرور دوہاں جہاناں، نالے جن، آدم دا
رب ساری خلقت وچوں چُنیا مہتر عرب عجم دا

محمدؐ سرور دوہاں جہاناں، آدم جنّاں جانی
شاہنشاہ دوہاں فرقیاں دا عربوں عجم پچھانی

احمدؐ خاص حبیب خدا دا سرور دو ہاں جہاناں دا
جنّاں، بندیاں وچ سرداری سیّد اندر عرب عجم

پاک محمدؐ شاہ جہاناں تے عبداللہ جایا
عرب عجم اتے جن تے آدم سبھ نوں راہ پر لایا

پاک محمدؐ نبیؐ اساڈا، سرورِ جنّ بشر دا
جنہاں نوں رب شاہی بخشی سارے عرب عجم دی

یا محمدؐ دو جہاں کے آپؐ ہی سردار ہیں
شاہِ جن و انس بھی اور مہترِ عرب و عجم

آں محمدؐ سیّدِ کونین، فخرِ انس و جاں
بہترِ اہل دو عالم، مہترِ عرب و عجم

Muhammad is the noblest of the two worlds and the two creations;
and the two races of Arab and non-Arab.

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِیْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمٖ

بدی توں روکن نیکی ول موڑن والا تے حق سچ دی گل کرن والا آپؐ توں وڈا ہور کوئی نبی ہے ہی نہیں

نبیؐ اساڈا مانع مُنکر امر مشروعا تے — ایس جیہا نہ سچا کوئی وچ نفی اثبا تے
حضرتؐ حکم کریندے نیکی، منع کرن بُرائی — حضرتؐ جیہا سچّا نہ کو دُوہاں کمّاں وچ بھائی
نبیؐ اساڈا آمر ناہی، نہ کوئی ثانی تس دا — سچّا اندر لا کہن دے، اینویں سچّا وچ نعم
حکم کریندا منع کریندا، حضرتؐ ساڈا سوئی — آہیں ناہیں دے وچ سچّا اس توں بیا نہ کوئی
آمر وناہی نبیؐ اساڈا، محکم حُکماں والا — چنگا کون اوہناں تھیں ہوسی وچہ گل انعم دے
آمر و ناہی پیمبرؐ ہیں نہیں ان کا جواب — ہیں نہایت صاف گو وہ قولِ لا ہو یا نعم

آمر و ناہی پیمبر آں رسولؐ راست گو
راست گوتر زو نہ بد در قولِ لا و در نعم

He is our Prophet who bids (us to do good)and forbids (us to do evil).There is no one more pious in saying 'Yes' or 'No'(to a question).

هُوَالْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

حساب کتاب ویلے گناہگاراں دی شفاعت آپؐ ہی کرن گے کیوں جو اللہ تعالیٰ آپؐ دے اجیہے حبیب ہیں کہ
اوہ آپؐ دی کسے سفارش نوں رد نہیں کردے

اوہ حبیبؐ خداوند والا تکیہ گاہ غریباں — اوکھے وقت شفیع ہووے گا ساریاں، وانگ حبیباں

اوہ حبیبؐ اجیہا ہے، امید شفاعت جانی — کارن مشکل خوفاں سبھناں، جو نہ کوئی جانی

اوہ حبیبؐ خدا دا جیہڑا، کرے شفاعت خلقاں دی — ہر سختی تے مشکل ویلے، یاری کردا اندر غم

جھڑ وسی کر شفاعت سبھ دی اوہ حبیبؐ پیارا — ہر ہولوں جو انھاں اُتھاں، اگّے آسی بھارا

اوہ حبیبؐ پیارا رب دا جس تھیں آس شفاعت — ہر غم درد مصیبت اندر محکم ساںوں جم دی

وہ حبیبؐ ایسے ہیں جن سے ہے شفاعت کی اُمید — وقتِ ہول و خوف میں پیش آئیں گے جب رنج و غم

آں حبیبے کو بود امید گاہِ مرداں
در شفاعت نزد سختیہائے پیچیدہ بہم

He is the dearest (of God) whose intercession is looked forward to, for every kind of peril.

دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمِ

آپؐ نے سانوں اللہ ول سدیا تے جس نے وی آپؐ دا پاک دامن پھڑ لیا گویا اوہنے دین دی رسی نوں پکے ہتھیں پھڑ لیا
جیہڑی کدے وی ٹٹ نہیں سکدی

حضرتؐ بہتے بُھلّے ہوئے طرف ربّے دے آندے   نال حبل اللہ بدّھے ہوئے کیوں ہوون درماندے

سدّن طرف ربّے دے لوکاں جے کو پچھّے چلّے   چُنگل مارن محکم رسّے، ہرگز مول نہ ہلّے

سدّیا طرف خدا دے حضرتؐ جنہاں دامن تس پھڑیا   دستاویز اوہناں دے ڈاڈھے رسّہ اوہناں دا محکم

سدّیس طرف خدا دے جنہاں منے حکم نیارے   پکڑ لیونیں رسّے تائیں جو کدے نہ ہوسی بھارے

سدّے طرف ربّے دے جیہڑے اُس دی رسّی پکڑن   پکڑن رسّی ایسی جیہڑی ہووے غیر فصم دی

دعوتِ حق آپؐ نے دی اور کیا جس نے قبول   ایسی رسّی اس نے پکڑی جو نہ ہوگی منفصم

مرد را خواندے بحق و ہر کہ در وے دست زد
دست زد در حبلِ محکم کاں بریدہ نشنیدم

He called (them) to (the faith of) God; so those who adhere to it, cling to a cord which never snaps.

فَاقَ النَّبِيّٖنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ
وَّلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٖ

آپؐ نوں اللہ تعالیٰ نے اِس قدر فوقیت بخشی کہ آپ ہر پکھوں جسمانی، روحانی، علمی، فکری سیاں تے حسن عمل وچ آپؐ ساریاں نبیاںؑ توں افضل نیں

حضرتؐ وچ مِتھا سی خلقت سبھ نبیاںؑ تھیں فائق ۔۔۔ علم عمل وچ نہ کوئی ثانی نہ صفتاں وچ لائق
حضرتؐ چنگے سبھ نبیاںؑ تھوں خلقت خلق پچھانو ۔۔۔ حضرتؐ دا نہ ثانی کوئی علم سخاوت جانو
ساریاں نبیاںؑ کولوں فائق اندر صورت سیرتؐ دے ۔۔۔ کوئی نہ پہنچے اِس دے تائیں علمے اندر اَتے کرم
صورت سیرت وچ نبیاںؑ تھیں اوہو بنت سوایا ۔۔۔ علم کرم وچ مثل اوسؐ دی نہ کوئی آیا یا
سبھ نبیاںؑ تھیں خُلق، خَلق وچ اعلیٰ افضل ہویا ۔۔۔ کس نوں کول اوہناںؐ دے پُجّی دولت علم کرم دی
سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے خَلق میں اور خُلق میں ۔۔۔ انبیاءؑ میں سب سے اکمل آپؐ کا علم و کرم

بہترِ پیغمبراںؑ در خَلق و در خُلق آمدہ
کس چو اوؐ نامد نہ در علم و نہ در وصفِ کرم

Who towers above all the prophets in form and character; whom they do not equal in knowledge or generosity.

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غُرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

ایہو وجہ اے کہ سارے دے سارے نبیؑ آپؐ دی رحمت دے دریا وچوں اِک گھٹ پین دے بے قرار سوالی نیں

اک گھُٹ رحمت طلب کیتا سبھ نبیاںؑ حضرتؐ پاسوں
دریا فضل اپنے بھتیں دیویں چھٹّاں ایس پیاسوں

کُل نبیؑ سرورؐ دے کولوں کر کر عرضاں منگدے
اک چُلّی اس بحر فضل تھیں یا گھُٹ مینہ کرم دے

سبھے مرسلؑ حضرتؐ کولوں طلب کریندے یاری جو
جیوں دریاواں چلیاں بھریئے یا باراں تھیں سر کیہ کم

عرض کریندے حضرتؐ اگے سبھے دلوں بجانوں
چلّو دے دریا تھیں یا چوسن مینھوں سانوں

سبھ پیغمبرؑ پاک نبیؐ تھیں منگن نال ادب دے
اِک گھُٹ پانی بحر عمیقوں، یا اک رشف دیمّ دی

انبیاؑ سبھ مُلتمس ہیں تا کہ مل جائے انہیں
ایک چلّو بحر سے یا قطرہ از ابرِ کرم

مُلتمس از وے ہمہ از انبیاءؑ و از رُسُلؑ
یک کف از دریائے علم و شربتے ز ابرِ کرم

All of them ask for a handful of the ocean (of his knowledge) or
for a sip of incessant rain (of his clemency).

وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْہِ عِنْدَ حَدِّہِمْ
مِنْ نُّقْطَۃِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَکْلَۃِ الْحِکَمِ

سارے ای نبیؑ آپؐ دے اعلیٰ منصب توں چنگی طرح جانو نیں تے اپنے مقام و مرتبہ توں وی ایسواسطے آپؐ دے علم دے سوالی نیں

حضرتؐ بھیں پیغمبرؑ سارے آ کے کہن حقیقت — اِک نقطہ دے علم اپنےؐ بھیں یا دس راہ شریعت
کھڑے نبیؑ کُل اگے حضرتؐ ہو مؤدب سارے — طالب نقطہ علم حقیقت یا کُل شرع پیارے
سبھے مرسّلؑ آن کھلوتے آپو اپنے درجے تے — نقطہ علموں پایا اوہناں حکمتؐ بھیں اک شکل حِکم
سبھؑ کھلونے اُسؐ دے اگے اپنی حد سنبھالی — عِلموں حِکموں دے نصیبہ چھڈ نہ سانوں خالی
کول نبیؐ دے واقف سارے ایہہ حد رکھن ذاتی — یا اِک نقطہ خط علم یا اِک شکل حِکم دی
اپنے حدِّ مرتبہ پر سب کھڑے ہیں رُو برو — جیسے نقطہ حرف ہیں اعراب لفظوں ہیں بہم

نزد او استادہ جملہ ہر کسے در حدِّ خویش
نقطۂ از علم دارد یا نصیبے از حِکم

They stand before him at their defined limits, either in respect of knowledge or wisdom.

فَهُوَ الَّذِی تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

اللہ تعالیٰ نے آپؐ دی سیرتؐ صورت تے ظاہرؐ باطن دے سہپن دی وجہ کر کے آپؐ نوں اپنا حبیب چُن لیا

سبھ خلقت بھتیں نبیؐ اساڈا ظاہر باطن کامل   نال محبت اپنی خالق کیتا اُس نوں شامل
پس اوہ حضرتؐ کامل معنے، صورت کامل جانو   نبیاں وِچوں دیہی جئے تن خوشبو پچھانو
اوہو ہے جو کامل ہویا ظاہر باطن خوبی وِچہ   پھیر بزرگ حبیبؐ بنایوس اس دے تائیں نال کرم
صورتؐ سیرت دے وِچ حدوں رتبہ کامل پایا   حق نے لطفوں چن کے اسؐ نوں اپنا دوست بنایا
صورتؐ سیرت دے وِچ شاہاؐ سبھ تھیں فائق ہویوں   تاں حبیبؐ بنایا باری کر کے نظر رحم دی
صورتؐ و سیرت میں ہیں سرکارؐ عالی مرتبت   اس لئے انؐ کو کیا حق نے حبیبؐ محترم

از خلائق اوؐ بود در صورت و معنی تمام
برگذیدش در محبت خالقِ رُوح و نسم

For he is the oneself in whom the (good parts) of the inner man and the outer man became complete.Then the Creator chose him as His favourite.

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

آپؐ تے اجیہاں خوبیاں دا شاہکار دا مجموعہ نیں کہ اوہناں صفتاں وچ ہور کوئی دی شریک نہیں اس لئی آپؐ
اک مثالی شخصیت تے لاثانی انسان نیں

ہور شریک نہ کوئی حضرتؐ وچ خوبی زیبائی
حسن، ملاحت، جو احمدؐ وچ، خالق آکھ سنائی

دوجا کو نہ حضرتؐ جیہا خوبی ٹھاٹھاں مارے
جوہر حُسن نہ قسمت ہوندا جو احمدؐ وچ بارے

حُسنے اندر نال نبیؐ دے ہور شریک نہ کوئی ہے
حسن نبیؐ دا کامل آہی آوے ناہیں وچہ رقم

رکھدا ثانی اپنا نہ اوہؐ وچ تمام جہاں دے
اس دے حُسن جواہر ہرگز قسمت مول نہ کھاندے

لاشریک محاسن اندر واہ واہ حُسن نبیؐ دا
جوہر حُسن قبول نہ کردا جس وچ قسم قسم دی

کوئی عالم میں نہیں انؐ کا محاسن میں شریک
حُسن میں جوہر ہے اس کا فردِ کل لاینقسم

او منزہ از شریک اندر محاسن آمدہ
جوہر حُسنِ محمدؐ پارہ نامد در قسم

He is far above others in his elegant manners .In excellence (of character) he is a (jewel) of man, indivisible (in nature).

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمِ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمِ

آپؐ اس قدر اکمل شخصیت ہیں کہ آپؐ دی سوبھا وچ کُجھ وی کہیا جا سکدا اے پر آپؐ نوں اوہی صفتاں دا حامل
قرار نہ دئیں جیویں عیسائیاں حضرت عیسیٰؑ نال کر کے گمراہی کھٹی

حضرت عیسیٰؑ مرسل دے حق جو کجھ کہیا نصارٰی   اوہ گل حضرتؐ نوں نہ آکھو آہی دوست پیارا

جھوٹھ جو کہندی قوم نصارٰی عیسیٰؑ ابن اللہ ہے   کر جو چاہیں مدح نبیؐ دی اوہ حبیبؐ اللہ ہے

چھڈ دے جو کجھ کہن نصارٰی مہتر عیسیٰؑ مرسل نوں   حکم کریں ہور جو کجھ چاہیں مدح ثنائے ہو محکم

چھوڑ جو اوہناں کیتیاں کوجھیاں عیسیٰؑ کان ثنائیں   جتنا چاہیں دل وچ بے شک حضرتؐ نوں وڈھیائیں

آکھیں صفت نبیؐ دی اڑیا! جو چاہے دِل تیرا   چھوڑیں وصف نصارٰی والے کچّی گل نہ کم دی

جو نصارٰی نے کہا عیسیٰؑ کے حق میں تو نہ کہہ   اور جو ممکن ہو کر مدحِ نبیِؐ محترم

آنچہ ترسایاں بگفتند در حقِ عیسیٰؑ مگو
پس بگو در حقِ سیدؐ آنچہ خواہی از حکم

Leave aside what the Nazarenes have claimed for their Prophet, judge (him) by what you like in his praise and dispute.

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

آپؐ دی سوبھا تے تعریف جو وی کیتی جاوے آپؐ اس توں بہت اُچے تے بلند نیں

جو تعریف کراں حضرتؐ دی جیہڑا خاص حضوری — توڑے لکھ کتاباں لکھیاں تاں بھی کدے نہ پوری
نسبت کر دل ذات نبیؐ دے درجے شرف جو چاہیں — موجب رتبہ اس دے کہہ کجھ تدوں سعادت پائیں
نسبت کر دل ذات نبیؐ دے شرفوں جو کجھ دل چاہے — نسبت کر دل شان نبیؐ دے جو توں چاہیں شان عظم
اُس دی ذات وڈھوں دی نسبت جو چاہیں شرفاں دی — اُس دی قدر ودھاویں جو کجھ من تیرے وچ آندی
پاک نبیؐ نوں جو توں چاہیں نسبت کریں نہ جھکّیں — قدر مراتب، شرف، مدارج، جتنی حد عظم دی
جو شرف ہو ذاتِ اقدسؐ کی طرف منسوب کر — جتنی عظمت چاہیے کر شانِ والا میں رقم

نسبت اندر ذات اوؐ کن ہر چہ خواہی از شرف
نسبت اندر قدر اوؐ کن ہر چہ خواہی از عظم

Attribute to his personality what you wish of honour or dignity, and ascribe to his rank what you wish of greatness.

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

ایس وِچ نہ ذرا دی شک نہیں کہ آپؐ دی ذات تمام خوبیاں تے صفتاں دا اجیہا مجموعہ اے جیہدے بیان
توں سارے ہی عاجز نیں

کیہ آکھاں میں مدح نبیؐ دی نہ وِچ حد شمارے — کتھوں تائیں لکھ وکھاواں، مول نہ آواں وارے
فضل رسولؐ خدا دا کوئی ناہیں حد کنارا — کتھوں کرن بیان زبانوں، جن آدم جو سارا
وِچہ حقیقت فضل نبیؐ دے اوڑک حد نہ کائی ہے — نال زبانے ختم نہ ہووے مینوں ناہیں وِچہ فہم
فضل رسولؐ خدا دا ہرگز حد نہ منڈھوں دھر دا — کیویں بیان اوہیں دا کوئی، بولن والا کردا
حد نہ رکھے فضل نبیؐ دا، پورا ہوندا ناہیں — دم مارے کیہ عاجز ناطق کر کے شوخی فم دی
حد نہیں ہے کوئی حضرتؐ کے کمال و فضل کی — ہو بیاں کس مونھ سے توصیفِ شہؐ خیر الامم

فضل و جاہِ مصطفیٰؐ، حدّے نہ دارد در کمال
تا تواند کرد شخصے روشن آں را بیش و کم

For verily, the excellence of the Messenger of God has no limit, so that, one may utter one's words clearly.

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَہٗ اٰیَاتُہٗ عِظَمًا
اَحْیَ اسْمُہٗ حِیْنَ یُدْعٰی دَارِسَ الرِّمَمِ

جے آپؐ دے رُتبے دے مطابق سوبھا کینتی جاوے تے اس مقدس ذکر نال گلیاں سڑیاں ہڈیاں دی زندہ انسانی
ڈھانچیاں وچ تبدیل ہو جان

جے کوئی نشانی پیغمبری دی حضرتؐ کر دے ظاہر — بھگےّ ہڈ لکھّاں وِرہیاں دے سبھے آندے باہر

جے موجب درجے اپنے حضرتؐ معجزہ ظاہر کر دے — اُٹھ کھلوندے مُردے سارے، اسم نبیؐ جد پڑھدے

جے کر موجب قدر نبیؐ دے آیت نازل ہووے آ — نام نبیؐ دے لیاں جیون مُردے سے وِرہیاں وِچہ دم

جے کر قدر موافق اُسؐ دے معجزے اس دے آندے — اُسؐ دا ناواں اساں جد لیندے مُردے پکڑ اٹھاندے

لائق شان نبیؐ دے معجزہ جے ہوندا تا اڑیا ! — زندہ ہو کے کرے کلاماں خاک رمیم عظم دی

انؐ کی عظمت کے مساوی معجزے ہوتے اگر — نام انؐ کا زندہ کرتے استخواں ہائے رمم

درخورِ قدرِ بزرگش گر نمودے معجز ست
یادِ نامش زندہ کردے استخواں ہائے رمم

If his miracles were in proportion to his worth, his name, when invoked should have resuscitated effaced decayed bones.

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَى الْعُقُولُ بِهِ
حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ

آپ دی ایہہ کرم نوازی اے کہ سانوں کسے ایسے امتحان وچ نہ پایا کہ جس نوں سمجھن لئی ساڈیاں عقلاں جواب دے دیندیاں
آپ نے اپنی ذات دے عرفان بخش کے حیرانی تے شک دے سمندر وچ غوطے کھاون توں بچا لیا اے

کجھ تکلیف نہ دسّی حضرتؐ جس وچ اوکھے ہوئے　　محض کمال محبّت سیتی نہ جھُرے نہ روئے
حضرتؐ اوہ نہ دِسیا سانوں جس وچ عقل حیراناں　　شفقت کیتیس ساڈے اُتّے نہ ہوندے پریشاناں
حضرتؐ تنگ نہ کیتا سانوں جس وچ عاجز ہوندے ساں　　حرص نبیؐ نوں ساڈے اُتّے کامل آہی ناہیں کم
اوہ نہ آندس جو درماندے ہوندے اسیں بجھانوں　　لطف کیتیس نہ شک آندوسی نہ حیران گمانوں
واہ حریص اساڈا پیارا نہ آزمائے سانوں　　اکّے عقل اساڈا جس تھیں ذِلّت پا وہم دی
بازرکھّا امتحاں سے جس سے عاجز فہم ہو　　مہربانی کی نہ بچتے یوں شک و حیرت سے ہم

آنچہ او فرمود عقل از فہم آں عاجز نہ شد
بر صلاحِ ما حریص ست بے گمان و بے نہم

He did not test us with what should confound our intelligence out of strong desire for us. And so we doubt not,nor do we misconceive.

أَعْيَى الْوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى
لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ مِنْهُ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

آپ دے کمالات دی پچھان بندیاں نوں عاجز تے بے بس بنا دیندی اے تے قرب دے باوجود عقل تے دانش دی
پہنچ ہی اوتھوں تیک نہیں

جو معنے سن حضرت اندر بھورا کسے نہ پائے   جو نزدیکی اتے دراڈے سبھناں عقل دوڑائے
عاجز خلقت ہوئی نہ سمجھن معنے حضرت سارے   دوروں آکے نیڑے ویکھن کجھ نہ سمجھن بارے
عاجز کیتا خلقاں تائیں پاون کُنہ نبی دی نوں   نیڑیوں دوروں کسے نہ پائے عاجز ہویا سبھ عالم
اس دے معنے سمجھ نہ سکدے لوگ ہوئے حیرانے   نیڑے ہویا دُور نہ سمجھن ایہہ اسرار نہانے
تھکّی خلق نہ لبھّی جاندی پاک حقیقت اسؐ دی   جو کجھ ظاہر ہوئی کدھرے صفت مخیم فخم دی
سرّ باطن کی حقیقت نے کیا خلقت کو دنگ   دور سے نزدیک سے ہر طرح ہے مجبور فہم

عاقلاں از فہمِ معنیِ محمدؐ عاجز اند
اہلِ عالم جملہ در وصفش کشید ستند دم

Thou wilt ,therefore, not see far or near anyone who can evaluate it.

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ
صَغِيْرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَمٍ

جیویں کہ سورج نوں دوروں تے ویکھیا جا سکدا پر نیڑے ہو کے سورج نوں دکھیا نہیں جا سکدا انج آپ دے قرب دے باوجود وی آپؐ دے ظاہر و باطن دا گیان ممکن نہیں

حضرتؐ صاحب سورج وانگوں نظری آون دوروں   اکھیں سن مکھ دیکھ نہ سکّن کرن حجاب حضوروں

سورج وانگوں دوروں دسن حضرتؐ نکڑے جیہے   اکھیں کند ہوون جد دِسّن کس دی قدرت سیہے

جیوں کر سورج نظری آوے اکھیں نائیں دوری بھتیں   چھوٹیاں اکھیّں تاب نہ جھلّن ویکھن سندیاں نیڑیوں ہم

جیوں سورج چھوٹا لگے دوروں اکھ رلائیں   جے کر نیڑھیوں دیکھ نہ سکدے اکھ تیری اس ڈا نہیں

ہے اوہ شمس منوّر دسے دوروں نکّی ٹکّی   نوروں مات کریندا دوروں ساری نظر امم دی

وہؐ ہیں مثلِ شمس جو ظاہر ہو چھوٹا دُور سے   اور آنکھیں قرب سے ہوتی ہیں خیرہ ایک دم

مثلِ خورشید ست حالش کو بود کوچکِ ز دُور
در برابر چشمہائے مردم اندازد بہم

(He is)like the sun which appears small to the (naked) eyes from a distance but dims the eye-sight from close.

وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِى الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهُ
قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

ایس افراتفری دے زمانہ وچ دنیا اُتے آپؐ دی حقیقت دا کیویں ادراک ہو سکدا اے کیوں جو قوم سُتی ہوئی اے خواب دیکھن ہی نوں کافی سمجھ رہی اے

کُنہ نبیؐ دی خلق سُتّی وچ دنیا کیوں کر بھالے　　خاص حقیقت نیند نہ دسّے باجھوں وہم خیالے

لیکن سمجھن دنیا اندر گُن نبیؐ دے سارے　　نیندر اندر سفنہ ویکھ تسلّی کرن بیچارے

کیوں کر پاوے دنیا اندر عالم کُنہ نبیؐ دی نوں　　سُتّی خلق تسلّی پاوے حضرتؐ کولوں نال حلم

کیونکر لوے حقیقت اس دی دنیا وچ لوکائی　　جو اوسے توں ہو کے شاغل خوابیں عمر گنوائی

کیہ جانن ایہہ لوک بچارے پاک حقیقت اُسؐ دی　　سُتے موئے برابر جھیڑے باجھوں شکل حُلم دی

اہلِ دنیا کس طرح اُنؐ کی حقیقت پا سکیں　　خوابِ غفلت میں ہیں گویا قومِ خوابیدہ ہیں ہم

چوں بدانندش حقیقت اہلِ عالم چوں بود
مستِ خواب و دیدنش در خواب و اند مغتنم

How could a sleepy people in this world grasp his real nature They are consoled by dreams (of him) instead.

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَّاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

علم دی رسائی تے صرف ایتھوں تیک اے کہ آپؐ بشر نیں پر آپؐ دنیا دی ہر مخلوق توں افضل تے خیر البشر نیں

ایہہ گل جاتی آدمیاں، جو بندہ حضرتؐ خاکی — ساری دنیا وچّوں بہتر محض سراسر پاکی
اوڑک پہتا فکر اساڈا سرورؐ آدم زادہ — پر سبھ تھیں چنگا رب اُپایا رتبہ اوس دُراڈا
اوڑک خلقاں اِتنا جاتا جو حضرتؐ انساناں تھیں — سارے عالم کولوں بہتر جنّے کُلّ عرب عجم
علم ایتھوں تک پہنچے آدم آہے حضرتؐ پیارے — سبھ مخلوق خدا تھیں اُتے، بہتر نبیؐ سہارے
پاک حبیبؐ اللہ دا سچّا سبھ خلق تھیں سُچّا — اگّے اس تھیں جاندی ناہیں ہرگز ڈور علم دی
اِنتہائے علم کہتی ہے وہ ہیں خیر البشرؐ — جملہ مخلوقات میں رکھتے ہیں وہ شانِ اتم

مبلغِ معلومِ مردم آں کہ سیدؐ آدمی ست
بہترینِ مردمان باشد رسولؐ محتشم

So all our knowledge about him is that he is a man, and that he is most excellent of God's creation.

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمٖ

سارے نبیاںؑ نوں جس قدر دی معجزے ملے لاریب اوہ آپؐ دے مقدس نور ہی دی دین اے

جوں معجزے دنیا دے اُتّے نبیاںؑ آئے وکھائے　　سبھّے نور محمدؐ دے بھتیں آپوں کسے نہ پائے
سارے معجزے اگلیاں نبیّاں جیہڑے سی دکھلائے　　اوہ وی نورِ نبیؐ دا آہا تد ایہناں درجے پائے
ہر آیت جو نبیّاںؑ آندی روشن حکم الٰہی بھتیں　　نورِ نبیؐ دے کولوں آیا اوہناں تائیں نال کرم
ہر نبیؑ جو معجزہ جگ وچ اپنی واری لیایا　　نورِ نبیؐ بھتیں سبھ نے بے شک اوہ کمال اُپایا
جو جو ملے خوارق نبیّاں یا ولیاںؒ نوں بھائی　　اوہ سبھ بخشش اوہناں اُتّے اوسے نورؐ اُتّم دی
جو رسولانِؑ جلیلُ القدر کے تھے معجزے　　آپؐ ہی کے نور سے پایا تھا سب نے یہ کرم

ہر چہ آوردند مجموعِ رسلؑ از معجزات
آں ز نورِ مصطفیٰ آمد بایشاں لاجرم

And all the miracles that the noble Prophets have performed have but been derived from his light.

فَإِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُـمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

جنے دی نبیؑ پہلاں آچکے نیں اوہناں سبھناں دے معجزیاں تے برکتاں دا منبع آپؐ ہی دی پاک ذات اے

حضرتؐ سورج عظمت والے ہور پیغمبرؑ تارے   تاریاں دی رشنائی راتیں دینھ نوں چھپن ہارے
پس اوہ سرورؐ سورج وانگوں، کل پیغمبرؑ تارے   دن دے اگے چھپن لگن ظاہر وقت اندھیارے
حضرتؐ شمس فضیلت دے ہن ہور پیغمبرؑ ہن تارے   روشن کردے خلقاں تائیں ہوندی جدوں شب مُظلم
سورج فضل دا روشن حضرتؐ، نبیؑ سبھے ہن تارے   اس دے نور تھیں لوکاں اگے راتیں چمکن تارے
شمس منور سرورؐ عالم اوہ سبھ تارے اس دے   ظاہر کردے نور نبیؐ دا اندر رات ظلم دی
آفتابِ فضل ہیں وہؐ اور ستارے سب رسلؑ   کرتے ہیں ظلمت میں ظاہر سب پہ انوار کرم

اُو بود خورشیدِ فضل و دیگراںؑ سیارگاں
روشنی سیارگاں ظاہر کنند اندر ظلم

For he is the sun of excellence and they are the stars, whose light radiates to men in darkness.

اَکْرِمْ بِخَلْقِ نَبِیٍّ زَانَہٗ خُلُقٌ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبَشْرِ مُتَّسِمِ

آپؐ پاکیزہ سیرت، سوہنی صورت تے شیریں کلامی جیہے وصفاں دا اعلیٰ ترین تے انتہائی اتّم نمونہ نیں

وِچ پیدائش حضرتؐ وڈے پر پُر نال مٹھلے سے — خوبی حسن نہایت ہیّں کامل وِچ دلاسے

صورت اندر حضرتؐ کامل خُوبی لاٹاں مارے — خُلق نبیؐ وِچ اتنا بہتا ہسدے ملن پیارے

واہ نبیؐ دی صورت سیرت کیا کجھ صفت نبیؐ دی ہے — حسن تمامی اس دے اندر خوبی اس وِچ ہوئی اُتّم

واہ وا! صورت سیرت جس نوں زیب دِتا لاثانی — حسن عجائب بہتا اس دے نور بھری پیشانی

خَلق خُلق وِچ سبھ تھیں اعلیٰ انبیاءؑ دی جس شاہی — ہس مُکھ خوش مُبارک اُس دی مُبداء اس رسم دی

کیا عظیم الخلق ہے صورت مزیّن خُلق سے — حُسنِ صورت مشتمل ہے، خندہ روئی سے بہم

خَلقِ پیغمبرؐ نکو بر خُلق خوش آراستہ
مشتمل بر حُسن باشد ہر بشارت متّسم

How noble is a Prophet in constitution whose disposition adorns him;
whom beautv invested; whom cheerfulness distinguished!

كَالزَّهْرِ فِيْ تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِيْ شَرَفٍ
وَالْبَحْرِ فِيْ كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِيْ هِمَمِ

آپ نازگی وچ بہار دا موسم تے شرف وبزرگی وچ چودھویں دے چن دی روشنی، بخشش وچ سمندر تے بہادری وچ بے مثل نیں

بنی شگوفہ نازکیاں تھیں شرفوں بدر یگانہ — بخشش نھیں دریا کہائے ہمت وچ زمانہ

حضرت وانگ شگوفے نازک چن جیویں رشنائی — بخشش اندر وانگ سمندر ہمت زمانے آئی

وانگ شگوفے تازہ حضرت بدرے وانگوں وچہ شرف — وچہ سخاوت وانگ سمندر وانگ زمانے وچہ ہمم

جیویں گل ہو تازہ جیویں چندر شرف لاثانی — جیویں دریا موج کرم دی جیویں ہمت بہت زمانی

ہیگا نرم نزاکت والا چن شرف دا پیارا — اعلیٰ ہمت والا سوہنا موج بہار کرم دی

تازگی میں ہیں وہ غنچہ اور شرف مثلِ بدر — دہر میں ہمت میں اور بخشش میں دریائے کرم

چوں بہار از تازگی بد، ہمچو بدر اندر شرف
ہمچو دریا در کرم چوں روزگار اندر، ہمم

He is like the blossoms in smoothness, the full moon in nobility, the sea in generosity and time in resolution.

كَأَنَّهُ وَهُوَ فَرْدٌ فِي جَلَالَتِهِ
فِي عَسْكَرٍ حِينَ تَلْقَاهُ وَفِي حَشَمِ

حضورؐ پاک دی ہیبت تے چہرے دے رعب دا ایہہ عالم سی جے آپؐ اکلے وی ہندے تے انج لگدا کہ آپ دے آلے دوالے بہادراں دا لشکر موجود اے

حضرتؐ اک اکلّے آہے عظمت وِچ پُرسامان — انج وکھالی دیندے سن جیوں لشکر دھوماں دھاماں

چن اوہ حضرتؐ وچ شجاعت، آہا اک اِکلّا — لشکر اندر اُچّے دسّن ویری گل پا پلّا

وچہ بزرگی کامل حضرتؐ قمرے وانگوں روشن ہن — جس ویلے لوکاں نوں دسدے اندر لشکر اَتے حشم

جدوں اکلا ملے تینوں اوہ سلطان مدامی — گویا لشکر بھاری نال اس دی ہیبت ناک تمامی

کامل فرد نظیر نہ جس دی، سخی شجاع بہادر — جس لشکر وچ ویکھیں اس نوں یا وچہ فوج حشم دی

ہیں جلال و رعب میں سرکار عالیؐ بے نظیر — جیسے گرد و پیش رکھتا ہے کوئی فوج و حشم

گر کسے دیدیش تنہا خود ہمی پنداشتے
کز بزرگی اوست اندر لشکر و خیل و حشم

In his majesty, when thou meetest him in an army or suite of attendants it is as if he were alone.

كَاَنَّمَا اللُّؤلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِیْ صَدَفٍ
مِنْ مَّعْدِنَیْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمٖ

جدوں حضورِ انور گفتگو کردیاں ہویاں مسکراندے ۔ آپ حضور دے مبارک دنداں دا حسن تے چمک انتہائی قیمتی، شفاف
تے خوبصورت سفید جواہرات توں وی زیادہ روشن ہوندا

حضرتؐ جدوں تبسم کردے دِسدے دند جیوں موتی — حُقّی وِچہ املق رکھے گویا لڑی پروتی
چن سی دند مُبارک موتی رکھّن اندر پردے — گلاّں کردیاں ظاہر ہوون جدوں تبسّم کردے
گویا خالص موتی آہے چھپے ہوئے وچ صدف — دند مُبارک بولن ویلے وقت تبسم نال کرم
گویا موتی گجے ہون عجائب باہر صدفوں آئے — گھان لادن گھان ہسن ایہہ خُوش آب سوائے
سچّے لعل زمرد موتی پاک کلام نُورانی — دو کھاناں دے وچّوں نکلی سوہنی لڑی نظم دی
ہیں وہ دندانِ مُبارک مثلِ موتی سیپ میں — معدنِ نطق و تبسّم ہے وہ دہنِ محترم

دُرِ مکنون در صدف دندانِ اُو بُد گوئیا
واں دہن گویا کہ می افشاند مروارید ہم

As though the pearl latent in a shell were of the two ores-speech and smiling from him .

لَا طِیبَ یَعدِلُ تُربًا ضَمَّ اَعظُمَہٗ
طُوبٰی لِمُنتَشِقٍ مِّنہُ وَمُلتَثِمِ

حضورؐ پاک دے مبارک جسم دے سبب آپؐ دے مرقد توں جیہڑی خوشبو کھنڈ رہی اے اوہ سبھ توں اُتّم اے

جتھے حضرتؐ سنتے بیٹھے، اوتھے جو خوشبوئی — جس اوہ جاگہ چُمّے چٹّے اوس جیہا نہ کوئی
کائی مشک برابر نہ نال مٹی قبرِ نبیؐ دے — خوشی ہو سُنگھن چُمّن والے روشن کیتس دیدے
کوئی مشک برابر ناہیں تربت پاک نبیؐ دی توں — واہ! خوشی جس تس نے گھلّی بو تربت دہی لے کے دم
مشک نہ رلدا اس دھرتی نوں جو جُثّے نال بھِبوئی — سنگھن والے نوں خوشخبری چُمّن والے سوئی
کستوری نوں بُو نہ لبھّے لحد معطر والی — واہ! خوش قسمت جیہڑے سنگھن اوہ نسیم نسم دی
ہے وہ خوش قسمت جو سونگھے اور بوسہ دے اُسے — بے بدل خوشبو ہے خاکِ تربتِ شاہِ اُممؐ

ہیچ بوئے خوش چو بوئے خواب گاہے اُو نبود
نیک بخت آنکس کہ بوئیدست و بوسیدست ہم

There is no perfume which can be equal to the dust which his bones contain; blessed be he who smells and kisses it.

أَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ
يَا طِيْبَ مُبْتَدَاءٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمِ

آپؐ دے جمن نال اجیہاں اچرج گلاں ساہمنے آیاں جیہدی پہلاں کوئی مثال نہیں جیویں کہ ولادت دے
وقت آپؐ دے مبارک جثے توں جیہڑی خوشبو نکلنا شروع ہوئی اوہ آپؐ دے وصال دے ویلے وی موجود سی

پاکی تے خوشبوئی جو رب حضرتؐ دے وچ پائی — وقت تولّد تا دم آخر اِکو جیہی سائی
ظاہر کیتی جمن اُسؐ دے مٹّی دی خوشبوئی — واہ خوشبو جثّے دی اوتھے جتھے تربت ہوئی
جمن اُسؐ دا ظاہر ہویا پاکی عنصر اُسؐ دے نفیس — واہ نبیؐ دا جمن ویلا واہ نبیؐ دا وقت ختم
ظاہر جا جمن دی کیتا شرف اوسے دا ابھارا — واہ! اس دا آغاز مبارک، واہ انجام پیارا
وقت ولادت ظاہر کیتی عنصر پاک نبیؐ دی — واہ! خوشبو معطر پھُلّی مُخبر حال ختم دی
ہو گئیں ظاہر ولادت سے سب انؐ کی خوبیاں — پاک انؐ کی ابتداء بھی پاک انؐ کا مختتم

وقت زادن پاکئ ذاتِ شریفش شد پدید
پاک بودش مُبتدا و پاک بودش مختتم

His birth revealed his good origin. How good is the beginning and end!

يَوْمَ تَفَرَّسَ فِيْهِ الْفُرْسُ اَنَّهُمْ
قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

آپؐ دے جمن دے دن ہی فارس دے دانشمنداں نوں احساس ہوگیا کہ اوہناں دا عہد مکن والا اے

اہل فارس دیاں جاتا آہا جس دن حضرتؐ جمے — اہل مجوسی ڈراس دے تھیں ڈگ ڈگ پوسن لمے

روز تولّد پیغامبرؐ دے فارسیاں نے جاتا — کنبن دہشت خوفے کولوں لوکاں حق پچھاتا

اس دن فارسیاں نے جاتا جو اوہناں نوں ہووے گی — پچھے اس تھیں رنج، ہلاکی، خواری نالے درد الم

فارسیاں دا عقل گیا، جدوں آئی نظر خرابی — آیا حق تے باطل نٹھا اس تھوں ہوئیس بیتابی

اس دن نال فراست پایا فارسیاں دے ناداں — آئی سر اساڈے اُتّے اج بلا نقم دی

اہل فارس نے سنی جوں ہی ولادت کی خبر — ہو گئے وحشت زدہ اور چھا گیا درد و الم

اہل فرس آں روز دانستند کا ایشاں را نمود
بعد ازیں درد و ملال و خواری و رنج و نقم

Day which the Persians looked fixedly at, they were warned of the misery and vengeance hanging over them.

وَبَاتَ اِیْوَانُ کِسْرٰی وَھُوَمُنْصَدِعٌ
کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْرٰی غَیْرَمُلْتَئِمِ

(آپؐ دی ولادت دے معجزے کارن) کسرٰی دے محل وِچ اجیہاں تریڑاں آیاں جیویں اس دی فوج تتر بتر ہو گئی سی،
نہ تریڑاں ٹھیک ہویاں نہ فوج نوں دوبارہ اکٹھیاں کیتا جا سکیا

جس دن حضرتؐ جنم لیا سی روشن بدر منیراں　　کنگرے محل نوشیرواں دے ڈگے رُوۓ سنے امیراں
ڈھٹھا رنگ محل نوشیرواں باراں جھڑے منارے　　رات نوں لدّ کسرٰی رُووے حیرت اندر سارے
کسرٰی دے ایوان شکستہ، کنگریاں ڈھٹھیاں ہوئے سن　　ایویں کسرٰی نالے لشکر ہو حیراں ہوئے درہم
ماڑی نوشیرواں دی کنبی، ہوئی پارا پارا　　جیویں لشکر نوشیرواں دا وکھو وکھ نکارا
کسرٰی دے ایوان پکیرے ہو نمانے ترُٹّے　　جیوں کر فوج ہوئی سی اس دی بھجّی ماری غم دی
محلِ کسرٰی گر پڑا اور پارا پارا ہو گیا　　منتشر سب ہو گئے کسرٰی کے ساتھی ایکدم

طاقِ کسرٰی شد خراب و کنگرِ کسرٰی شکست
در شکست احوالِ کفّار و دِگر نامد بہم

The large public hall of Chosroes became cracked beyond repair. Like unto the people of the Chosroes.

وَسَآءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُہَا
وَرُدَّ وَارِدُھَا بِالْغَیْظِ حِیْنَ ظَمِ

(آپ دی ولادت والے دن) ساوہ دریا دا مٹھا پانی وی خشک ہوگیا پیاس بجھاون واسطے لوکاں نوں غصّے نال واپس پرتنا پیا

اہلِ فارس سبھ غمگیں ہوئے جاں سک گیا پانی   پھر ترہائے مڑ مڑ آئے پکڑی درد حیرانی

لوک ساوے دے حیرت اندر ندیوں سکّا پانی   رہ ترہائے مڑ مڑ آون بھی کا فراشنانی

حال بُرا ساویاں دا ہویا جو گم ہویا تس پانی   تسے ہوئے پچھّے پانی خوف ہویونیں ملے غم

ساوے والے غمگیں ہوئے جدوں نہر سکایا ساوے   تریہا آکر ویکھ کے سکّا کونج وانگوں کرلاوے

ساوے والی رونق ماری خبر بحیرے اس دی   غصّے نال روئے جس ویلے تریہہ پیاس ظمَ دی

اہلِ ساوہ تھے پریشاں خشک چشمے دیکھ کر   لوٹتے تھے گھاٹ سے غصّہ میں پیاسے پُر الم

ساوہ غمگین شد چو گشتش آب در دریا چہ خشک
تشنگاں زو باز گشتند جملگی در درد و غم

And it afflicted (the city of) Sawa that its lake should ebb, and who arrived there (for water) was angrily turned when he felt thirst for it.

وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ
عَلَيْهِ وَالنَّهَرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ

آتش کدیاں دی اگ شرم تے افسوس نال بجھ کے ٹھنڈی ہو گئی تے دریا دے سوتے خشک ہو گئے

اگ تکبر بجھی گبراں لگیونیں غم دے تکے   جیہڑے چشمے جاری آہے دشت بھیں سبھ سکے
آتش بجھی سویرے دی جیہڑی بلدی آہی   نہراں سک گئیاں اشانی ہوئی کفر تباہی
آتش کسریٰ سندی بجھی گبراں تائیں ہویا غم   چشمہ پانی سندا سکا اوہناں تائیں ہویا ماتم
دیر والے سبھ بیکل ہوئے بجھ گئیاں نیں بھائیں   نہر دا پانی غم تھیوں سکا خبر تھیونیں تائیں
کر کر کے افسوس ہزاراں اگ اوہناں دی بجھی   حیرت تھیں جد ہوئے غافل آکے نہر سدم دی
آتشِ فارس نے ٹھنڈی سانس لی افسوس سے   نہر بھی چشموں کو بھولی از رہِ اندوہ و غم

آتشِ گبراں بمرد از حزن و اندوہ و ملال
چشمۂ آبِ رواں شد خشک در جوئے سدم

And the fire became extinct through grief in its respirations, and the river began to recede through repentance.

كَانَ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَّبِالْمَآءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٖ

آتش کدے اجیہے ٹھنڈے ہو گئے جیویں اگ برف بن گئی تے ندی دی انج ای سکی جس طرح پانی اگ بن گیا ہووے
گویا اگ تے پانی دوہاں نے اپنیاں خاصیتاں بدل لئیاں ہون

نال ظہورے نور محمدؐ، اگوں پانی ہویا — غم تھیں پانی اگےّ وانگوں سوزاں ہو کھلویا
جان آتش تد پانی ہوئی ویکھ اندوہ اوہناں دا — پانی اگے وانگوں ہویا سینہ وت جلاندا
گویا آتش پانی وانگوں سرد تمامی ہوئی سی — پانی آتش وانگوں ہویا وچہ سوزش دے اتے ضرم
گویا اگ نوں اوہ طراوت جو ہوندی وچ پانی — پانی نوں اوہ غم تھوں ہویا جو اگ وچ سوزنہانی
ٹھنڈک پانی والی پائی اگ بھڑکدی بھائی — ٹھنڈی ٹھار ہوئی سی سجل تتی اگ گرم دی
پانی پانی ہو گئی تھی آگ مارے رنج کے — اور پانی ہو گیا تھا آتشیں از سوز و غم

گوئیا بر جائے آتش، آب بُودے سرد و تر
از غم و بر جائے آب آتش بُدے سوزان و گرم

As though in the fire, through sadness, (there was) the wetness with water and in the water, the burning of the fire.
(Verse-64)

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ
وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمٖ

اوس دن جن نظر نہ آون والی مخلوق غیب نوں آپؐ دی ولادت دی خوشخبری اپنے غم نوں ظاہر کر کے سنا رہے سن کہ اونہاں
دی شیطانی سکن والی اے تے نوراں دی چمک ایس بشارت دی تصدیق کر رہی سی کہ حق ظاہر ہو گیا اے

اُچّے سد کیتے سن جِنّاں نال اندوہ تمامی — نور ظہور ہویا سی جدوں حضرت احمدؐ نامی

جن سنیندے مدح نبیؐ دی رات آہی نورانی — حق نبوّت ظاہر ہویا ظاہر باطن جانی

لشکر شیطاں وارد ہویا غم اندوہے تھیں سارا — نور خدا دا ظاہر ہویا معنیاں کلمیاں کولوں ہم

جن بولیندے نور نے ماریا عالم وچ چمکارا — معنی تھیں اتے کلمیاں تھوں حق ظاہر ہوندا سارا

دین آوازے جن فرشتے صبح نبوتؐ دھمّی — کردے حق معانی ظاہر نالے ذات کَلَم دی

کی شیاطین نے فغاں انوار وی چمکے وہاں — نورِ حق روشن ہوا الفاظ و معنیٰ سے بہم

لشکرِ شیطاں فغاں کردہ ز اندوہِ تمام
نورِ حق تاباں ز معنیٰ و کلم شد دمبدم

Then the genie cried out, and the lights rose and spread and the truth appeared in sense and in words.

عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ
نُسْمَعُ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

منکر انج انھّے تے ڈورے ہو گئے کہ نہ اوہناں نوں ربی غضب دی بجلی نظر آئی تے نہ اوہ خوش خبری سُن سکے

انھّے ڈورے ہوئے کافر سنن بشارت ناہیں　　نور محمدؐ ڈھونا ہیں غم بھقیں روون ڈھاہیں
انھّے ڈورے کافر آہے سُن دے نہ بشارت　　بجلی خوف نہ ویکھن کافر ڈھے ڈھے پوے عمارت
انھّے لولے کافر ہوئے اوہناں بشارت سنی نہ مول　　بجلی پئی اندانے سندی ڈِٹھا ناہیں نال الم
سُنے نہ اوہناں حق نے جو جو ظاہر سخن سنائے　　نہ برق ڈراون والی ڈٹھی دوزخ گئے اجائے
اوہ عقل دے انھّے ڈورے کدوں بشارت سندے　　یا اوہ نور نبیؐ دا تکّن کر کے نظر شیم دی
اندھے اور بہرے تھے سنتے کس طرح خوش خبریاں　　اور کیسے دیکھتے تخویفِ برق از رنج و غم

کور و کر گشتند نشنیدند بشارت از خدا
ہم ندیدند برقِ بیم از غایتِ رنج والم

They were blind and deaf, and the good news proclaimed (to them) were not listened to nor the admonition of lightning heeded.

مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ
بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

نجومیاں نے وی اوہناں نوں دس دتا کہ ہُن اوہناں دا زمانہ مُک گیا اے پر پھر وی اوہ ایس سچائی دے منکر رہے

نجومیاں تھیں خبراں سُن کے کافر ہوئے ڈورے — دین محمدؐ دائم رہسی دین اساڈا اوڑے
اگےّ خبراں نت سی کہندے پنڈت بیدگیانی — جے بعد نبیؐ دے دین تساڈا ڈھے کے ہوئے فانی
اگے کاہن کہندے آہے دین تُساڈا جاوے گا — ڈنگا ہوسی دین تساڈا رہسی ناہیں ہوسی کم
خبر اوہناں نوں دتی جدوں جھیڑے سن وسیلے — ونگا دین نہ رہسی ایہو توڑے کرو کیھ حیلے
دِتّی خبر نجومی جس دم دین اوہناں دا ڈِگا — کدے نہ رہسی دائم ہرگز اُڈسی مثل بھسم دے
دی خبر اقوام کے سب کاہنوں نے اس طرح — دین سب باطل ہوئے اور ہو گئے سب کالعدم

پس ازاں کاخبار ایشاں کردہ بودند کاہناں
آنکہ دین شاں کژ است و نیست خواہد گشت ہم

After their soothsayers having informed the people that their crooked creed would not stand .

وَبَعْدَمَا عَايَنُوْا فِى الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَّفْقَ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ صَنَمٖ

اوہ لوک اجیہے اِنھے تے ڈورے ہو گئے سن کہ اسمان توں اوہناں تاریاں نوں انج ہی ڈگدیاں ویکھیا جیویں دھرتی اُپر بُت
موُنھ پرنے ڈگ رہے سن پر پھر وی اوہناں ایمان نہ لیاندا

بعد تولّد ختم نبیاں بت گِراں ہوڑ تارے — اُتّے زمین سر اُلٹے ڈگے دہشت سینی سارے

ڈِھٹّے گبراں اسماناں تھیں ڈگ ڈگ پوندے تارے — اُتّے زمیناں ٹکڑے ہوئے جو بت آہے سارے

ڈِھٹّیا نیں اسمانوں آتش بھوئیں اُتّے آ ڈگی سی — وچہ زمیں دے موُنھدے ہوئے خواری کنوں کُل صنم

پچھے اس دے جو اسمانوں ڈگن لگے تارے — جِنّاں نے جس دھرتی اُتّے اپنے پیر پسارے

تارے ٹٹ فلک دے جس دم ڈھٹھے آن کنارے — جیونکر موُنھدی ہوئی بِٹڑی جن شیطان صنم دی

بعد ازاں یوں ٹوٹتے تاروں کو دیکھا چرخ سے — اور موُنھ کے بل گرے سب سرنگوں ہو کر صنم

دیدہ بودند ز آسماں آتش بزیر افتادہ بود
در زمیں ہم سرنگوں از خواری افتادہ صنم

After that they had seen the meteors on the horizon falling similar to what (happened) to the idols on earth .

حَتّٰى غَدَا عَنْ طَرِيْقِ الْوَحْيِ مُنْهَزِمٌ
مِنَ الشَّيَاطِيْنِ يَقْفُوْا اِثْرَ مُنْهَزِمِ

ایتھوں تیک کہ شیطاناں اسمان دل ودھ کے اُپر ہون والی تبدیلی دی ٹوہ لادن دے جتن کیتے تے اوہناں اُپر
اگ وسی تے اوہ اُبڑواہے اِک دوجے دے پچھے نسے

انبروں نٹھا سی شیطانے رات ولادت سرورؐ — پچھوں سبھ شیطانے بھنے بھاہ پئی نیں سر پر
فجرے ناکر راہ وحی دا جھل الیسی شیطاناں — اگّے پچھّے نٹھّے سارے چرنوں ڈھٹے اسماناں
راہ وحی دے ولوں نٹھے شیطان نال خواری دے — نال شکستہ دل دے نٹھے اگڑ پچھڑ مارے غم
وحی دی راہ اُتّوں تاں نٹھّے اوہ گروہ عذابی — اِک دوئے پچھّے ڈِگدے جن کنوں بینابی
تاں پھر چھوڑ طریق وحی دا نٹھی فوج شیطانی — اک دوجے دے پیر چٹیندے نہ کجھ سار قدم دی
بھاگتے تھے راستہ سے وحی کے شیطان یوں — ایک پیچھے دوسرے کے سر پہ رکھ اپنا قدم

از طریق وحی دیواں جملہ آوارہ شدند
دل شکستہ از پئے ہم میرسیدند از ہزم

Until the devils fled following the trails of one another away from the track through which Revelation came.

كَاَنَّهُمْ هَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَهَةٍ
اَوْعَسْكَرٌ بِالْحَصٰى مِنْ رَّاحَتَيْهِ رُمِ

شیطاناں وچ اینج بھاجڑ مچی جیویں کنکریاں نال ہاتھیاں دے مرن پچھوں ابرہہ دے فوجی تتر بتر ہوگئے یا پھر جیویں جنگ
حنین وچ آپ صلعم دے کنکریاں دی مُٹھ سٹن نال اوہناں دے فوجی سر تے پیر رکھ کے نس گئے

ابرہہ دے پہلواناں وانگوں نٹھے سبھ شیطانی — یا جیوں لشکر مکیوں بھنا کنکریاں بھنیں جانی
جد ابرہہ دے پہلواناں وانگوں شیطاں نٹھے سارے — لشکر نٹھا حضرتؐ صاحب سنگریزے جد مارے
گویا اوہو نسّن ویلے وانگوں لشکر ابرہہ سن — یا تاں وانگوں لشکر سن جو رڑاں مارے نال حشم
ابرہہ دا سی اوہ لشکر جو کعبے تے چڑھ آئے — یا اوہ لشکر جو جنگ وچ حضرتؐ پتھریاں سٹ بھجائے
ابرہہ دیاں دلیراں وانگوں نس گئے سن سارے — یا سکروڑ جنہاں نوں لگے مارے اوس قرم دی
تھا وہ لشکر ابرہہ کا یا پراگندہ سی فوج — سنگریزے جن پہ پھینکے تھے یدِ شاہِ اممؐ

چوں دلیرانِ یمن بودند گویا در گریز
یا چو آں لشکر کہ از خاکِ کفش گشتند گم

In their (devils) flight they were like the brave heroes of Abraha or the army hurled with pebbles from his (the Prophet's) hands.

نَبَذًا بِهٖ بَعْدَ تَسْبِيْحٍ بِبَطْنِهِمَا
نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ اَحْشَاءِ مُلْتَقِمٖ

مشرکاں دے لشکر اپر تسبیح پڑھدیاں ہویاں آپؐ دی مُٹھ وچوں پتھریاں انج نکلیاں جیویں مچھلی نے حضرت یونسؑ
نوں اپنے پیٹ وچوں اُگل دِتا سی

انج سنگریزے سٹے حضرتؐ پھڑ تسبیح دو کف تھیں   جیوں مہتر یونسؑ مچھی پیٹوں ایویں خبر سلف تھیں

پتھراں یوں کر سٹے حضرتؐ پڑھ تسبیح ہتھاہوں   نال تسبیح جیوں مہتر یونسؑ ماہی سُٹے وچاہوں

روڑیاں دے دست مبارک وچ تسبیحاں پڑھدے سن   جیوں کر حضرت مہتر یونسؑ ذاکر آہے وچ شکم

سُٹن پچھّے اس دے جو کنکر تسبیح کریندے سارے   جیوں مچھلی یونسؑ ذاکر نوں سی سٹیا آن کنارے

سٹے سن سکروڑتلی تھیں پہلوں سُن تسبیحاں   جیوں یونسؑ نوں سٹیا مچھی موٹی کیوں شکم دی

لے کے نام اللہ کا پھینکا جو کنکر آپؐ نے   حضرت یُونسؑ کو اُگلے جیسے ماہی کا شکم

اوہ فگندہ از پئے تسبیح در دستِ رسولؐ
مثل تسبیحے کہ یونسؑ را بیفگند از شکم

Which he threw after their glorifying in his palms just as Jonah, when he glorified God, was cast off from the entrails of the swallowing whale.

جَآءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

آپؐ دے اشارہ کرن نال ہی درخت چل کے آپؐ نوں سجدہ کرن لئی حاضر ہوئے

حضرتؐ رُکھ بلائے آہے سجدہ کردے آئے — ٹہنیاں پرنے ڈگدیاں ڈھینداں کیتونیں سائے

رُکھّاں نوں جاں حضرتؐ سدّن آون سجدے کردے — ٹہنیاں اُپر دوڑے آون پیر نہ دھرتی دھردے

آئے رُکھ نبیؐ دی خدمت سجدے کردے رحمت تھیں — ٹہنیاں اُپر ٹُردے آئے پاس نبیؐ دے باجھ قدم

جد سد بیندے، سر جھکا کے آندے رُکھ سلامی — ٹہنیاں اُتے پیر دراوَن دوڑے آندے عامی

آئے درخت تساںؐ ول کر سجدہ تعظیمی — لا کے چھالاں وانگ غزالاں کیہ گل ساق قدم دی

ہو کے مسجود آپؐ کی دعوت پہ اشجار آ گئے — پیڑ سے چلتے ہوئے رکھتے نہ تھے گو وہ قدم

ہم درخت آمد بفرمائش بہ نزد و سجدہ کرد
می دویدے سوئے اوؐ دائم بساقِ بے قدم

At his(the Prophet's) call, the trees came yielding, walking towards him on legs without feet.

كَاَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِّمَا كَتَبَتْ
فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ

گویا درختاں نے چلن دیلے اپنیاں شاخاں نال زمین اُپر آپ دے کمال اُلیکے

اوہناں درختاں دیاں شاخاں خط لکھے جو وچ راہے   نال قلم جو کاتب لکھدا اکّی ہوئی صلاحے
جن شاخاں دیاں لکھیاں سطراں کاتب خوب لکھایا   خط عجائب مدّاں، شدّاں، زرّیں رقم بنایا
گویا سطراں لکھدے آہے نال قلم دے، وچ راہے   شاخاں خط عجائب لکھے، گویا لکھے نال قلم
گویا اس نے راہ دے اندر سطراں خاص لکھائے   بیجاں نال عجائب خط دیاں راہ دے وچ بنائے
خوش خط صاف مزیّن سطراں مسطر دار بناون   دانش مندا کابر وانگوں ٹھالی پکڑ قلم دی
ان درختوں نے لکیریں خوب کھینچیں اور لکھا   ڈالیوں سے اپنی وسط راہ میں باپیچ و خم

گویّا خطّے کہ کردند شاخہا بر ہر درخت
می نوشتندے خطِ نیکو عجب اندر رقم

As if they were drawing lines for what their branches wrote of an admirable writing in the main line of the path.

مِثْلَ الْغَمَامَةِ اَنّٰى سَارَ سَائِرَةً
تَقِيْهِ حَرَّ وَطِيْسٍ لِّلْهَجِيْرِ حَمِىْ

گرمی توں بچاون لئی جس رفتار نال بدل سایہ کرن لئی آپؐ اُپر سایہ کر کے چل دے اوسے وانگ ہی درخت آپؐ ول ودھے

بدل سایہ کر دے آہے وچ حرارت گرمی — حضرتؐ ختم نبیاں تائیں بھج کے ناجھوں قدمی
بدّل سر تے رہندا حضرتؐ جدھر جاگاہ جاندے — چھاؤں رہے تے دھپ نہ لگے انذ ہاڑھ دیہاں دے
بدّل آہا سر تے دائم نال ہمیشہ ٹُردا سی — کرے حفاظت پاک نبیؐ دی، گرمی کنوں نال کرم
بدّل سر تے اُت ول چلدا جت ول جاندا جانی — گرمی زور کرم تھیں کردا حضرتؐ دی نگہبانی
ٹوکی وانگ ابر دی کردے آکے چھاں دوپہرے — اس لڈ کے توں مت لگے حرّ تنور گرم دی
ابر کی مانند وہ سایہ فگن تھے آپؐ پر — تا بچائے گرم موسم کی حرارت سے بہم

ابر بودے بر سرّش تا اوہ بر فتے ہر کجا
تا نگاہش داشت از گرمائے تابستانِ گرم

Like the cloud which went with (him), protecting him from the sun's bowl-like heat at the noon-tide, being very hot .

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اَنَّ لَهٗ
مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَّبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ

میں، دو ٹکڑے ہوون والے چن نوں گواہ بنا کے یقین نال کہنا کہ بلاشبہ چن نوں آپؐ دے منوّر دل نال نسبت تے رابطہ اے تے ایس نسبت گواہ بناون والا صادق اے

قسم کراں ہُس چن دی میں، تا ایہہ ہویا دوپارہ   تا دل حضرتؐ نسبت رکھدا سچّی قسم دوبارہ

قسم کراں میں نال چنّے دی حضرتؐ کیتے پارے   تینوں دکھن ہویا دِل اس دا سچّی قسم پیارے

قسم کراں میں قمرے سندی، جو دو ٹکڑے ہویا سی   نسبت کر دَل قلب نبیؐ دے سچی جانو ایہہ قسم

قسم ہے مینوں اُس چن دی جو نبیؐ تھوں ہویا پارہ   اس دے دِل دی نسبت رکھدا قسم سچی ہے نیکوکارہ

چاء کے قسم دسالاں تینوں، جیہڑا چن نورانی   اِس دل دی کجھ نسبت اس نوں، چنگی قسم قسم دی

قلبِ پاکِ مصطفٰےؐ سے چاند کو نسبت ہے خاص   ماہِ منشق کی قسم کھاتا ہوں میں سچّی قسم

می خورم سوگند ہر ماہے کہ منشق شد ازو
نسبتے دارد ز قلبش زاں درست آمد قسم

I swear by the moon that split as it bears a relation to his (the Prophet's) heart which vindicates my oath .

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّمِنْ كَرَمٍ
وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِ

غارِ ثور وچ کرم تے خیر دے فضل نوں اکٹھیا ویکھ کے مکّہ معظمہ دے مشرک انھّے ہو گئے

غار چھپایا ختم نبیاںؐ بوہتے خیر کرم بھئیں — کافر ڈھونڈ رہے بہتیرا ہوئے کور شرم بھئیں
سر فرؐ تائیں غار چھپایا، گنج سخا کرم دا — ہر وِل کافر انھے ہوئے، ماتم بیٹھن غم دا
جو وچ غار اکٹھے ہوئے حضرتؐ تے صدیقؓ ولی — سارے کافر انھّے ہوئے اوہناں ولّوں نال کرم
خیر کرم نے غار وچالے، جد اپنی ذات چھپائی — کافر انھے ہوئے سارے ہتھ نہ آیو سس چھائی
ساری طرفوں کافر انھّے گھیرا مار کھلوئے — غارے وچہ چیز انوکھی مبداء خیر کرم دی
ہے قسم خیر و کرمؐ کی جمع تھے جو غار میں — کیا نظر آتا نہیں کفار تھے سب کور چشم

جمع کردہ غار خیرات و کرامت ہا بسے.
یا محمدؐ چشمِ کافر گشت زاں ایشاں کور ہم

What the cave contained of great good and generosity, And every eye of the infidels was blind to it.

فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيْقُ لَمْ يَرِيَا
وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرَمٖ

غار وچ صدق مجسم یعنی حضور پاکؐ تے حضرت ابابکر صدیقؓ دی موجود سن پر کافر اجیہے انھے ہوئے کہ اوہناں یقین نال اعلان کیتا کہ اندر نئے کوئی دی آدمی موجود نہیں

حضرتؐ تے صدیقؓ دونویں وچ بیٹھے آہے غاری — کفّاراں نوں نظر نہ آئے نال کرامت بھاری

حضرتؐ تے صدیقؓ دونویں وچ غارے قدم نہ ہلّے — کافر آکھن وچ نہ کوئی، وت گھراں نوں چلے

حضرتؐ غارے دے وچ آہے نالے دوست خاص ولیؓ — کافر آکھن ہرگز ناہیں غارے دے وچ کوئی ہم

صّدق صدیقؓ دونویں جا بیٹھے چھپ کے اندر غارے — کہندے کوئی نہ آیا ایتھے کافر رب دی مارے

صّدق صدیقؓ رہے وچ غارے کسے نہ ڈٹھے بھالے — کردے رہے بیان حقیقت آپس وچ ارم دی

صّدق اور صدیقؓ اکبر غار ہی میں تھے چھپے — غار میں کوئی نہیں کفار کہتے تھے بہم

صّدق و صدّیقؓ اند درغار وکس ایشاں را ندید
کافراں گفتند کس ایں جا نہ باشد منکتم

And (the man of) veracity is in the cave, and the righteous did not budge, They were saying, "no one in the cave"

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰی
خَیْرِ الْبَرِیَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

کافراں غار دے موُنھ تے بمبیہے دے جالے تے کبوتری دے انڈیاں نوں گمان کیتا کہ ایہہ تے ڈھیر پرانے کم نیں۔
حضورؐ پاک اندر جاندے تے نہ جالے بنن بچنا سی تے نہ اہلنا رہنا سی

کبوتراں سن آنڈے دِتے کیھنے تند ولاے   ظن ہویا کفاراں تائیں ایتھے اوہ نہ آئے

کافر آکھن جے اس موُرے پیغامبرؐ وڑھ جاندا   جال بنیو ہے دا کیوں رہندا کیویں کبوتر باہندا

پہلے ویکھ کبوتر، جالا تنیا ہویا کنّھے دا   کفاراں نے ایہو جاتا ایتھے ناہیں کوئی دم

جانوں نہیں کبوتر، ڈاون پردہ نہیں بنایا   چنگے لوکاں دے گرد نہ پھریا ایہو خیال سمایا

جالی ویکھ بوہے والی کلبوتر دے آنڈے   ظن گمان کفّاراں والا اڈیا مثل بھسم دے

دیکھ کر انڈے کبوتر کے ادھر مکڑی کا جال   تھا گمان کفّار کو واں تو نہیں شاہِ اُممؐ

تخم بنہادہ کبوتر بُد ، بہ لفتِ عنکبوت
کافراں را شد گماں کانجا بنا سُودہ لنسم

They thought that the Doves would not hover about, and they imagined that the spider would not weave around the best of creation.

وِقَايَةُ اللهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ
مِّنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

اللہ تعالیٰ دی نگہبانی نے آپؐ نوں دوہری زِرہ تے اُچیاں فصیلاں والیاں قلعیاں توں بے نیاز کر دتا

کفّاراں دِیاں بکراں نھیں رب رکھّیا احمدِ سرورؐ — کیہہ ہویا جے قلعے اچے تے ہیسی زرہ بکتر
حفظ ربے دا ڈاڈھا ایہی زرہ تے کوٹاں ناں — رب نوں چھڈن کوٹ بناین گھس گئے اوہ چاوں
حفظ الٰہی حضرتؐ تائیں حاجت مول نہ چھوڑی سی — حاجت خلقاں تیک نہ رکھدے رب محکم رکھے وچ عصم
نگہبانی رب دی اسؐ نوں بے نیاز بنایا — زرہاں تھیں تے قلعیاں تھیں جو بلند ستھیندے سیایا
رکھ اللہ دی رکھ نبیؐ دی لکھ زرہ تھیں پکّی — کجھ پرواہ نہ حاجت تینوں پکے کوٹ اتم دی
کی حفاظت آپؐ کی ایسی خدائے پاک نے — زرہ اور قلعوں سے مستغنی ہوئے شاہِ اُممؐ

چوں خدا اُوؐ را ز مکرِ دُشمناں محفوظ داشت
بر زرہ حاجت نبودش و بحصنِ قلعہ ہم

God's protection made (him) do without double armours and high fortresses.

مَا سَامَنِى الدَّهْرُ ضَيْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ
اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ يُضَمِ

زمانہ نے جدّوں وی کوئی تکلیف دتی یا کوئی نقصان پہنچاون دی کوشش کیتی تے میں ترت آپؐ دی پناہ وِچ
داخل ہو کے ہمیشہ لئی امان پا لئی

جے رنج ویکھاں وِچ زمانے یاری سرورؐ چاہاں — ہووے جے ہمسائیگی سرورؐ تاں دل خوف کداہاں

جدہیں سختی کرے زمانہ، مدّت حضرتؐ چاہاں — البت یاری ہووے حضرتؐ سختی رہے پچھاہاں

کوئی مشکل وِچ حیاتی میرے پیش نہ آئی ہے — جدّوں پناہ نبیؐ دی ہوئی مشکل ہوئی کل ہدم

مینوں رنج زمانے دتّے، جدہیں جاء سنائی — اوہ پناہ میں لدّھی اُسؐ تھیں جو کسے نہ آن ہٹائی

جو سختی دشواری مینوں پہتی وِچ زمانے — لئی پناہ تساڈی جس دم ہوئی مثل عدم دی

جب زمانے نے ستایا میں نے لی انؐ کی پناہ — جب ملی انؐ کی مدد بس دور تھا جور و ستم

رنج اگر دیدم ز دہر و خواستم از وےؐ امان
در جوارِ اوؐ خلوص از ہر بلائے یافتم

Time has not done me any wrong while I sought protection with him (the Prophet) Only I received his protection without it being infringed.

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَّدِهٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰى مِنْ خَيْرِ مُسْتَلِمِ

تے جدوں دی آپؐ نوں دوہاں جہاناں دی جس دی نعمت دی چاہت کیتی آپؐ نے اپنے پاک تے مبارک ہتھاں
نال اوہو شے دان فرمائی

عرض کراں جے حضرتؐ نوں دے نعمت دوہاں جہاناں ۔۔۔ خوبی وچہ پچائے مطلب دیندا من دا بھاناں
جو منگی میں نعمت دُہاں جہاناں حضرتؐ پاسوں ۔۔۔ پائی ہتھ سخی دے کولوں چُمّن اوہ اخلاصوں
جدوں جمعیت دوہاں جہاناں سندی اُسؐ تھیں منگی میں ۔۔۔ مقصد میرے حاصل ہوئے آسان ہوئے سارے کم
دو جہاں دی تونگری میں نے اُسؐ تھوں نہ چاہی ۔۔۔ ایہہ پر چُمیا بخش ہتھاں تھیں جو بہتر کنوں لوکائی
جو چاہیا سو پایا تیں تھیں، دین دُنی دا پایہ ۔۔۔ جا چُمے ہتھ پیر تساڈے لوڑ نہ دام دِرم دی
دستِ اَقدسؐ سے طلب کی دین و دنیا جب کبھی ۔۔۔ سرفرازی ہو گئی جب مل گیا دستِ کرم

ہر چہ کردم اِلتماس از نعمتِ ہر دو سرا
یافتم بر وجہۂ بہتر از آنچہ خواستم

I did not beseech for sufficiency salvation of the two worlds from his hand (beneficent gift).But I received the gift from the best hand (that never refused a suppliant).

لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ اِنَّ لَهٗ
قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ

جیہڑی وحی آپؐ نوں خواب اندر ہوئی اس دا منکر نہ تھیویں کیوں جو آپؐ دا دل بیدار رہندا سی جد دن کہ پاک اکھیں نیندر وچ ہندیاں سن

ایہہ انکار نہ کر توں موے جے حضرتؐ وچ خوابے   دِل بیدار اکھیں وچ نیندر کردا یاد وہابے

نہ منکر ہو وحی نبیؐ تھیں جو خوابے وچ آوے   دل بیدار محمدؐ دائم اکھیں نیند جے آوے

منکر نہ ہو حضرتؐ تھیں جو سُنیاں وحی نہ دسداسی   حضرتؐ دیاں جاں سوندیاں اکھیں قلب نہ سوندا سی اک دم

منکر نہ تھیویں جو خواہیں دیکھے صاحب کرمؐ دا   دل اجیہا سمدیاں اکھیں اوہ دل مول نہ سمدا

اکھ لگی دل زندہ تیراؐ وچیوں گھٹ نہ جاپے   نہ اکھ لگی نیند دسیندی مستی کیف پرم دی

اس وحی کا تو نہ منکر ہو جو آئے خواب میں   خواب میں بھی رکھتے تھے بیدار دِل شاہِ اُممؐ

پس مکن انکار وحی از خواب پیغمبرؐ از انک
چشمش از در خواب رفتی دل بدش بیدار ہم

Do not repudiate the revelation from his vision. Verily, he possessed a heart (invariably) wakeful while his eyes slept.

فَذَاكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ
فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمٍ

تے خواب دی حالت وچ وحی اوہدوں آئی جدوں آپؐ معراج انسانیت دی سطح اپر فائز سن۔ ایس لئی خواب اندر وحی دے انکار دی گنجائش نہیں۔

مُڈھ نبوت خوابے اندر ڈٹھا وحی رسولی ۔۔۔ پس انکار نہ کر توں مُولے اندر وقت وصولی

وحی آیا سی وچ اوائل جدوں نبوتؐ آئی ۔۔۔ کیوں انکار کریناہیں توں جدوں کمالت پائی

اول خوابے وچ نبیؐ نوں وحی خدا تھیں ہُندی سی ۔۔۔ منکر ناہیں ہویا جاندا خوابے کنوں وقت حلم

وحی بلوغت وچ نبوتؐ ایہہ الہام سنایا ۔۔۔ خواب دا منکر نہ تھیویں جو اس نوں حق دکھایا

وقت بلوغ ہیسن ایہہ گلاں نالے ایہی خواباں ۔۔۔ کد انکار ہووے جد پہنچی پکّی حد حُلم دی

تھا وہ معراجِ نبوت کا زمانہ آپؐ کے ۔۔۔ پس نہ کر انکار سچّے خواب کا اے محترم

وحی در خواب اوّل پیغمبری بودے ورا
خوابِ او منکر کہ نبود مثل خوابِ محتلم

And that (happened) when he attained prophethood. So the state of a dreamer is not denied about him .

تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْیٌ بِمُكْتَسَبٍ
وَّلَا نَبِیٌّ عَلٰی غَیْبٍ بِمُتَّهَمٍ

سبحان اللہ نہ وحی محنت تے کسب کمان دی وجہ کرکے ہُندی اے تے نہ کسی پیغمبرؑ اُپر پیشگوئیاں کرن دی تہمت لائی گئی اے

رب تبارک، وحی مقدّس از کسباں نفسانی کسے پیغمبرؑ غیب نہ کہیا باجھ کلام ربانی
ساری پاکی رب نوں لائق وحی نہ سد بلایا حکم نبیاںؑ کہے زبانی نہ آپوں فرمایا
سبھ بزرگی حق نوں لائق وحی نہ ہوندا کسبے بھٔیں ایویں کوئی مرسلؑ ناہیں غیبی علمے دا عالم
حق ہے وڈا وحی نہ آندی جگ وچ سکھے سکھایاں نبیؑ نوں تہمت غیب جانن دی لاون بہت برائیاں
واہ وا وحی خدا دی طرفوں بخشش خاص ربّانی نہ تہمت اس پاک نبیؑ نوں ہوندی کسے قسم دی
بارک اللہ سعی سے حاصل نہیں ہوتی وحی اور نہ علم غیب پر ہرگز نبیؑ ہے متہم

پس بزرگ است آں خدا وحی او کسبی نبود
ہم رسولِؑ او نہ بُد بر علمِ غیبش متہم

God is above (of all what the dis-believers say of Him). No revelation
is an acquisition and no Prophet is suspected of supernatural things.

كَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

جیہڑے دی مریض نوں آپؐ نے اپنی پاک ہتھیلی نال مس کیتا اوہ پوری طرح صحت مند ہو گیا بھانویں جنون ورگے
موذی مرض وچ کیوں نہ پھس گیا ہووے

بہت رنجور کیتنے سن حضرتؐ نال ہتھیلی چنگے — کئی دیوانے عاقل ہوئے آئے جاں اِت سنگے

بہتے چھٹ گئے زحمت تھیں جاں ہتھ حضرتؐ لایا — بہت دیوانے عاقل ہوئے جاں ایہناں کرم کمایا

بہت آزاری چنگے ہوئے دست مبارک حضرتؐ تھیں — مجنوناں تھیں عاقل ہوندے دست نبیؐ دا لگیاں ہم

چنگا پھیر کے ہتھ کریندا عاجزاں تے غمخواراں — سو دیوانے ہتھ جو پھیریس دس دے عقل دیاں ساراں

کئی رنجور ہوئے ول جس دم دِتا تُساں دلاسہ — کئی دیوانے چاء چھڑائے بیڑی پہن لمم دی

جب چھُوا دستِ مبارکؐ ہو گئی کامل شفا — اور شفا پائی جنوں سے اکثروں نے از کرم

بس کساں را اوؐ شفا دادے بمالیدن بدست
دارہا نیدے بسے دیوانگاں را از لَمَم

Many a diseased recovered by the mere touch,of his hand).And many
a knot (of man)was set free from the fit of sanity .

وَاَحْيَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَآءَ دَعْوَتُهٗ
حَتّٰى حَكَتْ غُرَّةً فِي الْاَعْصُرِ الدُّهُمِ

تے آپؐ دی دعا نال اوڑ مکی تے انج مینہ وسیا ، سو کا ختم تے ہر پاسے گل وگلزار کھڑ اٹھیا

خشک سالی تھئیں نال دعائے حضرتؐ مینہ وسائے — دعوت کرکے کالوں حضرتؐ تُرت سکال کرائے
بہتی وار دعا نبیؐ دی روڑیوں مینہ وسایا — پچھے کال سکال کرایا نُور اندھیر ونجھایا
دعا نبیؐ دی تنگی قحطے عالم دور کریندی سی — چنڈوں چہرہ روشن آہا وچ زمانے جو آدم
قحط دے سال نوں دعا اوسے دی کردتا پھلکاری — جیویں چٹک سی وچ کالے سالاں وچ شماری
کال کھکال ورہا سی ڈاڈھا گھاہ پٹھے تھیں خالی — بنی سفیدی تیری اس نوں مٹھے وانگ دُہم دی
خشک سالی کی سفیدی ہو گئی کافور سب — اک دُعا نے آپؐ کی برسا دیا ابرِ کرم

دعوتِ اُو قحط و تنگی از جہاں برداشتہ
تا چو رواسپید بودے در سیاہی دلنشم

And his supplication made the year of drought to be alive; so much so, that it was spoken of as the best (year) in the season of rich vegetation.

بِعَارِضٍ جَادَ اَوْخِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا
سَيْبًا مِّنَ الْيَمِّ اَوْسَيْلًا مِّنَ الْعَرِمِ

کئی واری آپ دی دعا دا ایہہ اثر ہویا کہ اِس قدر بدل وسیا کہ دھرتی جل تھل ہو گئی

دعوت حضرتؐ باراں وسّن جنگل جھورونڈے — اچھّل دریا نارو وگن باہر ہو کھلونڈے
بدّل رحمتؐ دے جو وٹھّے نالے دیون ٹھاٹھاں — لڑ ترڑے سی دریاواں دے باہر وگّن ہاٹھاں
نال دعا نبیؐ دے ہنیاں باراں اندر عالم دے — وگدے دریا وانگوں گویا آیا سیل عرم
مینھ اجیہا ورسیا جس تھیں رود خانے وگ چلے — گویا موج دتّی دریاواں یا بنھ تروڑیا چھلّے
اتنا عام ہویا سی بدّل خلقت ظن گذارے — ہے ایہہ ہڑھ عرم دا آیا یا ایہہ بخشش یم دی
ہو گئی کثرت سے بارش ندّیاں بہنے لگیں — لوٹ دریا کی نظر آتی تھی سیلاب عرم

بر دعائشؐ آمدے باراں و وادی پُر شدے
گوئیا دریا بُدے یا گوئیا سیلِ عرم

By the clouds that sent down abundant rain, you would have thought of the wide valley containing pebbles and running water from the ocean and the valley

فصل ششم :- شرفِ قرآنی

دَعْنِیْ وَوَصْفِیْ اٰیَاتٍ لَّہٗ ظَہَرَتْ
ظُہُوْرَ نَارِ الْقِرٰی لَیْلًا عَلٰی عَلَمِ

ایہہ دوست! مینوں چھڈ میرے لئی وڈی گل ایہو ہے کہ میں حضور پاکؐ دی سوبھا کردا رہواں جیہڑی اُچیائی تے اوس بھانبڑ
وانگ روشن اے جیہڑا عرباں راہیاں دی مہمانی واسطے بال رکھیا اے

کنہ میں نقص، نہ مدح کہاں ہیں روشن سرورؐ عالم — اُچّے کوہ بلے جے آتش دوروں ویکھے عالم

چھڈ مینوں تا صفت کراں میں والیؐ دوہاں جہاناں — چوٹی کوہ بلند اے آتش، مہمانی، مہماناں

کن کریں تاں معجزے آکھاں حضرت پاک نبیؐ دے میں — جیوں آتش وچ رات اندھاری اُتے چوٹی کوہ علم

چھوڑ مینوں تا وصفاں اسؐ دیاں جوہن ودھ اجالے — جیویں اگ پراہنیاں کیتے رات پہاڑیں بالے

ظاہر معجز پاک نبیؐ دے چھوڑ نہ چھپیں یارا — لنگر سخیاں دے جیوں دسّے اُچّی اگ علم دی

چھوڑ کرنے دے بیاں مجھکو نبیؐ کے معجزات — جو ہے شب میں مثل مہمانی کی آگ اوپر علم

گوش کن تا معجزشؐ گویم کہ آں روشن بود
ہمچو آتش در شبِ تاریک بر فرقِ علم

Let me alone ,my description of (some of) his signs (miracles) which becomes apparent like those of the fire of the reception by night on the mountain top. (Verse-88)

فَالدُّرُّ یَزْدَادُ حُسْنًا وَّهُوَمُنْتَظِمٌ
وَلَیْسَ یَنْقُصُ قَدْرًا غَیْرَ مُنْتَظِمِ

بلاشبہ موتی چمک دار تے خوبصورت شے اے پر جدوں اوہنوں دھاگے وچ پرویا جاندا اے تے اوس دی قیمت ہور ودھ جاندی اے

نوری موتی دھاگے دے وچ حسن زیادہ بدروں — جے وچ دھاگے مول نہ پائیے تاں وی کم نہ قدروں
موتی خوبی کڈھے ودھے جاں وچ لڑی پروتے — ناقص قدر نہ ہوندا موتی جد اوہ ناں پروتے
موتی حسن زیادہ ہوندا جے وچ لڑی پروئی دا — جے وچ لڑی پرویئے ناہیں تاہیں بھی ناہیں قیمت کم
موتی جد پروتا ہووے دیندا حسن سوائے — وکھو وکھ جے ہووے تاں بھی قدر نہ کجھ گھٹائے
زیب زیادہ دین زیادہ، موتی لڑی پُرتّے — قیمت کدوں گھٹیری ہوندی بکھڑے لڑی نظم دی
موتیوں کا حُسن ہوتا ہے دوبالا ہار میں — یا لڑی سے بھی جدا کر دو نہ ہوگی قدر کم

دُر اگر در رشتہ باشد حُسنِ او زائد بود
ور نہ در رشتہ بود قدرش نگردد ہیچ کم

And pearls increase in beauty when they are strung, while they are not undervalued when unstrung.
(Verse-89)

فَمَا تَطَاوُلُ اٰمَالُ الْمَدِیْحِ اِلٰی
مَا فِیْهِ مِنْ کَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ

حضورِ پاکؐ دے صفاں دا اک اجیہا خزانہ نہیں کہ کوئی سوہنا بیان تے سوکھے گاون والا اسبھ نوں بیان کرن توں عاجز اے

کتھوں تائیں مدح کہاں میں ختم نہ ہووَن ہاری
کرم اخلاق حسابوں باہر کیہ کیہ کراں شماری

فکر نہ پہنچے شاعر ہرگز صفت کرن سرورؐ دی
خوبی ظاہر باطن گننی طاقت نہ ہر ہر دی

کوئی مدّاح مول نہ پہنچے آکھے صفت نبیؐ دی جو
حسن صفات نبیؐ دے بے حد کو مخلوق نہ کرسی تم

کیوں امید نہ رکھے مادح اس توں ہے وڈّا فیضانی
وچ کرم تے خصلتاں خوش دے اوہ نہ رکھدا ثانی

لمے ہتھ امید صفت دے کر کے لکھ وکھائے
پہلی پوڑی ہتھ نہ پہنچے اسؐ اخلاق شیم دے

اس لیے مدّاح ہیں توصیف میں عاجز تمام
فہمِ انساں سے ہیں باہر اُنؐ کے اخلاق و شیم

ہر چہ کاں گوید مدیح مصطفیٰؐ بسیار نیست
کہ مزیّن بد بہ خلق نیک و احسان شیم

The aspiringness of the panegyrist is not extended to reach the Noble qualities and habits of the Prophet.
(Verse-90)

اٰیَاتُ حَقٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ
قَدِیْمَۃٌ صِفَۃُ الْمَوْصُوْفِ بِالْقِدَمِ

آپ دی نعت تے اللہ تعالیٰ دے کلام مجیدیاں آیتاں دی صورت وچ کہی اے جنہاں دے لفظ تے فانی نیں پر مطلب اللہ وانگ
ای غیر فانی تے قدیم اے

آیت نص خدائی تھوں جیہڑے آئے دوست صیمے　　اوہ ناں صفت موصوفے دی تھیں ہے کلام قدیمے

آیتاں سچ خدانے بھیجیاں جیہڑیاں سرِّ نائیں　　خالق وانگوں ایہہ قدیمی گھن مخلوق سنائیں

جو آیت قرآنے اندر نازل ہوئی رحمٰن تھیں　　اوہ قدیم پچھانی سبھے صفتاں تے موصوفِ قدم

آیتاں اتریاں حق تھیں حادث جیندے لفظ مبانی　　معنی ہن قدیم وصف اُہدے جو ذات قدیم احسانی

سچّی پاک کلام قدیمی خاص صفت ربّانی　　جس نوں ثابت سچ ہمیشہ سچّی صفت قدم دی

ہیں کلام اللہ کی آیاتِ جملہ لاجواب　　ہے صفت اس کی قدیم اور ہے وہ موصوف قِدم

آیہ ہائے حق کہ از رحمٰن فرود آمد بہ تو
آں قدیم است و بود وصفش بموصوفِ قِدَم

Verses of truth from the All-Merciful, novel they may be,an eternal attribute of Him Who is Himself eternally pre-Existent.

لَمۡ تَقۡتَرِنۡ بِزَمَانٍ وَّهِيَ تُخۡبِرُنَا
عَنِ الۡمَعَادِ وَعَنۡ عَادٍ وَّعَنۡ اِرَمِ

اِن آیات دا کمال اے کہ خاص زمانہ قدیم دی خبر نہیں دیندیاں سگوں جنت ارم دا پتہ وی دیندیاں نیں

نال زمانے نہیں ہمیشہ آیت حق قِدم تھئیں — خبر دیندی ایہہ حشر قیامت نالے عاد، ارم تھئیں

قبل زمانے خبراں دیوے اساں کلام ربّانی — روز قیامت عاد، ارم تھئیں جو بر حق نشانی

نال زمان تعلق ناہیں، کجھ کلام الٰہی نوں — خبراں دیندیاں حشر قیامت نالے خبراں عاد، ارم

کہیں زمانے نال نہیں پر سبھ دسیندے چالے — عاد، ارم دے قصے آگئے جو آسی حشر دے چالے

جہت زمان مکانوں خالی دیوے خبر اسانوں — اگلی گل قیامت والی پچھلی عاد، اِرم دی

ہر زمانہ سے بَری ہیں اور سناتی ہیں ہمیں — عاقبت کا حال بھی اور قصہ عاد و اِرم

مقترن نامد بوقتی دائماً ثابت بداں
اوہ خبر داد از معاد و حشر و ز عاد و اِرم

They have no link with any age and they tell us of the here-after, of Ad and Iram.

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِّنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَآءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

قرآن شریف دیاں آیتاں اجیہے معجزے نیں جہڑے امر نیں ایسے واسطے پہلیاں آون والے نبیاں دے معجزیاں اُتے فوقیت
رکھدے نیں کیوں جو اوہ معجزے اک خاص زمانہ واسطے سن

کول اساڈے ظاہر ویکھو معجزے حضرتؐ والے　　جو اگلیاں نبیاں نوں ہوئے پہنچے نہ کمالے
پاس اساڈے رہے ہمیشہ معجزہ حضرتؐ سائیں　　اگلیاں نبیاں تھیں اک نہ رہیا معجزہ تدھ سائیں
کول اساڈے دائم رہیاں دنیا اتے رحمت تھیں　　ہور نبیاں سندے معجزے رہے ناہیں وچ اُمم
فائق ہویا ہر معجزے تھیں اوہ رہ کے ایتھے مدامے　　ہور نبیؑ جو لیائے سبھے اوہناں نہیں دوامے
رہسی کول اساڈے دائم ہر معجزے تھیں فائق　　جو نبیاں تھیں ظاہر ہوئے ویکھ بقا اُس دم دی
معجزہ قرآں کا برتر رہے گا تا ابد　　اس کے آگے معجزاتِ انبیاؑ ہیں کالعدم

نزد ما باقی بماند بہتر از ہر معجزات
معجزِ پیغمبراں باقی نماندہ در امم

They remain for ever with us and they excel every miracles of other Prophets .Lo! the latter came but did not last .

مُحکَمَّاتُ فَمَا یُبقِیْنَ مِنْ شُبَہٍ
لِذِی شِقَاقٍ وَّلَا یَبْغِیْنَ مِنْ حَکَمٍ

قرآن مجید دیاں آیتاں خود حکم نیں کہ اختلاف کرن والے واسطے کوئی شبہ نہیں رہن دیندیاں نہ ای اوہناں دے فیصلہ وچ کسے منصف دی حاجت رہندی اے

محکم خبراں وچ قرآنے شبہ نہ رہیا کِسّے   جو الفاظ شگفتہ روشن نور الٰہی دِسّے
حاکم، قاضی آیتاں ایہہ ہن شبہ نہ چھوڑن باقی   دشمن احمدؐ سرور دے فرمول نہ رہے چلاکی
محکم نیں آیاتِ الٰہی شبہ نہ چھڈیا کوئی مول   ساریاں نقطیاں وچوں چمکے نور خُدا دا تے حکم
حاکم کیتیاں گیّاں ولاں تے شبہ نہ چھوڑن کائی   ہور نہ حاکم منگدیاں موے خود کرن بادشاہی
محکم پاک کلام نہ چھوڑے شبہ خلاف شقی دا   باقی رہی نہ حاجت ذرّہ جس تھیں ہور حکم دی
ہیں وہ مستحکم، مخالف کو نہیں اس میں جگہ   شبہ و شک کی اس لیے ہیں وہ بجائے خود حکم

محکم است آیات قرآن شبہۂ کس را نماند
وز ہمہ الفاظ از و تاباں بود نورِ حکم

Verses which are precise leaving no room for vagueness to people of discord, nor do they wish for rational thinking.

مَاحُورِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَمِنْ حَرَبٍ
اَعْدَی الْاَعَادِی اِلَیْھَا مُلْقِیَ السَّلَمِ

قرآن مجید دیاں آیتاں دی زبان تے بیان اِسں قدر خوبصورت تے بادلیل اے کہ وڈے توں وڈے زبان دے ماہر نوں وی ایہناں اگے ہتھیار سٹنے پیے

نال قرآنے جنگ کریندا پچھوں توبہ کردا — جو حضرتؐ دا وڈا دشمن سوآ کلمہ پڑھدا

جھگڑے کافر نال قرآنے شعر سواء بنائے — معجزہ دیکھ کلام ربّانی سبھّے بھنھ چلائے

جنگ کیتا جس نال قرآنے آخر جنگوں موڑ رہیا — وڈّا دشمن جیہڑا ہندا کردا ایتھے آ سلم

منکر کوئی نہ ہویا ایہہ پر ویکھ اوہ قدر سوایا — توڑے سخت مخالف سی خود صلح کرن نوں آیا

ہر دُشمن جھگڑا اُس دے دند کرا کے کھٹے — تا پھر چھوڑ لڑائی ڈھٹھے جنگی گل سلم دی

جس نے قرآں سے بغاوت کی وہ عاجز آگیا — کر دیا دشمن نے بھی آخر سرِ تسلیم خم

ہر کہ با قرآن بجنگ آمد بآخر بازگشت
آنکہ دشمن تر بدے نزدش بیفگندے سلم

It has never been challenged except that the most severest of its opponents returned to it giving themselves up to it .

رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوٰى مُعَارِضِهَا
رَدَّ الْغَيُوْرِ يَدَ الْجَانِىْ عَنِ الْحُرَمِ

کلام مجیدیاں آیتاں دی زبان تے بیان دیاں خوبیاں اس قدر نیں کہ اپنے کسی وی منکر نوں ایس طرح رد کر دیندیاں نیں جیویں کوئی غیرت مند کسے بدکار نوں اپنے حرم وچ داخل ہون توں روک دیندا اے

کیتے رد، بلاغت آیتاں بے دیناں دے دعوے   مرد غیور جو بد عورت ٹھکیں آکھے، ہتھ نہ پاوے

خوبی آیتاں ردّ کیتے سی، گبراں دے سے دعوے   غیرت والے بھلا نہ لگدا، غیر جو سرپ آوے

نال بلاغت رد کیتونیں، دعوٰی سبھ کفاراں دا   مرد غیور ہٹائے جیوں کر بد نظراں نوں دل حرم

دیکھ بلاغت دشمن اس دے دعوے سُٹ کے آئے   جیویں حرم تھوں غیرت والا بد نوں مار ہٹائے

کیتا ردّ بلاغت اس دی ہر دعوے دا پنجہ   جانی دا ہتھ کیوں کر موڑے غیرت رب حرم دی

سارے دعوے ہو گئے اس کی بلاغت سے غلط   جیسے ہوں محفوظ غیرت مند کے اہلِ حرم

از بلاغت دعوائے جملہ معارض کرد، رد
چوں غیورے کو کند رد دستِ جانی از حرم

Their eloquence rejected the pretensions of its opponents just as the jealous husband repels the free liberty of the criminal to his wife.

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِيْ مَدَدٍ
وَفَوْقَ جَوهَرِهٖ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

قران مجید دیاں آیتاں دے ان گنت معنے تے مفہوم نیں جیہڑے سمندری لہراں وانگ اک دُوجے دے مدد گار نیں ،
پر اپنے حُسنِ بیان خوبصورتی تے مُل وچ سمندری موتیاں توں کِتے اگے نیں

اوہناں آیتاں دے کئی معنے جیوں موجاں دریائی　　بہتر جوہر دریائے تھیں اندر حسن زیبائی

ہر ہر آیت دے جو معنے جیوں موجاں دریاواں　　چنگیاں قیمت حُسنے اندر گوہر تدھ سناواں

وانگوں دریا موجاں مارن معنے اس تنزیلے دے　　اس دے جوہر کولوں فائق اندر حُسنے اتے قیم

معنے اس دی وچ مد دے جیویں موج دریائے　　حسن تے قیمت وچ زیادہ موتیاں تھیں ایہہ پائے

ٹھاٹھ بحار قدم دے معنے نہ ممکن وچ آون　　چڑھے اُتر رہے نہ نیڑے خوبی حُسن قیم دی

ہیں معانی آیتوں کے مثلِ دریا موجزن　　گوہرِ دریا سے برتر ان کا ہے حسنِ قیم

معنیٔ بسیار ہمچوں موجِ دریا دارد آں
بہتر است از دُرِ دریا جملہ در حُسن و قیم

They have ideas like the waves of the sea at full tide,but above the pearls in beauty and value.

فَلَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی عَجَائِبُهَا
وَلَا تُسَامُ عَلَی الْاِکْثَارِ بِالسَّأَمِ

کلام مجید دیاں آیتاں دے گُن ان گنت نیں اوہناں دی بار بار تلاوت کرن تے اکتاہٹ پیدا نہیں ہندی، بلکہ
نویں نویں معنیاں دے دروازے کُھلدے نیں

بہت عجائب معنے آیتاں، وچ شمار نہ آون　　توڑے بہت پڑھن اوہ قاری اپنا آپ تھکاون
ضبط شمار نہ آون موہے جیہڑے بھیت قرآنے　　توڑے سے تفسیراں کریئے سے قاری حیرانے
اوہناں عجائب گِننے نہ جاندے اوڑک ناہیں اوہناں نوں　　تھکدا ناہیں پڑھنے والا لذت اندر اوہناں تم
گِننے نہ جان عجائب اس دے انت نہ حد حُصر دا　　بھتے ویکھ خریدار اُس دا اکدے ملال نہ کردا
پُورے کون گِننے گا دسو اسبھ عجائب اُس دے　　جے لکھ آکھو کدے نہ سنبھسن تھک کے قوم سمّ دی
جو عجائب ان میں پوشیدہ ہیں ان کا کیا شمار　　خواہ کثرت سے پڑھو ہوگا نہ اس کا شوق کم

پس عجائب اندراں وکس نہ بتواند شمرد
در چہ بسیارے بخواند، کس نیز ز شوق کم

The wondrous nature of the Qur'an cannot be computed nor enumerated.
Nor does it arouse boredom through repeated reading.

فَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيْهَا فَقُلْتُ لَهٗ
لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللّٰهِ فَاعْتَصِمِ

ایہناں آیتاں دی تلاوت کارن اکھیاں ٹھنڈیاں ہوگیاں تے میں قاری نوں کہیا تسیں کامیاب ہو گئے
اللہ دی ایس رسی نوں پھڑی رکھو (یعنی باربار تلاوت کرو)

اس پڑھنے نفیں اکھیں روشن تینوں آکھ سنائیں   فتح بحبل اللہ نے پایا محکم رہن نہ جائیں
اکھّیں روشن پڑھنے والیاں دیاں جو کرن زیارت   کہیا میں ایہناں پڑھنے والیاں ایہو حج سعادت
پڑھنے والا روشن کردا اکھیں نور ایہناں دے نفیں   قائم کیتو سو حبل خدا دا پھڑیوس وچ راہ محکم
قاری دی اکھ ٹھنڈی ہووے اس نوں آکھ سنایا   پکڑ ایہہ رسّہ وصل خدا دا ہتھ ہے تیرے آیا
اکھ دِلے دی روشن تکّے تاں قاری نوں کہیا   پکّا پکڑ نہ چھوڑیں اڑیا! ہے ایہہ رسّی کم دی
ہوگئیں آنکھیں جو ٹھنڈی میں نے قاری سے کہا   تھام حبل اللہ کو ہے فتح تیری معتصم

چشم خوانده بداں روشن شود من گفتمش
یا فتی حبلِ خدا محکم بگیر اے معتصم

Its reader's eye is delighted and so I said to him: You have achieved the cord of God; hold fast (to it).

إِنْ تَتْلُهَا خِيفَةً مِّنْ حَرِّ نَارِ لَظَى
أَطْفَأْتَ حَرَّ لَظَى مِنْ وِرْدِهَا الشَّبِمِ

جے تسیں دوزخ دی اگ دے ڈر توں ایہناں آیتاں دی تلاوت کروگے تے ایہناں دیاں چھٹیاں دا ٹھنڈا
پانی دوزخ نوں ٹھنڈا کر دیوے گا

جے توں پڑھیں قرآن اس خطرے گرمی دوزخ جاوے   ٹھنڈی ہوئے ونجے گی آتش جے رب قادر بھاوے
جے توں کریں تلاوت ڈر دامن بیں دوزخ ساڑے   بجھے گی اگ دوزخ والی ہوسن سرد اواڑے
جے ڈر دوزخ دے بھئیں پڑھیں ایس کلام الٰہی نوں   ٹھنڈی کرسیں اپنے اُتے آتش دوزخ نال کرم
ڈر دوزخ دی اگ بھئیں پڑھدا جے کر اسے بھرائے   سر دوزخ نوں پانی ٹھنڈا اس دا کر دکھائے
جے تینوں کجھ خوف بھڑک دی اگ جہنم والا   دیسی جا بجھا تمامی، بوند ٹھنڈی اِس نم دی
آتشِ دوزخ کے ڈر سے تو اگر اِن کو پڑھے   شعلۂ نارِ جہنم اِس سے ہو جائے گا کم

گر بخوانیش ز ترس آتشِ دوزخ کنی
سرد بر خود گرمیٔ آتش برآں من ضامنم

If you recite it out of fear of the heat of the Blazing Fire you have put out the heat of the Fire with its refreshing recitation .

كَاَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوْهُ بِهٖ
مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَآءُوْهُ كَالْحُمَمِ

انج کیوں نہ آکھاں کہ کلام مجیدیاں آیتاں حوضِ کوثر نیں جس کارن گنہگاراں دے بشرے قیامت دیہاڑے چمک اٹھن گے ،
حالانکہ اوتھے اپڑن توں پہلاں گناہاں دی سیاہی نے اوہناں دا رنگ کولیاں توں وی کالا کر دتا سی

حوض کوثر کر جانی آیتاں مونہہ چٹا ہووے دھوویں — توڑے عاصی تے مونہہ کالا کولے جیہا ہوویں
حوضے وانگ پچھان قرآنے پڑھ پڑھ بگا ہوویں — کالکھ سبھ گناہاں والی کولیاں جیوں کر دھوویں
حوضے وانگوں ایہہ سبھ روشن کرن مونہاں دے تائیں — کالکھ سبھ گناہاں سندی دھوون اندر اِکسے دم
گویا ہے اوہ حوض منوّر عاصیاں دا مونہہ دھووے — چٹا کر وکھاوے کالیاں آئے جو اس وچ پووے
اس حوضے وچ چُبّی لایاں ہووے مونہہ نورانی — بھاویں صورت لے کے آوے عاصی شکل حمم دی
ہیں وہ مثلِ حوضِ کوثر جس سے ہوتے ہیں سفید — عاصیوں کے چہرے جو دکھلائی دیں مثلِ حمم

آں چو حوضی داں کہ دارد روئے خوانندہ سفید
گرچہ عاصی آمدست و روسیہ ہمچوں حمم

It is like the fountain at which the faces of the disobedient become whitened, when they come to it as black as charcoal.

وَكَالصِّرَاطِ وَكَالْمِيْزَانِ مَعْدِلَةً
فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمْ

قرآنی آیتاں کیہناں پاون والیاں واسطے ہیاں دا تڑکڑ جاں پل صراط نیں ایہناں آیتاں توں بناں نبیڑا نہیں ہو سکدا

اپنا راہ سِدّھا کر، پِچھّے عدلوں میزاں جانی   ایہناں باجھ نہ ہوَ عدالت اندر خلق پچھانی
پل صراطے جیوں سِدھیاں آیتاں عادل ترکڑی وانگوں   باہجوں قرآن عدالت ناہیں وچ جہاں اساں نوں
وانگوں راہے وانگ ترازو وچ عدالت آیتاں نیں   سچّا راہ ایہناں دے باہجوں لبّھے ناہیں رہندا گم
مثل صراط تے میزاں دے ہن عمل دے وچ سوائے   سواء ایہناں دے وچ لوکاں دے عدل نہ ہرگز آئے
سدھا راہ ترازو پوری عدل عدالت والی   اس دے بعد عدالت یارو جانو مثل عدم دی
ہیں ترازو عدل کے اور راستی کے ہیں صراط   ہے بغیر ان کے قیام انصاف کالبس کالعدم

چوں صراط ست آں و چوں میزاں بود در راستی
راستی از غیر آنہا کس ندیدہ بیش و کم

It is , as it were,the Sirat, and the balance in equitable composition;
for justice, by any other means, cannot be established among people.

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُودٍ رَّاحَ يُنْكِرُهَا
تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

کینہ پرور داناتے سیانا ہون دے باوجود قرآن شریف دیاں خوبیاں توں جان بُجھ کے انکار کرکے بخیلی کر رہیا اے ایس اُپر حیران ہون دی لوڑ نہیں

عجب نہ رکھ حاسد تھیں جھلّا آپناں تھیں انکاری   ناہیں تیز فہم اس جیہا، نہ کو وِچ شماری

نہ کر عجب بخیلے کولوں، جو مت کر فرقانے   جان کر نہیں منکر ہوئے، آہے عاقل دانے

عجب نہ کرتوں حاسد کولوں جے اوہ منکر جہلے تھیں   اوہ عقلے وچ حاذق ایتھے شامت کیتس راہ نوں گم

نہیں تعجب حاسد اس دا منکر ہو جو آئے   جہل کولوں توڑے وچ جہاں دے بہتی عقل کمائے

جے منکر انکار کریسن، جہلوں نوردھگانے   عجب نہ کرنا رکھے بھاویں قوت تیز فہم دی

مت تعجب کر تو حاسد پر جو ہے انکار اسے   ہے تجاہل اس کا گرچہ ہے وہ پکا ذی فہم

گر حسود انکار آں کردہ مدار آں را عجب

کو تجاہل کردہ ورنہ نیک کردست آں فہم

Do not wonder at an envious who denies affecting ignorance While he is intelligent and understanding.

قَدْ تُنكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ
وَّيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَآءِ مِنْ سَقَمِ

کدے آیاں ہویاں اکھاں سورج دی تیز روشنی نہیں دیکھ سکدیاں تے جیویں مریض اپنی بیماری دی وجہ کرکے پانی دا سواد وی نہیں جان سکدا

کرن انکار اکھّیں روشنائی دینھ دی، دا ہ از دردوں — جوں انکار کرے مونھ زحمتی ٹھنڈے پانی سردوں

آہو مول نہ ویکھن اکھّیں سورج نوں جو آیاں — جیوں کر پانی کوڑا لگّے زحمتی دے، دو ہائیاں

منکر ہوون رمدے کنوں اکھّیں گاہے سورج بھیں — جیویں مریض سواد نہ لیندا طعامے کولوں اندر فم

اکھ نوں دردھیں مول نہ بھاوے سورج دی روشنائی — مٹھّا پانی مرض والے نوں مونھ دِسّے تلخائی

کد اتھّے نوں نظر نہ آوے سورج دی روشنائی — مٹھّی چیز کُڑانگی دِسّے مارے جیبھ سقم دی

روشنی سورج کی کیا دیکھے جو ہو آشوبِ چشم — ذائقہ کیا آبِ شیریں کا ملے جب ہو سقم

گہ گہے چشم از رمد مُنکر شود خورشید را
ہم دہن مُنکر شود طعمِ خوشِ آب از سقم

The eye sometimes denies sunshine due to inflammation of the eyes,
and the mouth denies the taste of the water due to illness.

يَاخَيْرَ مَنْ يَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ
سَعْيًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ

اے سخیاں دے سخی، آپؐ دی بارگاہ وچ حاجت منداپنی حاجت روائی واسطے پیدل دی تے تیز رفتار ڈاچیاں اپر
بہہ کے وی چھیتی چھیتی اپڑنا چاہندے نیں

اوس جیہا نہ چنگا کوئی جو حضرتؐ وَل آوے   پیر پیادہ یا چڑھ اُوٹھے جلدی قدم چلاوے

یاردا چنگے اوہ نیں مومن جو آون سرکارؐ ے   پیر پیادے اوٹھاں اُتے دڑن اُوت بہارے

ایہہ نوں خیر خلائق اوہ جو دوڑن درگاہ تیری نوں   پیر پیادے اوٹھاں اُتے کوشش کردے نیں ہر دم

چنگا خلق دا جو در تیرےؐ بن سوالی آیا   پا پیادہ تے ڈاچیاں اپر کردیاں پندھ سوایا

سبھناں دی سرداری تینوںؐ جس ویہڑے ول دُوروں   آ نڑے اسواری بھاری ڈاچی تیز رُسم دی

اے شہ والاؐ ترے دربار میں آتے ہیں سب   پا پیادہ اُو سوارِ اُشتران با دوم

اے مہین آنکہ مردم قصد درگاہشؐ کنند
پا پیادہ یا بہ پشتِ اُشترانِ با دوم

O! the Prophet, the Best of those to whose Court, the seekers of the magnificence wend their way, running and (mounted) upon the loins of fleet camels.

وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ
وَّمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمِ

تسیں نصیحت حاصل کرن والے واسطے سبھ توں وڈی نشانی اتے غنیمت جانن والے واسطے سبھ توں عظیم نعمت ہو

ایہہ آیتاں جو وچ قرآنے سبھے نیں اعتباری — بجھ غنیمت اوہناں تائیں سبھا عظمت بھاری

اے سرورؐ! توں وڈی نشانی اُمت دے حق آئی — توں ہیں نعمت وڈی، جے توں دوں عقیدہ بھائی

اے! توںؐ! آیت وڈی وچوں جہناں نوں دانائی ہے — اے! توںؐ! نعمت عظمیٰ آیوں جہناں نوں ہے قدر نعم

واسطے اعتبار کریندے دے توںؐ ہیں وڈی نشانی — واسطے لُٹن والے دے توںؐ نعمت وڈی آسانی

نعمت عظمیٰ، آیت کبریٰ، توںؐ اسانوں ملیوں — تھوڑی بہت اسانوں نعمت ہے اُس خوان کرم دی

معتبر کے واسطے ہیں آیت کبریٰ حضورؐ — اور ہے اک نعمتِ عظمیٰ برائے مغتنم

اے کہ ہستیؐ آیتِ کبرای کہ باشد معتبر
اے کہ ہستیؐ نعمتِ عظمیٰ کہ باشد مغتنم

And who art the greatest sign to one who receives admonition and who art the greatest benefaction to him who avails (of it).

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَّیْلًا اِلٰی حَرَمٍ
کَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

آپؐ رات نوں حرم پاک مکہ معظمہ توں مسجد اقصیٰ تک اِنج جا پہنچے جیویں چودھویں دا چن رات دی سیاہی وچ چلدیاں ہویاں چار چفیرے چانن کھلار دیندا اے

سیر کیتونیں راتیں مکّیوں مسجد اقصیٰ تائیں — جیوں چن دِسّے رات اندھیاری ظاہر آکھ سنائیں
ہو اسوار گیوں مکّے تھیں، راتیں اقصیٰ طرفے — جیوں چن رات اندھیاری اندر کردا سیر شکرفے
سیر کیتا توں مکّے وِلوں تائیں مسجد اقصیٰ دے — جیویں کر سیر بدر دا ہوندا روشن کردا ہر مظلم
حرم مکّے تھوں اقصیٰ تائیں راتیں سیر کرایا — جیویں رات اندھیرے دے وچ چنّ نوں پکڑ چلایا
کالی رات اندھیری اندر دوڑ چنے دی کر کے — حرم شریف مکّے تھیں چڑھ گئے گھندے خبر حرم دی
بدر کامل جس طرح سے رات میں کرتا ہے سیر — مکّہ سے اقصیٰ گئے معراج میں شاہِ اُممؐ

در شبے رفتیؐ ز مکّہ تا با اقصیٰ شریف
چوں کہ ماہِ چاردہ گردد رواں اندر ظلم

Thou travelled by night from one sanctuary to (another) sanctuary just as the full moon runs its course in the darkness of night.

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَۃً
مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرَمٖ

آپ راتو رات اوتھے جا پہنچے جیہدی پہلاں کسے خواہش کیتی تے نہ ای کوئی اپڑ سکیا۔ آپ تے اللہ تعالیٰ وچکار نہ ہون دے برابر وتھ رہ گئی

حضرتؐ اس مقامے پہنچے جتھے گیا نہ کوئی
او ادنیٰ تھیں اقرب اس نوں آ در ملی آ ڈھوئی

تریوں پہتوں اس رتبے نوں قاب قوسین جو کہندے
ناہیں پہتے اس درجے نوں سبھ پیغامبرؑ رہندے

شبِ معراج نبیؐا چڑھیوں اُتے عرش معلّٰے دے
قاب قوسین تساڈا رتبہ ہوری ناہیں ایتھے کم

چڑھ گیوں بلند توںؐ اتنا تا اوہ رتبے پائے
قرب کماناں کولوں نہ کوئی لہندا نہ وت منگیا جائے

راتوں رات تساںؐ ہی پائی منزل قاب قوسینی
نہ پائے نہ چاہے کوئی جس وچ جا قدم دی

طے کیے سارے مدارج اور مِلا ایسا مقام
ہے پرے ادراک کے اور قاب قوسین سے نہ کم

بر شُدی بالا و گشتہ قاب قوسینت مقام
واں نہ دیدست و نہ بیند ہیچ کس در ہیچ دم

And thou did continue to ascend until thou reached the stage of Two Bow-shots, not attained (by others) and not aimed at.

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيعُ الْاَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمٍ

بیت المقدس وچ ساریاں نبیائںؑ تے رسولاںؑ آپؐ دے پچھے نماز پڑھن دی خواہش ظاہر انج کیتی جیویں خادم اپنے آقا نوں پیشوا بناندے نیں

حضرتؐ بیت مقدسؔ چلّے سبھ نبیاںؑ تھیں اگّے — مخدوم سدھارے سرورؐ پچھے مرسلؑ لگّے
نبیاںؑ تینوںؐ اگّے کیتا پچھے آپ کھڑوئے — جیوں کر صاحب اگّے ہوئے خادم پچھے ہوئے
ساریاں نبیاںؑ حضرتؐ تینوں پیش امام بنایا سی — جیوں مخدوم کھلوندا اگّے پچھے ہوندے کل خُدم
سبھ نبیاںؑ تے رسولاںؑ تینوںؐ اپنے اگّے لایا — جیوں بادشاہاں نوں اگّے کردے خُدم تے رعایا
دے تقدیم تساںؐ نوں نبیائںؑ وچ جناب الٰہی — آپوں ہوئے پچھیرے جیوں کر عادت اہلِ خُدم دی
مسجد اقصٰی میں بن کر انبیاؑ کے پیشوا — آپؐ تھے مخدوم باقی انبیاؑ سب تھے خدم

انبیاؑ و مرسلینؑ پیشوا کردند در آں
ہمچو مخدومی کہ گردد پیشوا اندر خدم

And all the Prophets and Messengers sent you in advance-the Master advancing over the servants .

وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِیْ مَوْکَبٍ کُنْتَ فِیْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

تُسِیں ہی تے سو جنہاں ستاں اسماناں نوں پار کیتا جتھے پہلے نبیؑ تے فرشتے موجود سن جنہاں دا سپہ سالار ہون دا مان
وی آپؐ ہی نوں حاصل اے

اسماناں تھیں گذرے حضرتؐ نالے مرسلؑ سارے — صاحبِ نیزہ سرور آہا ہور سبھے بے چارے
توںؐ لنگھ ست گیوں اسماناں سبھ نبیؑ سی نالے — ٹھوک نشان تیرےؐ ہی دِسّے ڈنکے نوبت والے
سَتّے طبق تساںؐ طے کیتے گذریوں ساریاں نبیاںؑ تھیں — وچہ جماعت دے جو آیوں اوہناں ساریاں وچہ علم
سبھ اسماناں چیر کے اُپر توںؐ ہی جلد سدھایا — لشکر وچ سی تیرا جھنڈا تیرا قدر سوایا
پردے چیر فلک دے لنگھن اِک پل دیر نہ لگی — جس لشکر دے موہرے ہوئی تیریؐ چوب علم دی
طے کیا سات آسمانوں کا سفر با انبیاءؑ — آپؐ افواج ملائک میں تھے باشان و علم

ز آسمانہا برگذشتی بر جمیع انبیاءؑ
در گروہے کاندر ایشاں توؐ بدی صاحب علم

And thou traversed with them the seven spheres (of the heaven) in a retinue in which thou was the banner-bearer.

حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاوًا لِّمُسْتَبِقٍ
مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِّمُسْتَنِمِ

آپؐ معراج دی رات جتھے اپڑے اوتھے نہ ہی کوئی پہلاں گیا، نہ ہی پچھوں اوتھے پہنچن دی کوئی تھاں رہی

حضرتؐ اوس مقامے پہنچے جتھے گیا نہ کوئی — او ادنیٰ تھیں اقرب اس نوں آدر ملی آڈھوئی

پہنتوں اوتھے جتھے نبیاں حکم نہ جان اگاہاں — اس جاگہ تھیں جبرائیلے موڑے چا پچھاہاں

رتبے قرب تساں سبھ پائے پچھے کوئی رہیا نہ مول — قرب تیرے نوں کوئی نہ پہنچے جمیاں کون جو مارے دم

قرب دے اندر جا ہوراں دی تندھ نہ چھڈی پیارے — اُچے ونجھن والے لیتے چھڈیا کجھ نہ باری

کوئی مقام قرب دا اتیں تھیں نہ چھٹیا نہ رہیا — تا چڑھ جاوے تے کجھ پاوے اوتھے ڈور عزم دی

مرتبہ باقی نہ رکھا ٹرھنے والوں کے لیے — ہر بلند و پست پر تھا آپؐ کا فیضِ قدم

زینتِ از قرب بہر ہیچ کس نگذاشتی
جائے بالا تر بہشتی دیگرے را در رقم

Until thou left not a farther limit for any to go beyond thee in proximity (to God's Throne) nor a stair of ascent for anyone ascending.

خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ
نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

آپؐ اپنے مقام تے مرتبہ دی وجہ کر کے اوتھے اپڑے جتھوں ہر کسے دی تھاں نیویں کر دتی

سبھ نبیاںؑ دے پست ٹھکانے قرب حضرتؐ دا بھاری — جاں اسماناں اُتے کھڑیا اوتھے بھی سرداری
سبھ مقام چھڈے توںؐ اریرے گیوں محرم خانے — دہ سی صدا الٰہی کیتا رتبے ڈھیٹے یگانے
سبھ مقام کیتے نیں نیویں عالی تیراؐ پایہ ہے — دہ سے سد تساں نوں کیتا خالق تیرے نال کرم
ہر مکان نوں اسؐ دی نسبت نیواں کر دکھایا — وانگن مشہور یگانے اُچّا تینوںؐ جد بلایا
اُچے کل مقام تساںؐ نے نیویں چاء بنائے — ہوئی سد تساںؐ نوں جس دم مفرد خاص علم دی
کر دیئے پست آپؐ نے سب کے مدارج اور مقام — جب ہوئے مدعو بلندی پر یگانہ باحشم

پست کردی پیشِ قربت ہر مقام دیگراں
چوں ترّا بر دند بالا و نداں گشتی عَلَم

Thy loweredst every rank in relation (to others) when thou wast called
to mount still higher like the sole distinguished and outstanding man.

كَيۡمَا تَفُوۡزَ بِوَصۡلِ اَیِّ مُسۡتَتِرٍ
عَنِ الۡعُيُوۡنِ وَسِرٍّ اَیِّ مُكۡتَتِمِ

تاں جو آپ جی نوں اللہ تعالیٰ دا اوہ قرب ملے جیہڑا کسے نوں نہیں ملیا سی تے انج آپ اوہناں ربی رازاں توں آگاہی پا سکن
جیہدے توں کوئی دی جانو نہیں ہو سکیا

اکھیں خلق دیاں تھیں خفیہ کیتا وصل یگانے — وصف قدم تے سر پوشیدہ سبھے اوس چھپانے
توں جا ملیوں نال الٰہی اوّل رہے سبھ سُتّے — بھیت پوشیدہ سرّ فرد تے رب بلا کے اُتّے
جیہڑا وصل تساں نوں ہویا اکھیں کسے نہ ڈِٹھا سی — جیہڑے سِر تساں نوں ظاہر ہو کسے دانا ہیں کم
تاں وصال ڈٹھوئی کیہا بہت وصال نہانی — اکھیاں تھیں رتی راز چتوئی کیہا بے نشانی
تا تو پاویں وصل بنیّا! خالص نرا نرالا — ان ڈٹھیاں ان سنیاں نالے گجھی رمز کتم دی
تا کہ ہوں اسرارِ پوشیدہ سے واقف بعدِ وصل — حق نے ظاہر کر دیئے سب راز از فضل وکرم

تا مقامِ وصل پنہاں یافتی از چشمِ خلق
سرِ پنہانی بدانستی ز اوصافِ قدم

However thou might have a link with one (God) who is veiled from.
the eyes (of people) and a mystery kept secret.

فَخُرتَ کُلَّ فِخَارٍ غَیرَ مُشتَرَکٍ
وَجُزتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیرَ مُزدَحَمٖ

حضورؐ! آپ نے بنا شریک دے سارے دے سارے مان حاصل کیتے تے اوکھیاں پینڈیاں نوں بڑی آسانی نال لنگھ کے اوتھے اپڑے جتھے ممکن نہیں

جمع فضیلت حضرتؐ اندر شرکت نال الٰہی — تاں وچ خاص مقامے پہچیا جتھے قرب الٰہی
جیہا درجہ تینوں ملیا کسے اگّے نہ پایا — گذریا سبھ مقاماں اندر تدھ بن نہ کو آیا
سبھّے فخر اکٹھے ہوئے ذات مبّارک تیری نوں — سبھ مقام کیتے تیں نیویں عرشوں گذرے تدھ قدم
سبھو فخر توں لدھا کلھیاں کوئی شریک نہ پایا — ہر مکان تھیں کلّھا لنگھیوں نہ ما غیر دا سایا
ناز انداز نساڈا حضرتؐ نہیں کسے نوں ملدا — لنگھ اگیرے سبھ تھیں کیتی منزل خاص حرم دی
غیرِ شرکت سب فضائل آپؐ میں موجود ہیں — طے کیا سب مرتبوں کو آپؐ نے بے مزدحم

جمع کردی ہر بزرگی کاں نبودہ مشترک
بر شدی از ہر مقامے کاں نبودی مزدحم

You were in your glory which no one could share and thou passed through every state (of spiritual progress) free from the world.

وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّيتَ مِنْ رُّتَبٍ
وَّعَزَّ اِدْرَاكُ مَا اُوْلِيتَ مِنْ نِّعَمٍ

آپؐ نے جنہاں رتبیاں نوں حاصل کیتا اوہناں وڈیائی جان عزت ڈھیر وڈی اے تے جیہڑیاں نعمتاں آپؐ نوں دتیاں گئیاں اوہناں کوئی حاصل کر ہی نہیں سکدا

قدر عظیم حضرتؐ نوں ملیا فضل مراتب سارے　　رنگا رنگ نعمت عظمیٰ بخشے بخشن ہارے

وڈا درجہ اس رتبہ دا جیہڑا ملیا تینوںؐ　　بہت بلندی نعمت جانن جو رب دِتّی تینوںؐ

عالی قدر تساڈا حضرتؐ جو رتبے تدھ پائے　　پاون کُنہ تساڈی مشکل جو کُجھ پائے تساںؐ نعم

رتبے بہت بزرگ جو مولاؐ اوہناں تدھ بخش فرمائے　　نعمتاں لین کنوں اوہ باہر جو حق نے قدر ودھائے

عالیشان مکان تساں نوں سونپے آپؐ الٰہی　　کس نوں لبھی حد تساڈیؐ عزت ناز نعم دی

ہیں عظیم الشاں رتبے جو ملے سرکارؐ کو　　ہیں پرے ادراک سے جو کچھ ہوئے حاصل نعم

بس بزرگ است آنچہ دادند ت زفضلِ مرتبت
بس عزیز ست آنچہ بخشیدت خداوند از نعم

Exalted and sublime were the ranks you were put in and rare were the favours you acquired.

بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَایَةِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْهَدِمٖ

مسلمان دی حیثیت وچ ساڈے واسطے ایہہ خوشخبری اے، محمدی شریعت اِک اجیہا تھم اے جیہڑا ہمیشہ قائم دائم تے مضبوط رہوے گا۔ کوئی کھورا اس نوں نقصان نہیں پہنچا سکدا

ہوئی بشارت ساڈے تائیں آکھاں مسلماناں شفقت دا تھم سرورِ عالم عدموں نت تواناں
خوشی اسانوں مسلمانو کافر پاون پلّے حضرتؐ تھم اساڈا محکم ہرگز مول نہ ہلّے
خوشی اسانوں ایہو یارو جو کوئی سارے مومن ہو رکن عنایت رب دا ہویا ہوسی ناہیں کدے ہدم
ہو بشارت مومنو حق نے سانوں چاء ڈِوایا ہک رکن عنایت اپنی دا جو کدے نہ جاسی ڈھایا
موج خوشی آرام اسانوں سُن معشر اسلامی خاص عنایت جس نوں پہتی نہ کجھ بو عدم دی
اے مسلمانو! یہ خوشخبری ہے اپنے واسطے اک ستون ایسا ملا مضبوط از فضل و کرم

مژدگانی باد مارا اے مسلماناں کہ ما آل
از عنایت ہست رکنی کاں بود دور از ہدم

With the advent of the Holy Prophet came Good News to us -Islam. Through Divine Providence (we have a chief supporter) a pillar undemolishable.

لَمَّا دَعَى اللهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهِ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جدوں حضور پاکؐ ساریاں نبیاں تے رسولاں وچوں افضل تے بلندترین مقام و مرتبہ تے فائز ہیں تے آپؐ نے جدوں سانوں ربی دین ول سدیا تے بلاشبہ ساریاں امتاں توں افضل ہون دا شرف بخشیا

یارب! اساں عبدی پڑھیا گھلیوں یارؐ پیارا — ساریاں پیغمبراںؑ تھیں بہتر اُمت دا چھٹکارا

جاں رب کہیا حضرتؐ تائیں سرورؐ کل نبیاںؑ — ایہیں بھی چنگے امتاں کولوں صدقے تاج صفیاں

جاں رب کہیا حضرتؐ تائیں بہتر آیوں خلقاں توںؐ — امت حضرت احمدؐ سندی ابویں آہی خیر اُمم

نبیؐ اساڈے نوں جد حق نے کر کے کرم نگاہاں — اکرم رسلؑ بنایا کیتا اکرم امم اساہاں

اکرم رسلؑ رسولؐ اللہ نوں آپ خدا بلاوے — ملی فضیلت دی وڈیائی سانوں کل امم دی

جب کہ انؐ کو حق نے خود خیر الرسلؐ فرما دیا — طاعتِ حق کے سبب ہم ہوگئے خیر الامم

چوں خدا ما را بطاعت خواند بفرستاد اوؐ

بہترِ پیغمبرؑاں، گشتیم ما خیر الامم

When God called (the Prophet) "the most honoured of Messengers" calling us to obey Him (God), we became the noblest of nations.

فصل ہشتم :۔ جہاد النبیؐ

رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدٰی اَنْبَآءُ بِعْثَتِہٖ
کَنَبْاَۃٍ اَجْفَلَتْ غُفْلاً مِّنَ الْغَنَمِ

آپؐ دی آواز اس قدر بارعب تے پر وقار سی کہ دین دے دشمن اس دے سن نال انج تربک جاندے جیویں شیر دی اچن چیت
ببک نال بھیڈاں سہم جاندیاں سن

دل بے دیناں دے ڈر پوندا جاں خبراں حضرتؐ دے سدے ۔۔۔ اچّن چیت آوازہ سن کے اِیّڑ وانگوں نس دے
کنبے دِل کفّاراں دے جاں خبر نبوّتؐ پائی ۔۔۔ جیوں آوازوں بھیڈاں نسّن ہوش نہ سنبھلے کائی
سن کے خبر نبوّتؐ ڈریا دل ساریاں کفّاراں دا ۔۔۔ جیوں کر اِیّڑ بکریاں دا ڈردا گُرگوں کر کے غم
دشمن دا دِل بعثت اسّ دی دے ڈر تھوں بہت کنبیاوے ۔۔۔ بکری جیوں جنگل وچ کلّھی اجّڑ تھوں گھبراوے
سن کے خبر تساڈی حضرتؐ دشمن دے دِل اُڈدے ۔۔۔ جیوں کر کڑک گرگ تھیں نسّے فوج ہزار غنم دی
سن کے بعثت کی خبر تھرّا گئے اعدا کے دِل ۔۔۔ شیر کی آواز سے جیسے ڈرے غافل غنم

دشمناں را دل بترسانید اخبارِ رسولؐ
ہمچو آوازے کہ ناگاہ برجہانیدے غنم

The tidings of his mission instilled fear into hearts of the enemies as a faint noise scared away a heedless cattle.

مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِیْ كُلِّ مُعْتَرَكٍ
حَتّٰى حَكَوْ بِالْقِنَا لَحْمًا عَلٰى وَضَمِ

حضور پاکؐ کافراں نال اس ویلے تیک جہاد وچ مصروف رہندے جد دن تیک اوہناں دی تکہ بوٹی نہ کردیندے

نال کفّاراں جنگ کریندے حضرتؐ ہر جنگاہے — لحم اہناں دے نیزیاں سیتی قیمہ کر کر لاہے

جاں میدان وڑن جا سرورؐ بھکھے کرن لڑائی — گویا نیزیاں نال اڑنبن نِکّے بھائی بھائی

نال کفّاراں جنگ ہمیشہ کردے حضرت پاک نبیؐ — کافر تنگ اجیہے ہوندے جیوں بیریاں وچ سیخ بہم

ہر جنگ وچ مرنیدا چڑھ کے اوہ بخت بلنّد سوایا — ایویں کافر سانگاں پر جیوں گوشت قصائی لٹکایا

معرکیاں وچ مل کے مارے سر نیزے تے ٹنگے — ہوئے کباب دسیون ایویں بوٹی جیوں وضم دی

جنگ کے میدان میں کفّار کی حالت نہ پُوچھ — جسم تھے نیزوں پہ ان کے جیسے کندوں پر لحم

چوں بجنگِ دشمناں رفتے بُدے در جنگ گاہ
آں بدنہا بر سرِ نیزہ چو لحم اندر وضم

He ceaselessly encountered them in every battle until through the lances they were left like flesh on meat counter.

وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوا يَغْبِطُونَ بِهٖ
اَشْلَاءً شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرُّخَمِ

کافر اِس قدر ڈر گئے تے ایہہ خواہش کردے کہ کِتاں چنگا ہندا جے اوہ دی اپنیاں مشرک بزرگاں وانگوں ٹکڑے ٹکڑے ہو
جاندے تے اِلاں تے گرجاں دی خوراک بن جاندے

کافر ترلے لیندے آہے جو لحم ہندے پر کالے ——— نال عُقاباں مُرغاں اُڈدے وِچ ہوا سکھالے

نسّن ویلے کافر دل وِچ آنن حسرت ساڈا ——— اِلّاں سانوں ڈھڈ وِچ کھاون بُھکّھیاں ہون زیادہ

نسّن نال پیار کینونیں بھنّے وانگ بکریاں دے ——— نیزلویں سی جو چاہن ہویا نال عُقاباں اتے رخم

دوست وکھیندے نسن نوں گر ہوندے اک دم واندے ——— پر جو پاندے نال عقاباں کرگساں اُڑ کے جاندے

نھٹّے اتے تر ٹھے جس دم چاکے دم اوہناں نوں ——— کھڑاِل لگی سی ناڑن شودھی تاڑ رخم دی

جنگ کی دہشت سے ان کو بھاگنا منظور تھا ——— آرزو رکھتے تھے کھالیں چیل و گدھ ان کا لحم

آرزو شاں بُد گریز و غبطہ بُردندے بر آں
عضو ہائے شاں پریدے با عقاب و با رخم

They wished to flee, and they almost envied the severed members of the body, soaring (into the air) with eagles and vultures.

تَمْضِی اللَّیَالِیْ وَلَا یَدْرُوْنَ عِدَّتَہَا
مَالَمْ تَکُنْ مِّنْ لَّیَالِیْ الْاَشْہُرِ الْحُرُمِ

جہادتوں کافراس قدر بدحواس ہوچکے سن کہ سوائے حرمت والیاں مہینیاں دے باقی مہینیاں دیاں راتیں اوہناں نوں یاد ای نہیں رہندیاں کیوں جو اوہناں ایہہ پک سی حرمت والیاں مہینیاں وچ آپ جہاد نہیں کرن گے

گذر گئیاں سن راتیں اوہناں مول شمار نہ پایا — جبلگ راتیں باجھ مہینیاں جنہاں حرم کہایا
گذرن راتیں خطرے اندر ہوش نہ کنتے آوے — منع لڑائی جنیں مہینیں آون خوف نہ جاوے
گذرن راتیں خبر نہ اوہناں یاد نہ رہندا اوہناں مول — جاں تک راتیں ہوون ناہیں ماہاں وچہ ماہ حرم
راتیں گذرن لیکن جانن کافر کجھ شماراں — جدتک ماہ حرام دیاں راتیں ہون نہ وچ گذاراں
سبھ ورہے وچہ کجھ نہ جانن کس دا چن چڑھیا — جاں تک رات نہ آوے سر پر بھُلی شہر حرم دی
ڈر کے مارے یوں گذر جاتی تھیں راتیں بے شمار — ہاں سوا راتوں کے جن کے ہیں مہینے محترم

پس شبے بگزشت و آنرا کس ندانستے عدد
در غزاہا چوں نہ بُودے از شبِ ماہِ حرم

The nights passed, and they knew not their number, when these were not nights of the sacred months.

كَاَنَّمَا الدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ
بِكُلِّ قَرْمٍ اِلٰى لَحْمِ الْعِدٰى قَرِمِ

انج لگدا اے کہ اسلام اوہناں دے گھر اجیہے سرداراں دے نال مہمان بن کے آیا سی جنہاں نوں دشمن دا گوشت سوادلا لگدا سی

دین محمدؐ مہماں جانو آیا گھر کفّاراں — ہر کافر دا گوشت کھاوے کرکے شوق ہزاراں

دین نبیؐ جن مہمان ہویا سی گھر کفاراں — گوشت کھاندا ہر کافر دا جن جنگے سرداراں

گویا دین محمدؐ آیا گھر اوہناں دے جو مہماں — گوشت دشمن دا اوہ چاہے آیا صاحب زور حشم

گویا دین سی مہمان ہو کے گھر اوہناں دے آیا — گوشت عدوٗ دا کھاندا اوہ سی مشتاق سوایا

ہے ایہہ دین مہمان بہادر گھر اوہناں دے آیا — لے کے فوج لگی ہے جس دی اسد خوراک لحم دی

لشکرِ اسلام تھا مہمان اُن کے صحن میں — چاہتا تھا ہر نفس مل جائے دشمن کا لحم

گوئیا دیں بود مہمانے کہ او آمد فرود
بر سرائے آنکہ بُد مشتاقِ لحمِ دشمنم

The religion (of Islam) as it were a guest that had alighted in the theatre of battle with every noble brood horse-man eager to devour the flesh of his enemies.

يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيْسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ
تَرْمِیْ بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ

آپ دا تیز ترین گھوڑیاں اپر سوار لشکر سمندری ٹھاٹھاں وانگ حملہ آور ہو رہیا سی

دریا صفت مکمل لشکر گھوڑے سبھ چلا کے   وانگ دلیراں ٹھاٹھاں مارن لہر وچوں ملن اگوا کے
دریاواں جیوں لشکر وگے اُپر گھوڑیاں چڑھیا   پھڑ پھڑ کوہن بہادر وڈّے دھر وہ کفر دِل وڑیا
لشکر گھیر پاسی پیغمبرؐ وانگوں دریا گھوڑیاں تے   موجاں مارن گھوڑیاں وانگوں دشمن پائے وچ شکم
جنگ دا دریا گھوڑیاں اُتّے رکھیدا بہتا بھارا   موج بہادراں دی وچ اس دے کردے دھون اندھارا
رے وگدے اسوار بہادر نار وندی حرب دے   ٹھاٹھاں مار بہادر کٹ دے جس دی وار اُٹھم دی
تیز رو گھوڑوں پہ تھا وہ لشکرِ دریا مثال   جنگ کے میدان میں موجیں لگاتا دم بدم

میکشیدی بحرِ لشکر حملہ بر اسپاں سوار
موج میزد از دلیرانے کہ رفتندے بہم

He used to command a sea of an army mounted on fleet horses that hurled waves of dashing heroes.

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ
يَسْطُو بِمُسْتَأْصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ

اس لشکر دے ہر مجاہدؓ دی جنگ صرف تے صرف اللہ تعالیٰ دی خوشنودی واسطے سی اوہ مشرکاں اُپر اجیہی تلوار نال وار کر رہے
سن جیہڑی کفر نوں جڑاں توں پٹ کے برباد کرن والی سی

سبھ اصحابؓ دلبر بہادر کفّاراں تے دھاون   باشمشیر کرن لکھ تکڑی مدھو پیوین کھاون

کل اصحابؓ خدا دے کارن کردے جنگ لڑائی   نال لڑائیاں جڑ کفّاراں انہاں پٹی سائی

سبھے سن اوہ طالب حق دے جنگ کریندے سن للّٰہ   حملہ کرن جڑ بیخ گواون کفرے دی کر زور اُتّم

حق دے حکم دے منر [illegible] حق دی کرن غلامی   بیخ کفر دی حملے نالے پٹ دے سرڈّر نامی

حاضر دین جواب چنگرے رکھن آس الٰہی   حملہ کرن بہادر جس دم کڈّھن بیخ صنم دی

اجر کی امید والے دعوتِ حق کے مُریدؓ   کُفر کی بنیاد کو کرتے تھے بالکل کالعدم

جملہ از بہرِ خدا در کار بودند و غزا
بیخ کُفر از بُن بکنندند نیست کردند آں شیمّ

Everyone of them responded to his call, expecting a reward in hereafter, attaking(with a view to) exterminating disbelief (from earth).

حَتّٰی غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهِیَ بِهِمْ
مِّنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ

اتھوں تیک کہ ہجرت دی وجہ کرکے ملّت اوہ دکھرے دکھرے تے غریب الوطن لوک اک وڈی تے نویں برادری دا روپ اختیار کر گئے

ڈاڈھا ہویا دین محمّد سبھناں کوشش چائی — دین اوّل تھئیں بیکس آہا بھی بس حرمت پائی

تا اسلام ہویا وت ڈاڈھا جاں اہناں کیتنے حیلے — کیہے جے اوّل لِسا آہا رلیا وت قبیلے

اسلامے دی ملت ہوئی نال اوہناں جوانمردی — پچھے ضعف غریبی ہویا دین نبیؐ دا شان عظم

تاں اوہناں تھئیں ہوئی شریعت نال توفیق خدائی — غربت پچھوں گنڈھے ہوئے نال قبیلے بھائی

دین متین بہادر شو دھے ڈِٹھی بہت غریبی — کیتی نال اوہناں دے پکّی بھانجی صِلہ رحم دی

دینِ حق یوں ان کے دم سے آخرش ظاہر ہوا — رِل گئے بچھڑے ہوئے اور ہو گئی غربت بھی کم

تا قوی شد ملتِ اسلام از سعیِ ہمہ
دین در اوّل بُد غریب و شد در آخر محترم

Eventually, the religion of Islam, after its exile from its country (Makkah) became tied to its kinship.

مَكْفُولَةً أَبَدًا مِّنْهُمْ بِخَيْرِ أَبٍ
وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

اسلام دیاں نیہاں اجیہاں صحیح تے سچّے اصولاں اُتّے اساریاں گئیاں نیں جیہدی حضور پاکؐ دے صدقے اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر
تے ضامن بن کے قیامت تیک سرپرستی تے کفالت کرے گا

اگلیاں پیغمبراں دی ملّت جھب تغیرّ پائے — دین محمدؐ روز بروز اے تازہ ہوندا جائے
خاوند، باپ جاں سرِّ فرجیہا اس ملّت دا آہا — کدے یتیم نہ رنڈا ہوسی، دن دن سہج سوایا
اس ملّت دے ضامن سبھّے وانگوں پیو چنگے — نالے وانگوں خاوند چنگے پس نہ ہووس رنڈ یتیم
اوہناں نھوں باپ دی اچھا لدھا دائم کرم سہاوے — خاوند بھی یتیم نہ ہووے نہ وت رانڈ سدا وے
سدا سہاگن ہے ایہہ دوہٹی پالی باپ لڈکی — نہیں رنڈیپے والی تنگی خفگی نہ یتیم دی
جیسے مِل جائے کسی کو نیک شوہر اور پدر — بیوگی کا اور یتیمی کا اسے پھر کیا ہو غم

دیں از ایشاں یافت بہتر شوہر و بہتر پدر
زاں نہ شد در بیوگی و ہم نماند اندر یتیم

For ever guaranteed through them with the best father and best husband, so that it shall not become an orphan or a widow.

هُمُ الجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مَّصَادِمُهُمْ
مَاذَا رَاَى مِنْهُمْ فِىْ كُلِّ مُصْطَدَمِ

اسلام دے جانثار دشمناں نال پہاڑاں وانگ ٹکرائے ادہناں دی بہادری دی گواہی اوہ میدان وی دیندے نیں جتھے
اوہناں اسلام دشمناں دے خلاف جہاد کیتا

پُچھ توں قدر یاراں دا ہیں نھیں ڈھاڈے سن جو سنگے — اوہناں دے جو دشمن اوہناں کیہ ڈِٹھا ہر جنگے
اوہ پہاڑ توں پُچھ جا کِتھے جتھے پئی لڑائی — جو کجھ ڈِٹھیس اوہناں کولوں آکھ سناسی سائی
اوہ پہاڑ آہے سبھ محکم جنگ اوہناں دے پُچھ اس نھیں — جیہڑا اوہناں وِچوں آیا ویکھ شجاعت اتے حکم
بن پہاڑ پُچھ اوہناں تھوں جنہاں صدمے اوہناں دے چائے — ہر ہر صدمے دے وِچ کافر لکھاں جانو مار گنوائے
اوہ پہاڑ شجاع بہادر جنہاں ٹکر کھادی — جا اوہناں نھیں پچھیں اَڑیا جو حالت اُس دم دی
تھے وہ مثلِ کوہ پوچھو دشمنوں سے اُن کا حال — کچھ اگر دیکھا ہے اُن کو شاملِ جنگ و صدم

کوہ ہا بودند ازاں کو در نبرد آمد بہ پُرس
تا بگویند آنچہ دید ستند از ایشاں در صدم

They (the Prophet's followers) were like mountains, and ask about them of him who fought with them (as to) his experience in each encounter.

فَسَلْ حُنَيْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ اُحُدًا
فُصُوْلَ حَتْفٍ لَّهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

جے تہانوں کافراں دیاں موتاں دا یقین نہ آوے تے پھر بدر حنین تے اُحد دے جنگی میداناں توں پچھ ویکھوں کیوں جو سبھ کجھ اوتھے ہی واپریا

پچھ توں بدر حنین اُحد تھیں ایہہ ترے جنگ عظیماں — مرگ ناواں بھی سخت زیادہ اندر حق بے دیناں
پچھ! حنین، بدر تے اُحد جو سر اوہناں ورتی — رُت مرن دی سخت وبا تھیں بی اوہناں نوں دھرتی
پس پچھ حنینوں بدروں اُحدوں جو کجھ جنگ اوہناں کیتے — تاں اوہ دسّے موت کفّاراں سندے قصّے سخت الم
پچھ حنین تے بدر اُحد دا حال نیارہ بھائی — کافراں نوں سی موت وبا تھیں سخت تے عام سوائی
پچھ حنین بدر تے اُحدوں جو جو ملی اوہناں نوں — موت ہلاکت تے بدحالی سخت بلا وخم دی
پوچھ لو بدر و حنین و اُحد سے بھی ان کا حال — موت کے اقسام ہرگز تھے وبا سے کچھ نہ کم

از حنین و بدر دیگر از احد می کن سوال
تا بخواند فصل ہائے مرگ ادہیٰ از وخم

Inquire about (the battles of) Hunain, Badr, and Uhud, seasons of destruction more calamitous than epidemic.

اَلْمُصْدِرِی الْبِیْضِ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ
مِنَ الْعِدٰی کُلَّ مُسْوَدٍّ مِّنَ اللِّمَمِ

صحابہ کرامؓ اپنیاں سفید تلواراں نوں کافراں دیاں سراں نوں دو پھاڑ کر کے اوہناں دا سرخ لہو پا کے لال رنگی کریندے سن

لال ہو گیّاں سن تلواراں نال لہو کفّاراں — کفر گناہاں دی جو کالکھ دھوتی سبھ تلواراں

ماردیاں بگیّاں تلواراں سرخ ہویاں جیوں سوہے — کالے سر دِتّو نیں دھنکے ٹنگے لیا کر بوہے

سرخ کریندے تلواراں نوں نال لہو کفّاراں دے — کفّاراں دے کالے جُوڑے کنڈھے کر شمشیر علم

چِٹّے نوں کر دیندی رتّا کھچے اوہ کر زور دکھائے — کافراں تھیں ہر کالے والاں دے وِچ پکڑ دہائے

مارسرے وِچ تیغاں اس دے خونوں لال کریندے — جس دشمن بے دینی کر کے کالکھ ملی لمم دی

ہاں! سپیدی سرخروئی سے بدل جاتی تھی جب — کالے لمبے بال والے سر کو پہنچا کر زخم

سرخ کردندے بخونِ دشمناں شمشیر را
چوں فرو شد در سیاہی ہر سرِ مُو از لمم

They brought out their swords red after they reached every black lock of the hair of the enemies.

وَالكَاتِبِينَ بِسُمرِ الخَطِّ مَا تَرَكَتْ
أَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ

صحابہ کرامؓ دیاں نیزیاں نے دشمناں دے جثیاں نوں تختی بنا کے انج نقطے لائے کہ تختی دا کوئی حصہ نہ بچیا

ہر کافر دے جُثّے نیزیاں خطّ لالاں سن والے
طرف بدن دے نوکاں نیزیاں نقطے پائے وکھالے

دینی کاتب تیرے قلماں بدن کفّاراں تختی
بہت نیزیاں دے نقطے دسن، ایسی ورتے سختی

گویا کاتب آہے مومنؓ کرن کتابت نیزیاں نال
نقطے باجھوں حرف جثے دا چھوڑیا ہوسی اونہاں کم

لکھدے خط اوہ بہت عجائب نیزاں تھیں جوڑیا
بدن تمامی دشمن والے نقطہ منڈھوں نہ چھوڑیا

نیزے قلم بنا بہادر خوشخط لکھّن والے
نقطے باجھ نہ چھوڑن ہرگز کاپی کسے قسم دی

وہؓ لکھا کرتے تھے نیزوں کے قلم سے حرفِ غیض
اور نہ چھوڑے دشمنوں کے جسم غیر منعجم

می نوشتندے بہ نیزہ خطِ سرخی بر بدن
حرفِ جسمے بے نقط ننوشتہ بودے از قلم

They wrote with spears marked with brown lines whose pens did not leave one body of a letter not provided with dis critical points.

شَاکِی السَّلَاحِ لَھُمْ سِیْمَا تُمَیِّزُھُمْ
وَالْوَرْدُ یَمْتَازُ بِالسِّیْمَا مِنَ السَّلَمِ

آپ دے ساتھی جس نشان نال جنگ دے میدان وچ پیر رکھدے اوہناں دی سج دھج کافراں دے لشکر وچ وکھرا کر دیندی
جیویں کنڈیاں وچ گلاب دا مہکدا پھل

جیہڑے دین محمدؐ دے دکھ سر پر نال ہدایت — بے پھل رُکھ کفاراں والے ڈھیندے نال شکایت

نت ہتھیاراں نال پچھاپن مومن نیک نشانی — مگر گلابے نال نہ ہووے ڈالی کِکّر ثانی

کامل وچ ہتھیاراں آہے نال نشان پچھانن اے — جیوں کر نال نشان سنجھاپے درخت گلابے اتے سلم

واہ ہتھیار منّھے نیں کیا خوب سنجان کرایا — منّھے نال گل کنڈیاں تھوں وچ سنجان دے آیا

بے ہتھیار چڑھن جس ویلے ہوّاں نال نہ رل دے — نال گلاباں دے کد ملدی شاخ درخت سلم دی

گو مسلّح تھے مگر رکھتے تھے سجدے کا نشان — تھے صحابہؓ مثل گل کفار مانند سلم

آں گماں سنجان کہ سیماشاں بریں ممتاز بود
گُل برنگ و بوئے خود ممتاز گردد از سلم

Bristling with arms (armed to the teeth), who have a mark that distinguishes them, for the rose is distinguished from the acacia by its mark.

تُهدِى اِلَيكَ رِيَاحَ النّصرِ نَشْرَهُم
فَتحسَبُ الزّهرَ فِى الاَكمامِ كُلَّ كَمِ

فتح دی خوش خبری سویر دی خوشبو نال لدی ہوئی واؤ آپ نیک اپڑ رہی اے ، ہر بہادر نوں انج سمجھو جیویں غلاف وچ
ان کھڑیا پھل لپیٹیا ہووے

تحفہ گھلے واؤ نصرت تینیں خوشبو سبھناں یاراںؓ — کل بہادر منھیاراں چھپے جیوں کر پھل بہاراں
دین مبارک واؤ فتح دی حضرت خوش صحاباںؓ — خوشیوں وانگ شگوفے پھلّن ٹھکن وچ حجاباں
ہدیئے پہنچن تیرے تائیں وایوں نصرت یاراںؓ دے — وچ غلاف شگوفہ جیوں کر ہر وریام پچھانے ہم
بواہناں تینوں دیندی فتح دا خوش ہبکارہ — وچ غلاف شگوفہ جانے ہر دلیر نیارہ
آپہنچاوے وا تساں ول لے کے بواہناں دی — جے توں جانے اوہ بہادر ہن انگوری کم دی
اُن کی نصرت کی خبر بھیجے تو یہ سمجھے گا تو — مثل غنچوں کے غلافوں میں تھے وہ عالی ہمم

می رساند بادِ نصرت بر تو بوئے سعیٔ شاں
چوں بہار اندر سرِ غنچہ بود ثابت قدم

The wind of victory would fetch you their fragrance so that you would think that every warrior is a flower in the bud.

كَاَنَّهُمْ فِىْ ظُهُوْرِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًا
مِّنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شَدَّةِ حُزُمِ

آپؐ دے ساتھی گھوڑیاں اُپر اِنج سوار سن جیویں چٹان وچ اُگے درخت جنہاں نوں ہلایا وی نہیں جا سکدا

یارؓ حضرتؐ دے گھوڑیاں اتے بہندے وانگ درختاں — دینے دے وچ محکم آہے تنگے باجھوں سختاں
گویا یارؓ نبیؐ دے گھوڑیاں اُتے محکم کیسے — سرے پہاڑاں تے رُکھ محکم تنگاں باجھوں ایسے
گویا اوہ گھاء اگین گھوڑیاں سندیاں پشتاں تے — سخت جو وچ شجاعت آہے سخت نہ آہے وچ حزم
گویا پیٹھ گھوڑیاں وچ اُگے ایہہ درخت دوامی — سختی عقل تے دانش تھیں نہ تنگ دی سختی خامی
جیوں ٹبے دا بوٹا ہووے زینت زین دیندے — کس کے تنگ نہ ہووے پکّی ہمت بنھ حزم دی
تھے وہ گھوڑوں پر سوار ایسے کہ ٹیلوں پر درخت — زین کی پرواہ نہ تھی اُن شہسواروں کو بہم

گویا بر پشت اسپاں چوں درختِ پشتہ کوہ
ز استواری بود در دین نہ ز کثرت درلسم

As if they were, on the backs of the steeds, the plants of hills, by reason of their resoluteness and not on account of the tightness of their girths.

طَارَتْ قُلُوبُ لِعِدٰی مِنْ بَأْسِہِمْ فَرَقًا
فَمَا تُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَھْمِ وَالْبُھَمِ

جہاد دی شدت وچ آپؐ دے سانھیاںؓ دی بہادری دیکھ کے کافر اس قدر ڈر گئے کہ اوہناں نوں بکرو ٹیاں اُبڑی غازیاں دا بھولیکھا پین لگ پیا

اُڈّدے آہے دل کفّاراں خوف اوہناں تھیں کردے — ڈاڈھے رستے نفیں وچ جنگے ہکو جیہا ڈردے

اوہ گئے سی دل کفّاراں خوفوں تھر تھر کنبدے — وڈّے بہادر بکرے کولوں نسنوں جھبٹ نہ ہندے

اُڈّے دل کفّاراں دے جاں خوف پیونیں یاراں دا — فرق نہ کردے وچ بکروٹے اتے دلاور وچ حشم

اُڈّے دل سبھ خصماں دے خوف نے پکڑ ڈرایا — بکروٹے تے بہادر وچ اوہناں فرق نظر نہیں آیا

سخت لڑائی ویکھ اوہناں دی دشمن دا دل ڈُبّے — کجھ تمیز نہ شو دھے کردے ذرّہ بُہم بَہم دی

ہوش غائب تھے عدو کے سختیوں سے جنگ کی — فرق کر سکتے نہیں تھے آدمی ہے یا غنم

لرزہ بر دلہائے کفّار اوفتاد از ترسِ شاں
چارپائے و آدمی نشناختند از ترس و غم

The hearts of the enemies were in a state of commotion on account of despair and fear so that thou could not distinguish whether they were warriors or lambs.

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِیْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

تے جس بندے نوں آپؐ دی مدد مل جاوے اوس نوں ویکھ کے جنگل دے شیر دی بکریاں بن جاندے نیں

جے کوئی نال رسولؐ خدا دے یاری کر کے آئے ‏ جے کر شیر پوے اس اُتےّ صفت مچھرّ ہو جاوے
جیوں یاری پاک محمدؐ کولوں ہر دم نصرت ہووے ‏ توڑے شیر ملس وچ بیلے مچھرّ ہو کھلووے
جس نوں یاری کردے حضرتؐ اس نوں خوف نہ کوئی ہے ‏ اس دے نال برابر ہونا شیراں سندا ناہیں کم
جیندے نال رسوّل خدا دی ہندی جگ وچ ہر دم یاری ‏ جنگل وچ گر شیر وی ملیں کردا تابعداری
جس شودھے نوں آ نساںؐ نے کیتی پشت پناہی ‏ مڑ دا شیر مریلا اس تھئیں لک کے کھل اجم دی
ہو مدد جس کو رسولِؐ سیدّ لولاک کی ‏ شیر بھی ان سے مِلے جنگل میں گر مارے نہ دم

ہر کہ اُو را از رسولؐ اللّٰہ نصرت آمدہ
شیر اگر برِ وے رسد از ترس او آید بہم

For whose assistance is from the Messenger of God, if lions encounter him in their own dens, they become dejected(with fear).

وَلَنْ تَرٰی مِنْ وَّلِیٍّ غَیْرَ مُنْتَصِرٍ
بِہٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَیْرَ مُنْقَصِمِ

حضورؐ پاک دی مدد دی جس نوں تھاپی لگی اوہ دوہیں جہانیں فتح مند ہندا اے تے آپؐ دا دشمن ہر تھاں ذلیل ہندا اے

کوئی ولی ناہیں حضرتؐ تھیں جس نہ پائی یاری — جو حضرت دا وڈا دشمن دائم وچ خواری
ولیاں باجھوں مدّت سرورؐ نہ ولایت پائی — نہ رہیا کوئی دشمن سرورؐ باجھ مصیبت بھائی
ایویں کوئی دوست اسؐ دا یاری باجھ نہ دیکھیں گا — ایویں کوئی دشمن اسؐ دا ہوسی ناہیں باجھ قصم
دیکھیں نہ توں یاری منگ دا جو چپے مفت اجایا — نہ کوئی دشمن اسؐ دا ایسا جو پکڑ نہ مار ونجایا
جنگ تساڈے وچوں حضرتؐ نکل نہ جاندا اسکا — لکھ دلیری رکھے دشمن بھمن تے رستم دی
دوست اُنؐ کا ہو نہیں سکتا ہے محرومِ مدد — اور ذلیل و خوار ہو گا دشمنِ شاہِ امم ؐ

دوستانش را نہ بینی غیر منصور و عزیز
ہم نہ بینی دشمنش جز خار بگستہ بہم

Never will you find a friend unaided by him nor an enemy mortally struck by him.

اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِہٖ
کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمٖ

حضورؐ پاک نے اپنی امت نوں انج دین دے قلعہ وچ لیا کے محفوظ کر لیا جیویں شیر کھچار وچ اپنیاں بچیاں نوں اپنی پناہ وچ لے بہندااے

رکھیا حضرتؐ امت تائیں وچ پناہ اسلامی — شیر بیلے جیوں بچیاں اندر رکھے نال آرامی
حضرتؐ رکھی اُمّت اپنی وچ اسلامی سچّے — جیوں کر شیر اوہ بیلے اندر رکھدا اپنے بچّے
آوندےؐ اُمّت اپنی نوں وچ حرزے اُمّت اپنی دے — جیوں کر شیر بچیاں نوں لے کے جھلّے دے وچ کردا محکم
اپنےؐ دین دے کوٹ وچالے اُمت نوں خوش لیائے — جیوں شیر بچیاں نوں لے کے جنگل وچ چھپائے
اُمّت وچ پناہ رکھاوے کر ملّت دا سایہ — بچّے نوں جیوں لے کے بہندا شیر پناہ اجم دی
اپنی ملّت سے کیا محفوظ اُمت کو تمام — جس طرح جنگل میں رکھے شیر بچّوں کو بہم

اُمّت خوّد را نشاندہ در حصارِ ملّتش
ہمچو شیرے کو بُود با بچگاں اندر اَجم

He has caused his people to take root in the sanctuary of his creed
as a lion lodges with its cubs in the thicket.

كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدَلٍ
فِيْهِ وَكَمْ خَصَّمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

قران مجید اک اجیہا معجزہ اے جس نے آپ نال بحث مباحثہ کرنے والیاں نوں نہ صرف بے دلیل کردتا سگوں وڈے وڈے منطق بازاں اپر آپ نوں غلبہ بخشیا

بہت زمین تے سُٹّے کافر ایس کلام خدائے — حجّت سرورؐ اوہناں اتے بہتی غالب آئے

بہت زمین تے ڈھائے کافر ایس قرآن الٰہی — بہتی وار نسائے دشمن غلبہ کر کے شاہی

بہتے جنگ قرآنے کیتے غالب نال کفّاراں دے — بہت جدال کیتے برہانی اللہ تیرے نال خصم

کلمیاں حق دیاں کتنے خصماں جنگ اوہناں دی ہاری — واسطے اس دے غالب ہوئی کتنیاں دتّی خواری

ہر دشمن پر غالب ہووے پاک کلام ربّانی — شانِ نبیؐ دا ثابت کیتا بھن دلیل خصم دی

بارہا قرآن نے دشمن کو نیچا کر دیا — اور دلیلوں نے بھی سر کو کر دیا دشمن کے خم

ہر کہ با قرآں بجنگ آمد بیفگندش بخاک
گفتگوئے منکر از برہانِ او گشت است کم

How many words of God have contended with disputants
concerning him and how many proofs have defeated antagonists.

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْاُمِّيِّ مُعْجِزَةً
فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيبِ فِي الْيُتُمِ

جہالت دے سمے اُمی کہلاکے حقیقی علماں نوں بیان کرنا تے یتیمی وچ اکھ کھول کے دنیا نوں ادب توں جانو کرنا سیانیاں
واسطے معجزہ ای تے ہے

اُمیؐ ناوَں علم وچ فائق ایہہ بھی معجزہ جانو   وچ یتیمی تے بے علمی نیکو کار پچھانو
بس ہے تینوں ایہو معجزہ عالم باجھ پڑھائی   سکھیس ادب یتیمی اندر ملک نبیؐ دے دائی
ایہو تندھ کفایت کردا اُمیؐ اندر علم تمام   جہل زمانہ وچ یتیمی ادب پچھانے تاں کرم
کافی ہے ایہہ معجزہ جو اَن پڑھیاں تینوں علم سکھائے   جاہلاں دے وچ وچ یتیمی دِتے ادب سوائے
اُمیؐ والا علم نساں نوں معجزیاں تھیں کافی   وچہ یتیمی وقت جہالت ایہہ تادیب اُمم دی
ہوکے اُمیؐ تھے وہ عالم ہے یہ کافی معجزہ   جاہلیت اور یتیمی میں ادیبِ ذی حکم

ایں قدر از معجزہ کافی کہ پیش از وحیِ او
اُمیؐ پُر علم بود و پُر ہُنر اندر یتم

Your unletterdness suffices you as a miracle in the Time of Ignorance and so is your discipline in orphanhood.

خَدَمْتُهُ بِمَدِيحٍ اَسْتَقِيلُ بِهِ
ذُنُوبَ عُمْرٍ مَّضٰى فِى الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

آپؐ دی نعت وِچ قصیدہ ایس واسطے لکھیا کہ عمر بھر دے اونہاں گناہاں توں معافی مل جاوے جیہڑے شاہی درباراں
وِچ وقت گذار کے تے حکمراناں دیاں تعریفاں دے پل بنھ کے کیتے نیں

خدمت کیتی نال مدح میں بخشے جُرم نتاّرے — شعریں عمر گذاری ساری تے وِچ خدمتگارے
کر کے خدمت مدح محمدؐ سبھ گناہ بخشاواں — بدیاں کردیاں عمر گذاری جھوٹے شعر سناواں
خدمت کیتی حضرتؐ دی میں بخشش چاہاں عصیاں تھیں — جو تقصیراں میں تھیں ہویاں خالق بخشے نال کرم
مدح میں اسؐ دی کیتی تاہیوں بخشیں عمر اوہ بھیڑی — جو شعر تے خدمتگاری شاہاں جہلاں وِچ نبیڑی
منگاں عفو گناہاں کولوں کر کے مدح رسوؐلی — جو تقصیر ہوئی ہے صادر میں تھیں شعر خدم دی
نعت گوئی کی کہ میرا خاتمہ بالخیر ہو — یوں تو ساری عمر دنیا کی خوشامد کی نہ کم

خدمتش کردم بمدحی تا بہ بخشندم گناہ
زانکہ عمرم صرف شد در گفتنِ شعر و خدم

I have served him and composed a panegyrical poem by means of which I ask pardon for sins committed in the past in composing poems (on other subjects) and services (rendered to others).

إِذْ قَلَّدَانِي مَا تُخْشَى عَوَاقِبُهُ
كَأَنَّنِي بِهِمَا هَدْيٌ مِّنَ النَّعَمِ

شعر گوئی تے دنیا داراں دی سیوا کرن نال میری گردن وچ طوق نیں جیہدے انجام توں ڈرنا قدرتی گل اے انج جاپدا اے کہ میں قربانی دا اجیہا بکرا ہاں جنہوں ذبح کرن لئی لے جایا جا رہیا اے

جدوں کلاوہ گردن میری شعر تے خدمت پایا ۔۔۔ ہیں سبب دوہاں ہیاں دے چارپایاں نھیں آیا
جدوا شاعر خادم ہویا خوف نہ کراں گناہاں ۔۔۔ جیوں ہیں دنبہ قربانی دا عالم کرے نگاہاں
مینوں بپڑا اجیہا پایا اوہناں جس تھیں ڈر ہوسی ۔۔۔ گویا کہ ہیں دنبہ اوہناں حاجی بن دا پاس حرم
جس دا اوڑک خوف تبیرا اوہو طوق پہنایا ۔۔۔ گویا دوہاں نالے ہیں ساں جنس حیوان بنایا
گل میرے دی گانی ہوئی تاں ہیں خوف کریندا ۔۔۔ گویا شعر خدم دا ہویا ہاں ہیں ہدی نعم دی
ہے یہ ڈر دونوں نے ڈالا طوق گردن ہیں مرے ۔۔۔ ہوں ہیں گویا اونٹ قربانی کا از قسمِ نعم

کردہ غل در گردنم عصیاں و می ترسم ازاں
گوئیا با شعر و خدمت مثلِ ہدیم از نعم

Since (my services) which have invested me with that of which the consequences are to be feared, as if I were through them a sacrifice from among camels.

اَطَعۡتُ غَيَّ الصِّبَا فِي الحَالَتَيۡنِ وَمَا
حَصَّلۡتُ اِلَّا عَلَى الۡاٰثَامِ وَالنَّدَمِ

شعر گوئی نے حکمراناں دی سیوا دوہاں صورتاں وچ بجی گا نہ گمراہی دی اطاعت کر کے گناہاں دی شرمندی توں و دھ کجھ نہیں کھٹیا

خورد سالی دی گمراہی دا منیا حکم دو حالت — ایس تھقیں حاصل کجھ نہ ہویا باجھ گناہ ندامت

طاعت کیتی میں بدیاں دی اندر وقت جوانی — شعراں خدمت عمر گذاری ہُن حاصل پشیمانی

طاعت کیتی نفس ہوا دی وچ جوانی پیری دے — حاصل کجھ نہ کیتم ہرگز باجھ گناہاں اَتے ندم

دوہیں حال نبینگریں والے میں نے توڑ پہنچائے — گناہ اَتے شرم ساری باجھوں حاصل پلّے نہ پائے

سبھ جوانی پیری میری لنگھ گئی وچ کھیڈاں — حاصل عمر میری دا بنیا ذِلّت بُری ندم دی

ہر دو حالت میں شکارِ گمرہِ طفلی ہوا — کچھ نہ حاصل ہو سکا مجھ کو بجز جُرم و ندم

بردہ ام فرمانِ غیّ کودکی در ہر دو حال
ہیچ ازاں حاصل ندارم جز گناہان و ندم

I yielded to the temptations of youth, and I achieved nothing but sins and regrets.

فَيَا خَسَارَةَ نَفْسِیْ فِیْ تِجَارَتِهَا
لَمْ تَشْتَرِ الدِّيْنَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسُمِ

دنیا نوں چھڈکے دین دا سودا نہ کرکے گھاٹے وچ رہیاں تے نہ ای ایس بارے سوچیا، جس دا وڈا افسوس لے

بہت زیاں خسارت نفسے وِچ تجارت پایا — دنیا تھیں اس دین نہ گھدا نہ کھٹن فرمایا
بہت زیاں اس نفس میرے توں وِنج کیتا اس کیہا — دین نہ لیس دنیا دے کے دھرگ بیپار اجیہا
اوہ خیانت نفس میرے دی وِچ تجارت اپنی دے — دنیوں دین خرید نہ کیتس مول نہ چاہوس سودا ہم
ہے ہے گھاٹا نفس میرے دا مال تجارت کھویا — دنیا دے نہ دین لیس گاہک مول نہ ہویا
کیتی بری تجارت سائیاں سخت تڑٹا پایا — دنیا دے کے دین نہ لیندا کیتی بیع ستم دی
حیف میرے نفس نے سودا کیا نقصان سے — یعنی عقبیٰ کے عوض دنیا خریدی کج فہم

پس زیانہائے کہ نفس اندر تجارت یافتہ
کاں بدنیا دیں نہ بخرید و نگفت می خرم

My soul,what a pity in its traffic! He has neither sought religion for the here after nor negotiated for it.

وَمَنْ يَّبِعْ اٰجِلاً مِّنْهُ بِعَاجِلِهٖ
يَبِنْ لَّهُ الْغَبْنُ فِيْ بَيْعٍ وَّفِيْ سَلَمِ

جیہڑے بندے نے دنیا واسطے آخرت ویچ دتی اوس نے نہ تے نقدی حاصل کر کے تے نہ ای معاوضہ جنس دی شکل وچ حاصل کر کے کجھ کھٹیا اے سگوں اوس نے سراسر گھاٹے ای دا سودا کیتا اے

جے کو دین بہ دنیا ویچے، خاسر نام سدائے — ظاہر اوس نوں وڈا ترڈٹا بیع سلم وچ آئے
جس نے دین ویچیا نال دنیا گھاٹا اوس نوں آیا — بیع نقدی تے جنسے اندر ہر جا ٹرڈٹا آیا
جو کوئی دنیا مُل خریدے دے کے دین بھلایا ہے — نقصان ہوسی ظاہر اوس نوں وچہ بیع دے اتے سلم
ہے ہے گھاٹا مال میرے دا نفس میرے دے حال تجارت کھویا — دنیا دے نہ دین لبیتُس گاہک مول نہ ہویا
جس کمینے عقبےٰ دے کے دنیا چاہوہا جی — ذرّہ ٹکل ہتھ نہ آئی اُس نوں بیع سلم دی
آخرت کو جس نے بیچا صرف دنیا کیلئے — ہے بڑا نقصان اس کے حق میں یہ بیعِ سلم

ہر کہ عقبیٰ را بدنیا می فروشد خاسر است
غبنِ او روشن شود البتہ در بیع وسلم

He who sells his future (world) for the present, it will become manifest for him that he is duped in the sale and in the negotiation.

إِنْ اٰتِ ذَنْبًا فَمَا عَهْدِىْ بِمُنْتَقِضٍ
مِّنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِىْ بِمُنْصَرِمِ

بھاویں میں گناہ گار ہاں پر میں حضورؐ دی اطاعت دا جیہڑا عہد حضورؐ پاک نال کیتا ہویا اے اوہ اٹٹ اے آپؐ نال میری عقیدت تے محبت دی رسی کٹی نہیں جا سکدی

سرورؐ بھیں میں قول نہ بھناں توڑے عاصی ہویا — سوئی امیدے دے وچ دھاگہ ختم نبیاںؐ پرویا

جیکر کراں گناہ گھنیرے قول نہ ترٹا میرا — پیغامبرؐ دا وعدہ باقی بخشاون میرا تیرا

جے میں کراں گناہ کبیرے ٹٹدا ناہیں عہد نبیؐ — رشتہ اس دا محکم ایہی توڑگ ناہیں نال کرم

عہد نہ ٹٹن والا میرا، نوڑے ہاں گناہیں — حضرتؐ بھیں تہ دھاگہ میرا کٹیا اس نھوں سائیں

کراں گناہ نہ ترٹے میرا پکا عہد رسولؐی — پکی نظر اساڈی ہر دم اسؐ دے خاص رحم دی

ہوں تو عاصی پر نہیں ٹوٹا ہے پیماں آپؐ سے — دین کی رسی نہ ہوگی منقطع شاہؐ امم

گر گنہ کردم بسے من عہد را نشکستہ ام
با پیمبر حبلِ دین مصطفٰے نبریدہ ام

If I have committed any crime, my covenant with the Prophet is not infringed,nor my cord (of link with him) is severed.

فَاِنَّ لِیْ ذِمَّةً مِّنْهُ بِتَسْمِیَتِیْ
مُحَمَّدًا وَّهُوَاَوْفَی الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

کیوں جو میرا ناں وی محمدؐ اے ایس لئی آپؐ نال ہم نامی دے سبب میری شفاعت لازم ہوگئی اے کیوں جو آپؐ دا ایہہ
پکا وعدہ اے تے وعدہ کر کے پورا کرن وِچ آپؐ نال کوئی ریس نہیں کر سکدا

میرا ناؤں محمدؐ دھریا قول کویں میں توڑاں — وِچ عہدے تے ذمے دے حق اس جیہا کوئی تھوڑا
عہد میرا تے ناؤں سرورؐ دا ناؤں محمدؐ ایہے — ناویں دی رکھ لاج محمدؐ قول وفا کر یہے
سانوں ذمہ حضرتؐ دا ہے نام محمدؐ دے ولوں — عہد نبیؐ دا مول نہ ٹٹسی کرگ شفاعت نال کرم
میرا ہے ذمہ دار اوہو جد رکھیا نام ہمارا — نال محمدؐ سبھ جہاں تھیں اوہ وفا وِچ نیارا
نام رکھا محمدؐ میں تے نظر تساں دل رکھی — کریں شفاعت پاک رسولا رکھیں لاج اسم دی
ہے شفاعت کی مجھے اُمید اپنے نام سے — ہے محمدؐ اس میں اور ہیں آپؐ مشفق محترم

عہد او دارم کہ نامِ من محمد کردہ اند
کس وفا چوں او نکردہ در ہمہ عہد و ذمم

For verily, I have covenant of protection from him through my being named Muhammad, and among mankind, he fulfills best his promises.

إِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ مَعَادِيْ اٰخِذًا بِيَدِيْ
فَضْلًا وَّاِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

حشر دیہاڑے صرف آپؐ دے فضل تے کرم دے نال ای دوزخ توں بچ سکاں گا

روز حشر جے نبیؐ نہ پکڑے فضلے ہتھیں ہتھ میرا　　قدم میرے جھڑپون صراطوں دوزخ تھیوے ڈیرا
جے دن حشر دے فضلوں سرورؐ ہتھ نہ پھڑسی میرا　　قدم مرے تھڑ جان صراطوں دوزخ ہوگ بسیرا
ہتھ میرا جے پھڑیوین ناہیں حضرتؐ روز قیامت دے　　فضلے عہدے ہتھیں تاں میرا تھڑ یا جانو تسیں قدم
پکڑ میرا ہتھ محشر دے وچ اوہ کرسی نرت نبیڑا　　فضلوں جے وت نہ کرے کہہ تلکیا پیر ہے میرا
جے کر ہتھ نہ پھڑ کے لایا پار نساں نے میرا　　روز قیامت رو رو کہساں ذلّت ہائے قدم دی
حشر میں گر دستگیری کی نہ میری آپؐ نے　　پھر تو میری شومیٔ تقدیر سے پھسلے قدم

گر ز فضلم در قیامت دستگیر و خرّمم
ور نگیرد وائے برمن چوں بلغزانم قدم

If in my act seeking asylum, there is not one to stand by me, out of grace, then, say, alas, the slip of the foot.

حَاشَاهُ اَنْ يُّحْرَمَ الرَّاجِیْ مَکَارِمَهٗ
اَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ

انج ہو ای نہیں سکدا کہ کوئی آس لے کے آپؐ دے دروازہ اُپر حاضر ہووے تے اوہنوں مایوس یا ناکام ہو کے پرتنا پوے

ایہہ گل دُور اُمیدوراں دی نبیؐ اُمید کراوے
یا ہمسایہ اس دے کولوں بے عزّت پھر جاوے

ایہہ گل دُور ہے خُلق نبیؐ تھیں آیا خالی جاوے
یا ہمسایہ حضرتؐ کولوں ہو دلگیر کھلووے

کدے نہ ہندا حضرتؐ تھیں جو کرن سوالی نوں محروم
یا مڑ جاوے سامنے آیا درتوں کوئی باجھ کرم

حق پناہ دیوے جو خالی اُس توں پھرے سوالی
یا پناہ دے منگن والا اُسؐ توں آوے خالی

اللہ رکھے آس نہ تروڑیں آس امید کسے دی
دے پناہ جنہاں نے منگی اسؐ دے پاک حرم دی

ہے بعید از شان گر محروم مجھ کو کر دیا
اور لوٹوں آپؐ کی شفقت سے غیرِ محترم

دُور بادا گر کند نومید ہر اُمیدوار
یا کہ از وے باز گردد جار غیرِ محترم

Far be it from him that he will deny the one who hopes for his generosities or that the refugee will return from him dishonoured.

وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْكَارِیْ مَدَائِحَہٗ
وَجَدْتُّہٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزِمٖ

تے جدوں توں حضورؐ پاک دی نعت گوئی واسطے اپنے آپ نوں وقف کردتا تے ہر مصیبت تے بلاتوں چھٹکارہ مل گیا اے

تاں میں مدح رسولی کیتی کرکے فکر گھنیرے　　جوں ایہہ ہوگ خلاصی میری اوکھے وقت بھلیرے

جد کہنی شروع کیتی مدح میں محمدؐ والی　　تد دی سبھ بلاواں کولوں عمر پائی ہے چنگی

لازم کرکے جد میں پکڑی مدح نبیؐ دی دن راتے　　پایا ایہہ میں بڑا وسیلہ چھٹکارے دا وچ حرم

جد دی وصف شہنشہؐ دے وچ میں اپنی فکر لگائی　　اچھی طرح اوسےؐ نے میری خوفوں جان چھڑائی

جس دم دی ہیں چائی خدمت مدح کریم نبیؐ دی　　لبھا راہ نہ دسےؐ جس وچ ٹکن اک قدم دی

وقف جب سے ہو گیا ہوں مدح میں سرکارؐ کی　　پا لیا اپنی رہائی کا مددگارِ اتم

زانکہ من مشغول کردم فکر خود در مدح اوؐ
بر خلاصِ خود ورا خوش یافتم من ملتزم

Ever since I have directed my thoughts to praising him, I have found him the best of surety for my salvation.

وَلَنْ يَّفُوْتَ الْغِنٰى مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِى الْاَكَمِ

جیہڑا محتاج آپؐ دے حضور حاضری دیوے آپؐ دی فیاضی اوس دیاں ساریاں محتاجیاں انج ای دور کر دیندی جیویں بارش پہاڑ دیاں خشک چوٹیاں نوں پھلاں دیاں پودیاں نال مالا مال کر دیندی اے

فوت نہ کرسی سرورؐ عالم محتاجاں تھیں یاری — مینہ وساوے ٹبیاں اتے سبزا رنگ بہاری
نہ نکھتّی دولت سرورؐ آیا گیا نہ خالی — بدل وانگوں وس کھڑایئں جیوں رُت ساون والی
ہرگز فوت نہ ہوسی دولت جو کوئی عاجز تس بخشے — مینہ اگاوے بہت شگوفے ٹبیاں اتے نال کرم
نان غذا اوسے تھوں نخبین جو غریب اوسے ول جاوے — مینہ دے نال ٹبیاں اُپر حمبدی ہر جا ساوے
حاجت والے لے جاندے جو جو چاہن مُراداں — بدل نال شگوفے دیندی اُچی زمیں اکم دی
آپؐ کے دستِ کرم سے پائیں گے محتاج فیض — جس طرح گلزار ٹیلوں کو کرے ابرِ کرم

دستِ درویش از غناہا نعمتش خالی نہ شد
زانکہ از باراں بروید گل بہ بالائے اکم

Wealth from him will not elude a hand pinched with poverty, for the rain causes flowers to grow on the hills.

وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنیَا الَّتِیْ اقْتَطَفَتْ
یَدَا زُهَیْرٍ بِمَا اَثْنٰی عَلٰی هَرِمٖ

ہن حضور پاک دی نعت کسے دنیاوی فائدے واسطے نہیں لکھدا جیویں عربی زبان دے اُچ کوٹی دے شاعر زہیر بن سلمیٰ
ہرم ابن سنان دی مدح کر کے انعام دا طلبگار ہندا سی

مدح کہن تھیں منگدا ناہیں لذّت دنیا فانی — جیویں زُہیر مداح ہرم دے ہتھ پر کیتے سانی
مدح نبیؐ تھیں میرے ناہیں غرض نہ کجھ دنیاوی — جیوں زُہیر مداح ہرم دا ظاہر دولت پاوی
دنیا دا ہیں خواہاں ناہیں جیویں زہیرے چاہی سی — دنیا دی اس خواہش کارن کیتی مدح ثنا ہرم
نہیں ہیں چاہندا نفع دنیاوی جیویں گئے زمانیں — وصف زُہیر ہرم دے کر کے لِتے لوگ رکانیں
نہ لوڑاں ہیں دولت دنیا ڈِٹھی جیہڑی زُہیرے — ہتھ بدھا اگیرے لمیؐ کر کے صفت ہرم دی
مجھ کو دولت کی نہیں خواہش کبھی مثلِ زُہیر — جس نے حاصل کی تھی دولت بن کے مداحِ ہرم

من نمی خواہم متاعِ مال و دنیا چوں زہیر
کو نچیدہ دستِ او چوں گفت او مدحِ ہرم

And I have not wished the splendour of this world which hands of Zuhayr plucked (achieved) for praising Haram.

فصل دہم:- مناجات و حاجات کا بیان

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِىْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

ایہہ خلقت اُپر سبھ توں ودھ مہربانی کرن والے ایس غلام کول مصیبت ویلے آپ نوں بناں کوئی ہور وڈی بارگاہ نہیں جھنوں میں سہارا ڈھونڈاں

بہتر سبھ خلقت نھیں توں ہیں ہو پناہ نہ کائے ‎ ‎ ‎ باجھ تساں وچ خطر عظیمے تے وچ سخت بلائے
یا حضرتؐ مینوں بن تیرے ناہیں تکیہ کوئی ‎ ‎ ‎ وقت مصیبت اوکھے ویلے کوئی نہ دیوے ڈھوئی
ایہہ سردار خلائق مینوں جا پناہ نہ کوئی ہے ‎ ‎ ‎ باجھوں یاری تیری ویلے مشکل سختی اندر غم
ایہہ جینگا خُلق دا کوئی ناہیں جس نوں منگاں یاری ‎ ‎ ‎ تدھ سوا جد سر پر آئے حادثہ مشکل بھاری
کون اساڈا ہے یا حضرتؐ جس نوں آکھ سناواں ‎ ‎ ‎ جو جو گذری نال اساڈے حالت دردالم دی
اے مکرم تر جہاں سے جز ترے میرا ہے کون ‎ ‎ ‎ حادثاتِ عام میں جب گھیر لیں رنج والم

اے گرامی تر ز خلقاں من ندارم ملجاء
جز تو چوں آید قیامت یا بود مرگِ تنم

O the noblest of creation! I do not have anyone except you to take refuge with on the occurrence of the universal calamity.

وَلَنْ يَّضِيقَ رَسُولَ اللهِ جَاهُكَ بِي
اِذَا الْكَرِيمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

بھانویں ہیں کنا ای سیاہ کاریاں پر جدوں اللہ تعالیٰ عدل فرمان گے تے آپ دی شفاعت ای میریاں ساریاں خامیاں دی
پردہ پوشی کر کے گناہاں دے بھار تھلیوں کڈھن دی میری اس آس نوں پورا کرے گی

نال شفاعت گھٹ نہ ہوسی قدر تیرا اِنت بالا — جدوں کریم تجلّی کرسی بدلا گھِنّن والا
نہ گھٹ جاسی درجہ تیرا نال شفاعت میری — جدوں کریم عدالت کرسی اندر میرے ویری
شان تساڈا گھٹ دا ناہیں نال شفاعت میری دے — جدوں کریم گناہاں سندا بدلہ لہسی وقت نقم
میری شفاعت کردیاں قدر نہ گھٹسی کجھ بھی تیرا سائیں — ہو منتقم تجلّی کرسی آپ کریم جتھائیں
اس ویلے پت رکھ اساڈی ذلت تھیں چھڑکائیں — جس دم کرے کریم تجلّی دسّے صفت نقم دی
کم نہ ہو گا آپ کا رتبہ شفاعت سے مری — جلوہ گر جب ہو باسمِ منتقم وہ ذی کرم

یا رسولؐ اللہ جاہت تنگ می ناید بمن
چوں کریم انتقام آرد بہ اربابِ نقم

And thy dignity, O Messenger of God ! will not be narrowed through me, when the All Generous God shall manifest Himself in His capacity as an Avenger.

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

آپؐ دی بخشش دے سبب دنیا تے آخرت دونویں جہان وجود وچ آتے ایس واسطے لوح تے قلم دا گیان تے آپؐ دے علم دا اِک ادنٰی جزو اے

بخشش تیریؐ تھیں ایہہ دنیا عقبیٰ ہووے جوڑا
جو کجھ لوح قلم وچ لکھیا علم تیرےؐ تھیں تھوڑا

ہے تحقیق ایہہ بخشش تیریؐ دنیا عقبیٰ دونویں
علم تیراؐ ہے لوح قلم تے کہیں سو ہووے اونویں

جود تیرےؐ تھیں پیدا ہویا جو کجھ وچ جہاناں دے
علماں تیریاںؐ تھیں اک ٹکڑا جو کجھ اندر لوح قلم

اِک بخشش تیریؐ تھوں دنیا آخر ساریاں دو ہین جائیں
ہک علم تیرےؐ علماں تھیں لوح و قلم ہے سائیں

بخشش تیریؐ دا اِک جلوہ دنیا دین تمامی
علم تساڈےؐ تھیں اِک قطرہ دانش لوح قلم دی

کیونکہ دنیا اور عقبیٰ آپؐ کی بخشش سے ہیں
اور علومِ باطنی سے آپؐ کے لوح و قلم

شمہ از جودِ توؐ دنیا بود با آخرت
وز علومت در دو عالم علمِ لوح است و قلم

Surely this world and the here after are among your bounties and among your sciences are the knowledge of Tablet and of the Pen.

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِي مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ
اِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ

اے نفس! ایہہ ٹھیک اے کہ میرے کولوں وڈے گناہ ہوئے پر توں مایوس نہ ہو کیوں جو بخشنہارا جدوں اوہناں نوں معاف کرے گا تے اوہدی بخشش دی وجہ کر کے اوہ چھوٹے ہو جان گے

نفس میرے ناامید نہ ہو جے جرم تیرے وچ موٹے — بخشن ہارا فضل کرے گا ہو جاسن گے چھوٹے
نفس میرے ناامید نہ ہو توں کیتے گنہ گھنیرے — بخشش خالق بھیں شفاعت کرسی تھیں صغیرے
نا امید نہ ہوویں نفسا جے گناہ کبیرے نیں — بخشش ویلے وڈے چھوٹے اِکّو ہوسن نال کرم
ایہہ نفس امید نہ چھڈیں جرموں توڑے ہنے وڈیرے — وڈے چھوٹیاں وانگن گنسی بخشن ویلے تیرے
دیکھ گناہ وڈیرے اڑیا آس امید نہ توڑیں — کیہ حقیقت بخشش اگے ایس گناہ لمم دی
یوں تو عصیاں ہیں بڑے اے نفس مت مایوس ہو — سامنے بخشش کے بیشک ہیں یہ ادنیٰ اور کم

اے دل از رحمت مشو نومید با جُرمِ بزرگ
چوں کبائر نزدِ غفرانِ خدا شد چوں لمم

O Soul, Don't be lost on account of any serious lapse, however great it is, for grave offences when pardoned are trivial offences.

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّیْ حِیْنَ یَقْسِمُهَا
تَأْتِیْ عَلٰی حَسَبِ الْعِصْیَانِ فِی الْقِسَمِ

جدوں رحمتاں ونڈیاں جاون گیاں تے مینوں یقین اے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اتے کرم نال مینوں میرے گناہاں توں ودھ اپنیاں
رحمتاں نال نوازے گا' انشاءاللہ

رحمت حق جد قسمت ہوسی عصیاں موجب جاسی   شاید جتنے گنہ کیتے جس تتنا رحمت پاسی

شاید رحمت خالق والی جد ایہہ قسمت کرسن   حصے ہوسن گناہاں اُتے عاصی ہتھوں ترسن

شاید رحمت ربّ میرے دی جے وچ قسمت ہووے گی   حسب گناہاں ونڈے آوگ ساڈے تائیں نال کرم

ہے امید جو رحمت رب دی اوہ جس وقت ونڈاوے   قدر گناہ دے اُپر مینوں وچ حصے دے آوے

جس ویلے تقسیم ہووے گی رحمت خاص الٰہی   قدر موافق نال گناہاں رکھیں حد قسم دی

رحمتِ حق ہو گی جب تقسیم مجھ کو ہے امید   میرے عصیاں سے سوا ہوگا میرے رب کا کرم

رحمتِ رحمٰن مگر آں دم کہ قسمت میکند
برمن آید در خورِ جرم و گناہ اندر رقم

May the Grace of My Lord when He shall allot it will come in shares, in proportion to the refractoriness.

يَا رَبِّ فَاجْعَلْ رَجَائِيْ غَيْرَ مُنْعَكِسٍ
لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِيْ غَيْرَ مُنْخَرِمِ

اے میرے رب حشر دیہاڑے میریاں گناہاں نوں نہ ویکھیں کیوں جو اوہ بہت زیادہ نیں ایس لئی یاالٰہی مینوں مایوس کرن دی
تھاں میری مغفرت فرمائیں

اے رب میرے آس میری نوں نہ توں کریں ضائیں — سخت حساب میرا جد ہوسی آسان کر دکھلائیں

اے رب میری امید دِرے دی فضلے تھیں ویرانی — روز قیامت لیکھا بدیاں جھیک چھڈیں نہ کانی

یارب کریں امید میری نوں اوویں جیویں کریں چاہاں — اپنے کولوں لکھیا میرا کر آسان بہ فضل کرم

میری امید نہ جائے تیں تھوں اے رب میرا خالی — قطع نہ ظن میرا ہووے تیں تھوں درگہ تیری عالی

یارب آس امید اساڈی پوری کریں نہ توڑیں — باہجھ حسابوں نال فضل دے نعمت خوان کرم دی

میرے رب امید کو میری نہ رد فرمایئے — تیری رحمت پر بھروسہ ہے نہ کر اس کو ختم

یارب امیدم برآور زاں مگرداں باز گوں
در قیامت نزدِ تو آں کہ حساب آساں کنم

O my Lord ! make my hopes go not in vain and make my reckoning free from deficiency.

وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ اِنَّ لَهٗ
صَبْرًا مَّتٰى تَدْعُهُ الْاَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

اے میرے رب اپنے ایس بندے اپر دوہاں جہاناں دیاں رحمتاں نازل فرما ، کیوں جو میں ایس قدر کمزور ہاں کہ آزمائش
دے وقت صبر تے شکر نہیں کر سکدا

ربّا رحمت کر بندے تے اندر دوہاں جہاناں — ایہہ سختی وچ صبر نہ کردا پڑھدا نہ شکراناں

یا رب ایدے ہیں دوہیں جہانیں اجر نعامت بھاری — نسّاں نہ جد سختی کولوں صبر نہ دیہی کاری

لطف کریں بندے اپنے تے دوہیں جہانیں رحمت بخشیں — صبر میرا تنگی دے ویلے ہندا ایہی کل ہدم

دو جہاناں وچ بندے اپرّ ہووے رحم کہ ہاں درماندہ — صبر اجیہا رکھدا اوہ ویکھ ہول ٹپے نس جاندہ

دوہیں جہانیں یا رب سائیاں نظر لطف دی رکھّیں — جس عاجز نوں درد بیماری ہندی ہول سقم دی

لطف فرما دو جہاں میں اپنے بندہ پر کریم — سختیوں میں ہے بہت بے صبر با رنج و الم

لطف کن با بندۂ خود ہم بہ دنیا ہم بہ دیں
زانکہ صبرش نزد سختیہا گریزد از سأم

And be Gracious to Thy servant in both the worlds, for He has
an endurance, when terrors call it forth, is put to flight.

وَائذَنْ لِسُحُبِ صَلٰوۃٍ مِّنْكَ دَآئِمَۃً
عَلَی النَّبِیِّ بِمُنْہَلٍ وَّمُنْسَجِمِ

یا الٰہی رحمتاں دیاں بدلاں نوں حکم دے کہ آپؐ دے مرقد مبارک اُپر ہمیشہ درود تے سلام دیاں واچھڑاں لا دین

رَبّا دے فرمان سحاباں مینہ درود وسایٔن — اُتّے تربت ختم نبیّاں بانی رحمت پایٔن
یارب دے فرمان بدلاں نوں مینہ درود وسایٔن — بہت گھٹاں پیغامبرؐ اتے دائم چھیبر لایٔن
اذن کریں بدل صلواتاں وسّن حضرتؐ صاحب نوں — دائم مینھاں وانگوں وسن ڈہل نہ آوس کوئی دم
جھڑ صلواتے نوں دے رخصت جو ہر دم مینہ برسائے — اُپرّ نبیؐ دی نھوں زیادہ دریا موج وکھائے
بھیج سحاب صلوٰۃ الٰہی خاص ہمیش نبیؐ تے — ڈوہلیں مُشکاں بھر بھر مشکاں کھول رسی اس خُم دی
ابرِ رحمت کو ترے دے حکم تا برسائے وہ — تا ابد اپنے نبیؐ پر رحمت و فضل و کرم

پس درودِ بے کراں بارانِ ابرِ رحمتت
تا شود ریزاں و پاشان از نعیم و از نعم

And grant Thou always the showers of blessings from Thee upon the Prophet, pouring down (like rain) and pouring forth .

مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيْحُ صَبَا
وَاَطْرَبَ الْعِيْسَ حَادِی الْعِيْسِ بِالنَّغَمِ

اے کریم رب تیریاں رحمتاں اوہدوں تیک نازل ہندیاں رہن جدوں تیک صبا دی وا درختاں دیاں شاخاں نوں
ہلاندی رہے تے ساربان اپنے اونٹھاں نوں حُدی خوانی کر کے مست کر دے رہن

نت درود نبیؐ تے جب تگ شاخاں وا اوہلائے — یا جاں حاوی خوش کر شتراں مٹھے بول سنائے
ججر ہلائے شاخ درختاں وا و صبا جد جُھلّے — اتے کرواناں تھیں اوٹھاں مستی وقت حدی جد گُھلّے
جاں تک شاخاں بان ہلاوے وا اُوپرے دی دنیا تے — خوشیاں وچ لیاوے شتراں حادی شتراں نال نغم
جد تائیں سوہنے دیاں لڑیاں ونجھیں وا ہلائے — اُٹھ نوں ٹورن والا کردا خوش نال آواز حدائے
جاں تک شاخ درختاں والی وا اُوفجر تھیں ہلے — جاں جاں اُٹھ بلوچ چلا کے گاون گال نغم دی
جب تلک بادِ صبا چلتی رہے گلزار میں — اور اونٹوں کو طرب میں ساربانِ پر نغم

تا بہ جنباند صبا اندر چمن شاخِ درخت
و برانند اشتراں را بندگانش در نغم

As long as the breath of the east wind waves the branches of the cypress, and the cameleers make the camels merry with their songs .

وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ
اَهْلِ التُّقٰى وَالنُّقٰى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ

تے پھر آپ دی آلؑ ، اصحابؓ ، اوہناں دیاں تابعداراں ، پرہیزگاراں تے بزرگاں اُپر اپنیاں رحمتاں دے بدل وسا

آلؑ سنے اصحاباںؓ تابع سبھ تے رحمت نازل — سارے اہل ورع تقویٰ تے حلم کرم وچ کامل
آلؑ اصحاباںؓ تابع تبعاں بدّل رحمت وسّے — تقویٰ، ورع تے حلم سخاوت رحمت دے سبھ تسّے
آلؑ تے اصحاباںؓ ساریاں جیہڑے تابع اوہناں ہوسن — صاحب تقویٰ اتے پاکیزہ نالے صاحب جود کرم
آلؑ اصحابؓ تے تابع، جنہاں دین دی کوشش آہی — تقویٰ پاکی حلم وکرم وچ ہے اوہناں بادشاہی
آلؑ نبیؐ اصحابؓ رسولی سبھناں تابعداراں — سوہنی صفت جنہاں وچ سوہے تقویٰ علم حلم دی
آلؑ پر اصحابؓ پر اور تابعین پاک پر — صاحب تقویٰ پہ اور جو ہیں حلیم و ذی کرم

لعد ازاں بر آلؑ و اصحابؓ کرام و تابعین
اہلِ علم و حلم و عقل و فضل و تقویٰ و کرم

And on the family (of the Prophet), his companions, then on the succeeding generations, men of piety, purity, clemency and generosity.

لغت

سریاں - پرہیز
سقم - نقص۔ گھوڑے کے پاؤں
سکروڑ - سنگریزہ
سم - زہر، سم
سم دیاں - نیند میں
سنبھسن - سنبھل کر
سندی - تحقیق
سنڈھ - بانجھ بھینس
سینہا - پیغام
سوکا - خشک سالی
سوبھا - تعریف
سولھے - بہادری دی تعریف
سہانڈے - خوبصورت
سیجل - گیلی
سیلِ عرم - طوفانی بارش کے سبب سیلاب
شبِ مظلم - تاریک رات
شیب ہرم - بڑھاپا
صمم - بہرہ ہونا
ضرم - حرارت حاصل کی ہے
طیبّہ - مدینہ منورہ، پاکیزہ
ظمئ دی - پیاس کی
عام - ہُودؑ کی قوم
عصم - آپؐ کی عفت تابی پر
عظم - عظمت
غنم - دشمن
غیر منضم - کبھی نہ کٹے
غیر منعجم - بغیر نقطہ لگائے

ف تا ق

فحم - لاجواب ہونا
فطم - آسانی سے دودھ چھوڑ دینا
فم - اپنے منہ سے
قابَ قوسین - کمان کے دونوں کونے
قِدم دی - قدیم سے
قرم
قصم - منقطع
قِیَم - قیام

ک تا گ

کال کھکال - بارش نہ ہونے سے خشک سالی
کالوں - کال، خشک سالی
کتم - وسم کی خبر دینا
کج دار کجّن
کجھّے - مٹی کا چھوٹی گردن کا برتن
کچرک - کب تک
کڑانگی - کوڑی، کڑوی
کسائی - قصاب
کلبوتر - کبوتر
کَلِم - حضورؐ کے ارشادات
کناں بیڑے مارنا - دھیان نہ دینا
کنھے دا - مکڑی
کیکر - ایک کانٹے دار سوختی درخت
کیکن - کس طرح
کھُڈے دڑول
گیراں - آتش برساں
گھان الاون
گھُٹ - چُلو
گھُس گئے - بھول گئے، گمراہ ہوگئے

ل

لاینفقسم - تقسیم نہ ہونے والا
لاکھن میں - لاکھوں میں
لُتم - دریائی موجوں کا ٹکراؤ
لُجم - لگام
لڈکا - لاڈلا
لِڈکے - لاڈلے
لڑ نزڑے سی دریاواں
لِسّے - لِسّا، کمزور
لش - چمک
لِشکن - چمکنا
لمم صغیرہ گناہ کیلیے آمادگی
لِنگ - جسم کا پوشیدہ حصہ
مالّس - میٹھی چیز
مادح - مدح کرنے والا
مارے دھر وسنم دے
ماڑی - محل کی آخری منزل
مبانی - بانی مبانی مبنی
مُبداء - آغاز
متہم - اتہام کے ساتھ
مِنتھے - طے شدہ
مٹھاسے - میٹھی چیز
مقتحم - دبا
مُدّت - امداد، معاونت
مزدحم - اجتماع
مساں - مشکل سے
مشروعات
معدنِ نطق و تبسّم - گفتگو کا مرکز
مکروٹے - مکروٹا (بکری کا بچہ)
مُنڈھوں - مُڈھوں، آغاز سے
منفصم - جسے کاٹا نہ جا سکے
مُونھ پرنے - منہ کے بل

ن

نٹھا نٹھن - بھاگنا، فرار ہونا
نحری - قربانی کیا
نظم شیم - دیکھنے کا نظام
نعم - ہاں
نفل نیتنا - نفل کی نیت کرنا
نقم دی بلا
نکھتنی - بے اولاد عورت
نندان - ندمت
نہم دی - بھوک کے بغیر کھانے کی حرص
نیاں دا تکڑ - انصاف کا ترازو
نیانہ - انصاف
نینگر - چھوہر، بچہ

و تا ہ

واچھڑ - موسلا دھار بارش
وارے - مقابلہ نہ کر سکنا
واگی - ریوڑ چرانے والا - رہبر
والی - حاکم، حکمران
وانڈے - فرصت ملنا
وٹلیاں - پیچدار
وٹھے - پکڑے ہوئے
وچاہوں - (پیٹ) میں سے
ودھے - بڑھے
ورع - اطاعت
وریام - بہادر
وِسّردا - بھولتا
وصم - عیب دار بنا دینا
وظلم - تاریکی، اندھیرا
وِلّے - کی طرف
وہائے - گذرے
وِہیٹ - بہنا
وہیٹن - بہنا
وہوں - زہر
ہدم - گرنا، گرانا
ہرم - سخت طوفانی بارش
ہتھاہوں - اپنے ہاتھ سے
ہڑھ عرم - طوفانی بارش کا سیلاب
ہمم - اپنی ہمتِ عالیہ سے
ہوڑان - روکنا

کتابیات

اُردو : **الوابِ تاریخ المدینۃ المنورہ** علی حافظ

ترجمہ۔ آلِ حسن صدیقی۔ شرکۃ المدینۃ المنورہ للطباعہ والنشر۔ جدہ۔

احسن التقاسیم اُردو ترجمہ تلخیص ابوعبداللہ مقدسی۔ ندوہ۔ دہلی۔

احسن المقال جلد اول و دوم ترجمہ منتہی الآمال۔ تالیف ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمیؒ، تصحیح غلام رضا ناصر نجفی، مترجم مولانا سید صفدر حسین قبلہ نجفی، امامیہ پبلیکیشنز گنپت روڈ، لاہور۔

احوال و آثار : حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی چشتی نظامی ۱۷۹۲ء تا ۱۸۲۴ء مرتب متین کاشمیری۔ مجلس خدامِ اسلام، لاہور

احوال و آثار : حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ پروفیسر محمد صدیق۔ داتا گنج بخش اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۷ء

اخبار الآخرہ : درزی فقیر درمطبع مفید عام، لاہور ۱۳۲۸ھ

ادب ابوطالب : علامہ مجتبیٰ حسین کاموں پوری، امامیہ مشن انار کلی، لاہور ۱۹۵۳ء

اذکارِ ابرار : اردو ترجمہ گلزارِ ابرار۔ مصنف محمد غوثی شطاری مانڈوی۔ مترجم فضل احمد جیوری اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۳۹۵ھ

اذکارِ نوشاہیہ، شریف احمد شرافت نوشاہی انجمن سادات نوشاہیہ ساہن پال ۱۹۶۴ء

اُردو دائرۃ المعارف : پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اُردو لغت : مرزا مقبول بیگ بدخشانی، مرکزی اُردو بورڈ۔ ۸۹ گینال پارک گلبرگ، لاہور بار اول جولائی ۱۹۶۹ء

استعاذہ (اللہ تعالیٰ کے حضور پناہ طلبی) حضرت آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب شیرازی۔ مترجم سید غضنفر حسین البخاری، سازمان تبلیغات اسلامی روابط بین الملل طبع اول ۱۴۰۷ھ

اشلوک (بابا فرید شکر گنجؒ کا منتخب کلام۔ منظوم اُردو ترجمہ ارشد محمود ناشاد مکتبہ زاویہ، ۹ مرکز الاویس، دربار مارکیٹ، لاہور۔ ۱۹۹۹ء

اعجاز القرآن : ترتیب و تدوین محمود علی اختر لفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ۔ طبع ثانی محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

الشوارد الفردہ : پروفیسر محمود علی جالندھری، پشاور ۱۳۷۱ھ

الاصول العشرہ : تالیف نجم الدین کبریٰ۔ اُردو ترجمہ محمد غضنفر علی ڈرائیج مجلس تحقیق و تالیف فارسی گورنمنٹ کالج، لاہور، ۱۹۹۴ء

انسان اور اسلام، حکیم چوہدری غلام محمد گوہر، حسینیہ ٹرسٹ منڈی کاموںکی۔

انفاس العارفین : شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ اُردو فاروق القادری۔ المعارف لاہور

اہلِ ذکر : مولف ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی۔ مترجم نثار احمد زین پوری انتشارات الصاریان قم ایران، ۱۴۲۱ھ

برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات : تالیف محمد نذیر رانجھا میاں اخلاق احمد اکیڈمی شاد باغ، لاہور، ۱۹۹۸ء

بوصیری قصیدہ بردہ شریف مترجم، تاج کمپنی لاہور

پاکستان میں فارسی ادب جلد پنجم۔ انگریزی عہد، ۱۸۴۹ء تا ۱۹۴۷ء، ڈاکٹر ظہور الدین احمد۔ ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، دانشگاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۹۹۰ء

پنجاب اور آزادی کی تحریکیں : ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری، اُردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۹۸ء

پنجابی ادبیات کا تحقیقی مطالعہ : قریشی احمد حسین قلعداری، مکتبہ میری لائبریری لاہور ۱۹۷۵ء

پنجابی کی کتابیں : حصہ اول، سبط الحسن ضیغم، نیشنل بک سنٹر آف پاکستان، کراچی، لاہور ستمبر ۱۹۷۳ء

تاریخِ ادب عربی : استاد احمد حسن زیات، ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ پبلیشرز لاہور۔

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند : تیسری جلد فارسی ادب اول پنجاب یونیورسٹی، لاہور طبع اول ۱۹۷۱ء

تاریخِ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند : چوتھی جلد فارسی ادب دوم ۱۵۲۶ء ــ ۱۷۰۷ء پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور طبع اول ۱۹۷۱ء

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند : پانچویں جلد فارسی ادب سوم پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور ۱۹۷۶ء

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند : تیرہویں جلد (علاقائی ادبیات مغربی پاکستان) پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۷۱ء

تاریخ الخلفاء : مولف الامام الحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی ترجمہ اقبال الدین احمد، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار کراچی، طبع پنجم مئی ۱۹۸۳ء

تاریخ دعوت و عزیمت : مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ اعظم گڑھ۔ بھارت ۱۳۷۵ھ

تاریخ سلطان العلماء : آغا مہدی لکھنوی ۔
سید احمد نقوی، رحیم آباد فیڈرل بی ایریا، کراچی ۱۹۶۷ء
تاریخِ طب : حکیم سید محمد حسان نگرامی ۔ ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۹ء
تاریخِ عباسی : سید شریف احمد شرافت نوشاہی ۔ ادارہ معارفِ نوشاہیہ گجرات ۱۹۸۵ء
تاریخ فرشتہ : جلد اول تا چہارم، محمد قاسم فرشتہ ۔ ترجمہ و تہذیب عبدالحی خواجہ،
ڈاکٹر عبدالرحمٰن دوست الیوسی ایٹس اردو بازار، لاہور ۱۹۹۸ء
تجلّی الیقین بان سید المرسلین : امام احمد رضا فاضل بریلوی،
مجلس رضا سرائے عالمگیر، بار اول جون ۱۹۸۴ء
تحریکِ پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار ۔ تحقیق و تالیف خواجہ محمد طفیل
ادارہ مطبوعات تحریکِ پاکستان سیالکوٹ ۱۹۸۷ء
تحریکِ پاکستان میں پنجاب کا کردار : ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری
رائل بُک کمپنی، صدر کراچی ۱۹۹۶ء
تذکرہ احوال و آثار خانوادہ ہائے عرفان و حکمت : ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری
گورنمنٹ زمیندار ڈگری کالج گجرات، پاکستان ۱۹۸۳ء
تذکرہ غوثیہ، مولانا گل حسن قادری : سیٹھ آدم جی عبداللہ، نولکھا بازار، لاہور
تذکرہ اکابر اہل سنّت : محمد عبدالحکیم شرف قادری ۔ مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۷۶ء
تذکرہ شعرائے وارثیہ : میاں عطاء اللہ ساگر وارثی ۔ میاں غلام فرید وارثی شہزاد وارثی
وارثی منزل، پاک سٹریٹ اسلام آباد کالونی سمن آباد ۔ لاہور ۱۹۹۳ء
تذکرہ علمائے اہلِ سنت والجماعت لاہور : علامہ اقبال احمد فاروقی مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۷۵ء
تذکرہ علمائے پنجاب : جلد اول، دوم ۔ اختر راہی ۔ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار، لاہور ۱۹۸۱ء
تذکرہ علمائے ہند : تالیف مولوی رحمان علی ۔ مرتبہ، مترجمہ محمد ایوب قادری
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، نیو ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی ۵ باراول ۱۹۶۱ء
تعلیم کے مقاصد اور رسائل، ایک نصف صدی، جائزہ ترقی اردو بیورو نئی دہلی، ۱۹۸۶ء
تقویم تاریخی : قاموسِ تاریخی، مرتب عبدالقدوس ہاشمی ۔ مرکزی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی
کراچی ۔ سلسلہ اشاعت نمبر ۴، ۱۹۶۵ء
تقویم ہجری و عیسوی : ابوالنصر محمد خالدی ۔ نظر ثانی پروفیسر مولوی محمود احمد خان
انجمن ترقی اردو ۱۱۱ اشاعت ۱۹۷۴ء
تمدن ہند پر اسلامی اثرات : ڈاکٹر تارا چند ۔ ترجمہ محمد مسعود احمد،
مجلس ترقی ادب ۔ کلب روڈ، لاہور ۱۹۶۴ء
جامی : علی اصغر حکمت ترجمہ و تحشیہ و تکملہ ۔ سید عارف نوشاہی ۔ ضیا پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۳ء
حجرہ نبوی کے اندر نقش عربی کی چند نایاب نعتیں : ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی ۔ مجلس رضا کراچی ۱۹۹۸ء
حدائق الحنفیہ : مولوی فقیر محمد جہلمی ۔ مرتبہ خورشید احمد خان ۔ مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ اردو بازار لاہور
حسب و نسب : جلد اول و دوم ۔ مفتی غلام رسول، دارالعلوم قادریہ جیلانیہ ۔ انٹرنیشنل مومنٹ،
والتھم سٹو، لندن ۔ اشاعت دوجی دار ۱۹۹۴ء
حسب و نسب : جلد سوم و چہارم ۔ مفتی غلام رسول ۔ دارالعلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو (لندن)
حسن الجرده : شرح قصیدہ بردہ ۔ مصنف محمد عبدالمالک خان ۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۹۶ء
حقیقت کیا ہے ؟ بنفس قرآنی دلائل ۔ چوہدری غلام محمد گوہر ۔ مصنف خود ۱۹۹۶ء
حکیم موسیٰ امرتسری (ایک ادارہ ایک تحریک) سید محمد عبداللہ قادری ۔ داتا گنج بخش اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ء
حیاتِ صوفیہ : تلخیص نفحات الانس از مولانا عبدالرحمٰن جامی ۔ محمد ادریس انصاری
ادارہ تبلیغ اسلام، صادق آباد، پاکستان
خواجہ حسن نظامی، حیات اور کارنامے ۔ مرتبہ خواجہ حسن ثانی نظامی ۔ اردو اکادمی دہلی ۱۹۸۷ء
درود تاج، درود تنجینا، قصیدہ غوثیہ المعروف شرح قصیدہ غوثیہ از مولانا محمد نظام الدین
قادری ۔ مرتب محمد جعفر قادری ۔
دکن میں مرثیہ اور اعزاء داری ۱۸۵۷ تا ۱۹۵۷ء ۔ ڈاکٹر رشید موسوی
ترقی اُردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۹ء
دیارِ عرب میں مولانا مسعود عالم ندوی، لاہور ۱۹۵۱ء
رود کوثر، شیخ محمد اکرم، فیروز سنز، لاہور
ریاض الانساب المعروف گلزار نقی مرتب و مولف سید مقصود نقوی
اظہار سنز ۔ اُردو بازار، لاہور ۱۹۶۹ء
سیاسی تمدن غرب مغربی تمدن کی جھلک : مجتبیٰ موسوی لاری ۔ مترجم روشن علی
دفتر نشر فرہنگ اسلامی ۔ چاپ دوم : تابستان
سید سلیمان ندوی : مرتبہ جلیق انجم ۔ انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دلی ۱۹۸۶ء
سیرت البم : تحریر و ترتیب شاہ مصباح الدین شکیل ۔ ناشر پاکستان سٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ کراچی
سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ؐ (غزوۂ تبوک کے بعد سے سفرِ آخرت تک) شاہ مصباح الدین شکیل
پاکستان سٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ کراچی ۱۹۹۱ء
سیرت رسول عربی ؐ، علامہ نور بخش صاحب توکّلی ۔ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، کراچی، راولپنڈی

شخصیت کے نظریات (مدیر و مترجم) ساجدہ زیدی۔ ترقی اردو بیورو نئی دہلی
پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء

شرح قصیدہ بردہ شریف : از مولانا علامہ محمد نور بخش توکّلی
اُردو ترجمہ پروفیسر محمد سعید دہلوی۔ نوری بکڈپو، لاہور ۱۹۷۷ء

شرف الدّین عاملی نقیب اتحاد۔ مولف مصطفیٰ قلی زادہ۔ ترجمہ: نثار احمد زین پوری
انصاریان پبلیکیشنز، بہمن۔ قم ۱۴۱۶ھ

شریف التواریخ : جلد سوم (حصہ اول) سید شریف احمد شرافت نوشاہی،
ادارہ معارفِ نوشاہیہ ۱۹۸۳ء

شریف التواریخ : جلد سوم (حصہ چہارم، پنجم) سید شریف احمد شرافت نوشاہی،
ادارہ معارف نوشاہیہ، گجرات ۱۹۸۴ء

شعر العجم : حصہ اول تا چہارم، مولانا شبلی نعمانی۔ عشرت پبلشنگ ہاؤس اُردو بازار، لاہور

صوبائی خود مختاری کی ابتداء : بشیشور پرشاد۔ ترجمہ ایس۔ ایل۔ گومر
ترقی اُردو بورڈ۔ نئی دہلی ۱۹۷۹ء

طیبُ الوردہ : قصیدہ بُردہ شریف از امام محمد بن سعید بوصیریؒ۔ شارح
شارح علامہ ابُوالحسنات محمد احمد قادری۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۷ء

عارف کھڑی : حضرت میاں محمد بخش صاحب کی سوانح حیات، مع غیر مطبوعہ کلام و انتخاب
دبیر نگ عشق۔ شوکت بکڈپو، شوکت بازار گجرات

عروج السعادہ ترجمہ معراج السعادہ : مصنف علامہ احمد فراقیؒ
مترجم میر محمود علی لائق۔ مکتبہ جامع المنتظر ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۹۷۶ء

عطر الوردہ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مطبع رحیمیہ دیوبند، انڈیا

عقیدت کے پھول زیر نگرانی الحاج ملک رضا محمد اعوان۔ نظر ثانی علامہ محمد مقصود
خطیب جامع مسجد داتا صاحب۔ رانا انٹر پرائزز الوہاب مارکیٹ ۳۸ اُردو بازار، لاہور

عوارف المعارف : حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی۔ ترجمہ شمس بریلوی
مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی اپریل ۱۹۷۷ء

مدینۃ الاولیاء : محمد دین حکیم قادری۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور

مآثر الکرام : میر غلام علی آزاد بلگرامی، اردو ترجمہ مولانا شاہ محمد خالد میاں فاخری
دائرہ المصنفین۔ کراچی ۱۹۸۳ء

مراثی نسیم (جلد سوم) نسیم امروہی۔ اظہار سنز ۱۹ اُردو بازار، لاہور ۱۹۸۶ء

مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان (تاریخ افکار و سیاستِ اسلامی)
علامہ عبدالوحید خان۔ دوست ایسوسی ایٹس اُردو بازار، لاہور

مشکوٰۃ شریف (مترجم) جلد اول تا سوم) امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اُردو بازار، لاہور

مقالاتِ مرضیہ : المعروف ملفوظات مہریہ۔ پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف
ایڈیشن دوم جون ۱۹۶۵ء

مقالات حافظ محمود شیرانی (جلد دوم) مرتبہ مظہر محمود شیرانی۔
مجلس ترقی ادب۔ کلب روڈ، لاہور ۱۹۶۶ء

ملتانی زبان اور اس کا اُردو سے تعلق : ڈاکٹر مہر عبدالحق۔ اردو اکادمی بہاولپور۔ بار اول ۱۹۶۷ء

حدیقۃ الاولیاء : تالیف مفتی غلام سرور لاہوری۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور

فتاوٰی رشیدیہ کامل : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی بار سوم ۱۹۷۱ء

فتاوٰی قادریہ : مولوی عبدالقادر لدھیانوی۔ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

فتوحات و مہمات۔ احمد شاہ ابدالی۔ مصنفہ ڈاکٹر گنڈا سنگھ۔ ترجمہ سید رئیس احمد جعفری ندوی کراچی ۱۹۷۷ء

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری۔ جھنگ ادبی اکیڈمی جھنگ صدر ۱۹۷۳ء

فلک النجات۔ مولوی حافظ علی محمدؒ۔ مکتبہ آل عمران احمد پور سیال (جھنگ)

فہرست ذخیرہ کتب حکیم موسیٰ امرتسری حصہ اول (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)
مرتب: سید جمیل احمد رضوی۔ سلسلہ مطبوعات، ۱۶۷ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور

فہرست ذخیرہ کتب : حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ جلد دوم، سوم۔ مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور
مرتبہ جمیل احمد رضوی۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۹۷ء

فہرست کتب خانہ آصفیہ : تصدق حسین کاظمی۔ حیدرآباد دکن، ۱۳۳۳ھ

فہرست کتب سیرت : پروفیسر حافظ احمد یار، لاہور

فیضانِ نور تذکرہ مولوی خدا بخش ڈھڈی الملقب بہ خواجہ فیض کمال چشتی مہاروی
میاں اخلاق احمد۔ انجمن غلامانِ اولیاء اللہ کوٹ ادو، ضلع مظفر گڑھ۔ طبع اوّل ۱۹۸۶ء

قرآن آخری معجزہ : احمد دیدات۔ تہذیب و ترجمہ نظام الدین۔ الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ۔
دن اے۔ ۲/۷۔ ناظم آباد، کراچی ۴۷۶۰۰ - ۱۹۸۶ء

قصص الاوّلین عبرۃ الآخرین : مقدمہ تاریخ ابن خلدون۔ اردو ترجمہ۔ حصہ اول
مطبع حمیدیہ سٹیم پریس، لاہور ۱۹۰۹ء

قصیدۂ بُردہ شریف مترجم محمد الطاف نیروی اُردو نثر ۱۹۹۷ء
قصیدۂ بُردہ شریف مترجم تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور
مترجم قصیدۂ بردہ مع مترجم قصیدۂ غوثیہ عارف
قصیدہ بردہ منظوم اُردو ترجمہ چوہدری نذیر احمد
کتاب التوحید محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان التمیمیؒ ترجمہ سید شبیر احمد
طارق اکیڈمی۔ فیصل آباد ۱۹۸۴ء
کلیاتِ اقبال اُردو ، علامہ اقبالؒ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
کلیاتِ نثر حالی جلد دوم تقریریں اور تقریظیں مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
مجلس ترقی ادب، لاہور طبع اول نومبر ۱۹۶۸ء
کمالاتِ بُردہ علامہ فضل احمد عارف نذیر سنز پبلیشرز ۴۰ اے اُردو بازار، لاہور
لسانی مطالعے ڈاکٹر گیان چند ترقی اُردو بیورو نئی دہلی ۱۹۹۳ء
مجموعۃ الاسرار: مکتوبات شریف حضرت شیخ عبدالغنی شامی نقشبندی
مترجم پروفیسر مشتاق احمد بھٹی۔ حضرت شیخ عبدالغنی شامی ٹرسٹ ۱۸۶۔ شادمان، لاہور
مراۃ الاسرار: مؤلف حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ (جلد اول دوم)، ترجمہ و تحقیق کپتان واحد بخش سیالؒ
صوفی فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۸۲ء
مشاہدات و تاثرات (سفرنامہ حج) ڈاکٹر شیر بہادر خان پنّی۔ دارالشفاء ایبٹ آباد
معارفِ الحدیث: مولانا محمد منظور نعمانی۔ (جلد چہارم، پنجم) مکتبہ رشیدیہ غلہ منڈی ساہیوال
مغربی ایشیا کے مسلمان: عماد الحسن آزاد فاروقی۔ گوتم پبلیشرز ۲۷ ٹمپل روڈ، لاہور ۱۹۹۳ء
مقدمہ تاریخ ابن خلدون (جلد اول، دوم) جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب
رفاہِ عام پریس، لاہور
مکتوبات شیخ الاسلام، مولانا نجم الدین اصلاحی: دیوبند بھارت۔ طبع سوم
مولانا غلام محمد ترنم اور اُن کا نعتیہ کلام از حکیم محمد موسیٰ امرتسری
سُنی لٹریری سوسائٹی ریلوے روڈ، لاہور۔ بار اوّل ۱۹۷۱ء
منتخب التواریخ: مُلا عبدالقادر بدایونی۔ اُردو ترجمہ۔ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
مہرِ منیر (سوانح حیات حضرت پیر مہر علی شاہ۔ مولانا فیض احمد فیض۔
پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ جی۔ ٹی روڈ باغبانپورہ، لاہور ۱۹۸۷ء
نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر (حصہ اول ۱۹۶۵ء)
مولف: مولانا عبدالحی حسنی بریلوی۔ مترجم ابو یحییٰ امام خان نوشہروی۔ مقبول اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر (جلد چہارم) مولف: مولانا سید عبدالحی حسنی بریلوی
مترجم: ابو یحییٰ امام خان نوشہروی۔ مقبول اکیڈمی چوک انارکلی، لاہور ۱۹۶۷ء
لغت ختم الرسل ترجمہ قصیدۂ بردہ ترجمہ و تحقیق علامہ سید جاوید جعفری
ادارہ فروغِ علم معصوم ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹
نئی تنقید: صدیق کلیم۔ سوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی گورنمنٹ کالج، لاہور ۱۹۶۹ء
وارث شاہ (عہد اور شاعری) عذرا وقار
ادارہ تاریخ و تہذیب و تمدن اسلامی۔ الجامعۃ الاسلامیہ، اسلام آباد ۱۹۸۱ء
والدینِ مصطفیٰؐ (حالات و ایمان) تالیف: محمد یٰسین قصوری نقشبندی بار دوم اپریل ۱۹۹۹ء
وفیاتِ مشاہیر پاکستان: مرتبہ پروفیسر محمد اسلم۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۰ء
ہماری سیاست اور اکیسویں صدی: اقبال گوندل۔ آزاد انٹرپرائزز ٹمپل روڈ، لاہور ۱۹۹۹ء
ہمارے تعلیمی مسائل: پروفیسر سید مقصود الحسن بخاری۔ فرنٹیر پوسٹ پبلیکیشنز ۱۰ شاہراہ فاطمہ جناح، لاہور ۱۹۹۳ء
ہندوستانی سماج۔ ساخت اور تبدیلی: ضیاء الدین احمد۔ ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی ۲۰۰۰ء
ہندوستانی دورِ وسطیٰ کے مورخین: ترتیب و تدوین: مُحب الحسن۔ مترجم مسرور ہاشمی
ترقی اُردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۵ء
ہندی اُردو لُغت: راجہ راجیسور راؤ اصغر۔ عوام رام کش لیتھوگرافر و پبلیشرز ۱۷۳۸ء
ہندوستان کے مشہور اطباء: حکیم حافظ سید حبیب الرحمٰن۔ ترقی اُردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۸ء
ہندی فلسفہ کے عام اصول: شیو موہن لعل ماتھر۔ ترقی اُردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۸ء
ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں: کنور محمد اشرف۔ مترجم قمر الدین۔ ترقی اُردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۹ء
بیاض یعقوبی: مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔ دارالاشاعت، کراچی

پنجابی

احسن القصص: احمد یار۔ اسلامیہ سٹیم پریس، لاہور ۱۹۱۸ء
انتخاب گنج شریف: سید غلام محی الدین نوشہ قادری۔ سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری
دارالمورخین، لاہور ۱۹۷۵ء
انواعِ حافظ: خان محمد صاحب سیالکوٹی۔ عبدالصمد پبلشرز، سیالکوٹ ۱۲۸۹ھ
باغ اولیائے ہند: مولوی محمد دین۔ محمد عظم محمد معظم تاجران کتب لاہور ۱۹۲۸ء
پریم کہانی: باوا بدھ سنگھ، باوا تیجا سنگھ، لاہور ۱۹۳۲ء
پنجاب دی صوفیانہ روایت: قاضی جاوید۔ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور ۱۹۹۳ء
پنجابی شاعراں دا تذکرہ: مولا بخش کشتہ۔ فرم میاں مولا بخش کشتہ اینڈ سنز

تاجران و ناشران کتب ہٹمپل روڈ، لاہور، پہلی وار ۱۹۶۰ء

تفسیر قرآن مجید: منظوم پنجابی ۳۰ واں پارہ - خورشید کمال

مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ، لاہور، پہلی واری نومبر ۱۹۹۸ء

تفسیر سورۃ یوسف بزبان پنجابی: سید غلام مصطفی - درمطبع محمدی لاہور ۱۸۸۲ء

شاہین: شاہد پرویز - حافظ برخوردار (تحقیقی مقالہ) ایم اے پنجابی ۱۹۷۲ء

اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور - لائبریری نمبر ۲۴۸

دو قصائد بردہ شریف: ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعہ داری

القریشیہ اشاعت القرآن قلعہ دار گجرات ۱۹۹۹ء

دھنی ادب و ثقافت: انور بیگ اعوان، بزم ثقافت چکوال ۱۹۶۸ء

ڈونگھے راز: مولوی غلام رسول عالمپوری اک مطالعہ، مرتبہ صاحبزادہ مسعود احمد

مولوی غلام رسول عالمپوری اکیڈمی (رجسٹرڈ) فیصل آباد ۱۹۹۹ء

سانجھ سُرت: سعید بُھٹہ - اے ایچ پبلیشرز، لاہور ۱۹۹۷ء

سانجھ وچار: مرتب سعید بُھٹہ - اے ایچ پبلیشرز، اُردو بازار، لاہور ۱۹۹۷ء

سدّھا رستہ: ترجمہ منظوم قصیدۂ بردہ شریف، المسمی بہ زادِ راہ - تالیف و تصنیف: فقیر اثر

انصاری فیض پوری - شاخِ ادب فیض پور خورد تحصیل فیروزوالا ضلع شیخوپورہ ۱۹۹۶ء

سرائیکی شاعری: کیفی جامپوری - بزم ثقافت، ملتان ۱۹۶۹ء

سسی پنوں: حافظ برخوردار، حافظ احمد دین، محمد دین تاجران کتب کشمیری بازار، لاہور

سی حرفی ہائے مبارکہ: از سید پیر محمد نیک عالم - دربار عالیہ سنگوٹ شریف میرپور آزاد کشمیر ۱۹۹۷ء

خالد جاوید اقبال: ضلع سرگودھا دے پنجابی شاعر (تحقیقی مقالہ ایم اے پنجابی)

اورنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۹۰ء

فرید اولی: سورن سنگھ سبھا، لہراں ادبی بورڈ، لاہور ۲۰۰۰ء

قصہ یوسف زلیخا معہ مدح غوث الاعظمؒ: حافظ برخوردار

رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز، مالک مفید عالم پریس، لاہور ۱۹۱۴ء

قصیدۂ بردہ معہ شرح نظم پنجابی پیر سید محمد شاہ نیک عالم

اللہ والے کی قومی دوکان، تاجر کتب منزل، نقشبندیہ کشمیری بازار، لاہور

کُلیات بلھے شاہ: ترتیب و مقدمہ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر

الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار، لاہور - زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

مجمع البحرین درود مستغاث و قصیدہ بردہ مبارک معہ ترجمہ منظوم بزبان پنجابی از خواجہ

غلام مرتضیٰ قلعہ شریف - تنظیم علماء مرتضائیہ - دربار شریف پیر صاحب قلعہ والے ۲ عثمان گنج،

لاہور - بار نہم شوال المکرم ۱۴۱۳ھ - بار دہم ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

مجموعہ پنج گنج اللہ والے کی قومی دوکان کشمیری بازار، لاہور

مجموعہ سی حرفی ہائے سید محمد نیک عالم

سید مرادعلیشاہ سالقہ گوڑہ سیداں شریف سنگوٹ نئی آبادی میرپور، آزاد کشمیر -

مرزا صاحباں از حافظ برخوردار باہتمام ڈاکٹر فقیر محمد فقیر

انتشارات پنجابی ادبی اکادمی، لاہور ۱۹۶۵ء

نظم الورع فقیر محمد عزیزالدین درمطبع حسنی واقع بمبئی ۱۳۰۱ھ

نکھیڑے قاضی فضل حق مرتب بذل حق محمود پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور

پہلی وار ۱۹۸۵ء

وحدت الوجود تے پنجابی شاعری علی عباس جلالپوری، سید،

پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، ۱۹۸۶ء

ہیر وارث شاہ مرتب چودھری محمد افضل خاں، مکتبہ پنج دریا ٹمپل روڈ، لاہور

پنجویں وار ۱۹۶۹ء

ہیر وارث شاہ مرتبہ محمد شریف صابر وارث شاہ میموریل کمیٹی

محکمہ اطلاعات ثقافت و سیاحت حکومت پنجاب، لاہور ۱۹۸۶ء

ہیر وارث شاہ مرتب شیخ عبدالعزیز بارایٹ لاء

پنجند اکیڈمی، دو موریہ پل، لاہور ۱۹۸۷ء

عربی

البدایہ والنہایہ، حافظ ابن کثیر دمشقی - مطبع السعادت، مصر

اُردو ترجمہ، شیخ احمد بن مبارک سلجماسی - علمی کتب خانہ، لاہور

الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، مولانا سید عبدالحی حسنی، دمشق ۱۹۵۸ء

الطبقات الکبریٰ - اُردو ترجمہ شیخ عبدالوہاب شعرانی، نفیس اکیڈمی، کراچی -

العمدۃ شرح البردہ مولانا نور بخش توکلی، لاہور ۱۳۳۹ھ

الفوائد البہیہ مولانا سید عبدالحی حسنی کارخانہ کُتب نور محمد کراچی ۱۲۹۳ھ

المجموعۃ النبہانیہ علامہ یوسف نبہانی، بیروت، لبنان

المنجد فی الادب والعلوم، فردنیاں توتل - بیروت، لبنان

المنہل الصافی، ابن تغری بردی، اقتباس من دیوان البوصیری، مصر

الوسیط فی الادب شیخ احمد اسکندری طبع ۱۵۔ دارالمعارف، مصر
انتباہ فی سلاسل الاولیاء عربی، فارسی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ اردو مترجم لائل پور
ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ادارۂ ترجمان القرآن، لاہور طبع نہم ۱۹۹۱ء
تفسیر القمیؒ ابی الحسن علی بن ابراہیم القمی السید طیب الموسوی الجزائری الجزء الاول
موسسہ دارالکتاب للطباعہ والنشر قم۔ ایران الطبعہ: الثالثہ ۱۴۰۴ھ
الجزء الثانی مطبعۃ النجف ۱۲۸۷ھ
جامعہ ترمذی امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطبع رحیمیہ، دیوبند۔ بھارت
حسن المحاضرہ، علامہ جلال الدین سیوطی مطبعہ شرقیہ۔ قاہرہ، مصر۔
دائرۃ المعارف القرآن، الرابع عشر، علامہ محمد فرید وجدی، مصر ۱۹۲۳ء
دیوان البوصیری، مرتب محمد سید کیلانی، مصر، ۱۹۵۵ء
راحت الارواح علی ہامش العصیدہ، شیخ محی الدین شیخ زادہ حنفی، نور محمد، کراچی۔
شذرات الذہب شیخ ابن العماد حنبلی، مکتبہ قدسی قاہرہ مصر ۱۳۵۰
شرح قصیدہ بردۃ للبوصیری تالیف الشیخ جمال نصیر الجنابیؒ
تحقیق وتقدیم الدکتور خالق داد ملک قسم اللغۃ العربیہ، جامعہ پنجاب بلاہور ۱۹۹۵ء
صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاج، ملک سراج الدین سنز، لاہور۔
عصیدہ الشہیدہ، مفتی عمر بن خرپوتی، اصح المطابع نور محمد، کراچی
فیوض الحرمین، شاہ ولی اللہ دہلوی مترجم اُردو، مطبع رحیمیہ، دیوبند، بھارت
فوات الوفیات، شیخ محمد بن شاکر کبتی، مطبع بولاق قاہرہ، مصر ۱۲۸۳ھ
قرآن مجید، حافظ بک سنٹر، الوہاب مارکیٹ اُردو بازار، لاہور۔
قرآن مجید، مصباح القرآن ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ۱۰ اگنگارام بلڈنگ شاہراہ قائد اعظمؒ لاہور پاکستان
قرآن کریم مع ترجمہ و مکمل تفسیر بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانویؒ، تاج کمپنی لمیٹڈ
قصیدہ البردۃ علامہ النوری النقشبندی ۱۳۳۹ھ
قصیدہ بردہ شریف جمعیت اشاعت اہلِ سنت، کراچی۔
قصیدہ بُردہ امام شرف الدین بوصیریؒ اردو اِملا واصوات عربی
قاری محمد مشتاق صابری دارالفیض گنج بخش روڈ، لاہور ۱۹۹۸ء
کتابُ المخطوطات الموصل، دکتور داؤد چلبیؒ، بغداد ۱۹۲۷ء
کشف الظنون، حاجی خلیفہ، استانبول، ترکیہ
کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، ترجمہ حضرت امام رضا خان بریلوی۔ خزائن العرفان
فی تفسیر القرآن۔ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
ماثبت بالسنہ مترجم اردو، شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی، دارالاشاعت، کراچی
معجم البلدان، یاقوت حموی، مطبع دارِ صادر، بیروت ۱۹۵۵ء
معجم المطبوعات، یوسف الیان سرکیس، مطبع سرکیس، قاہرہ ۱۹۲۸ء
نزہۃ الخواطر جلد ۸ سید عبدالحی حسنی مطبوعہ نور محمد کراچی
ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، استانبول ترکی۔ ۱۹۵۵ء

فارسی

پیغام آشنا شمارہ ۲ جون ۲۰۰۰ء ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران،
پاکستان۔ مکان نمبر ۲۵، گلی نمبر ۲۷ ۶/۲۔ الیف اسلام آباد
تحفۃ السالکین، المقلب بہ تحقیقات خواجہ محمد پارسا
افغانی دارالکتب کڑہ شیخ چاند لال کنواں، دہلی۔
تذکرۂ ریاض العارفین جلد دوم آفتاب رائے لکھنوی
بتصحیح سید حسام الدین راشدی، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان ۱۹۸۲ء
تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمٰن علیؒ نولکشور، لکھنؤ ۱۳۳۲ھ
تذکرہ مجمع الشعرای جہانگیرشاہی، مُلّا قاطعی ہروی (متوفی ۱۰۲۴ھ)
باتصحیح وتعلیق ومقدمہ، ڈاکٹر محمد سلیم اختر۔ موسسہ تحقیقات علوم آسیائی میانہ وغربی دانشگاہ کراچی ۱۹۷۹ء
جذب القلوب، شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی۔ مطبوعہ نعیمیہ، لاہور
دیوانِ حافظ باترجمہ اُردو از قاضی سجاد حسین۔ مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و
پاکستان۔ موسسہ انتشاراتِ اسلامی، لاہور ۱۹۸۴ء
سعدی تا جامی رک: براؤن، اد وارد، علی اصغر حکمت، تہران۔ ۱۳۲۰ش
سیرالاولیاء (فارسی) سید محمد بن مبارک علوی۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان
موسسہ انتشارات اسلامی، لاہور ۱۹۷۸ء
فہرست نسخہائے خطی فارسی، کتابخانہ دانشگاہ پنجاب، لاہور گنجینۂ آذر
تالیف سید خضر عباسی نوشاہی۔ مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان
فہرست نسخہائے خطی کتابخانۂ گنج بخش، تالیف احمد منزوی، جلد اول، دوم، سوم، چہارم
مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان ۱۹۷۹ء - ۸۲
قصیدہ بردہ شریف، حضرت امام شرف الدین محمد البوصیری، فارسی ترجمہ از مُلّا عبدالرحمٰن جامیؒ
اُردو ترجمہ از محمد فیاض الدین نظامی بہزاد دکن۔ تاج کمپنی، کراچی، ربیع الاول ۱۳۷۷ھ اکتوبر ۱۹۵۷ء

کلیات اقبال (فارسی) اقبال ، اقبال اکادمی پاکستان ، لاہور
نیشنل بک فاؤنڈیشن ، اسلام آباد ، اشاعتِ اوّل ۱۹۹۰ء
مجلّہ **ایران شناسی** (سہ ماہی) بہار۔گرما ۱۳۷۷ھ۔شمارہ مسلسل ۱۷-۱۸-۱۹۸۸ء
خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران ۔ لاہور
مجمع النفایس (تذکرہ شعرائے فارسی سدہ دوازدہم) تالیف سراج الدین
علی خان آرزو ۔ تصحیح و ترتیب عابد رضا بیدار ۔ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ چاپ ۱۹۹۲ء
منطق الطیر، فریدالدین عطار نیشاپوری ۔ باہتمام دکتر احمد رنجبر، چاپ دوم ۱۳۶۹ زمستان۔

گورمکھی

آدھنک پنجابی پرابھوتک کاو ڈاکٹر گورمیت کور ہیرا
روی ساہت پرکاشن ، ہال بازار امرتسر ۱۹۹۴ء
اکھاں والیاں پیڑاں (گورمکھی) جگتار ۔ دیپک پبلشرز مائی ہیراں گیٹ جالندھر ۱۹۹۹ء
انگریزی پنجابی تکنیکی شبداولی سریرک سکھیا (فزیکل ایجوکیشن)
بھاشا وبھاگ ، پنجاب پٹیالہ ۱۹۷۰ء
بھارتی پراچین لپی مالا بھاشا وبھاگ پنجاب پٹیالہ ۱۹۷۲ء (گورمکھی)
پنجاب ، پنجابی ، پنجابیت پروفیسر پریتم سنگھ سنگھ برادرز امرتسر ۱۹۹۸ء
پنجابی بھاشا تے ساہت نوں عیسائی مشنریاں دی دین
ڈاکٹر گوچرن سنگھ عرشی بھاشا وبھاگ ، پنجاب ۱۹۷۵ء
پنجابی پرکاشنا دی سوچی لڑی نمبر ۱۴ بھائی شمشیر سنگھ اشوک
محکمہ پنجابی ، پٹیالہ ۱۹۵۳ء
ماہنامہ پنجابی دنیا صوفی ساہت انک جلد ، سولھویں نمبر ۱۱-۱۲
بھاشا وبھاگ پنجاب ، پٹیالہ ۔ نومبر۔دسمبر ۱۹۶۴ء
پنجابی ساہت دی آلوچناتمک اتہاس (آدی کال توں ۱۹۰۰ء تک)
ڈاکٹر جیت سنگھ سیتل ۔ پیپسو بک ڈپو ۔ پٹیالہ
پنجابی ساہت دا اتہاس بھاگ پہلا بھاشا وبھاگ ، پنجاب پٹیالہ ۱۹۷۱ء
پنجابی ساہت دی اتہاس کاری (جلد دوجی) بکرم سنگھ گھمن ، ہربھجن سنگھ بھاٹیہ
گورو نانک دیو یونیورسٹی امرتسر
پنجابی ساہت کوش (گورمکھی) بھاگ پہلا پربھاشک شبداولی ۔ پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ ۱۹۷۱ء
پنجابی سوہنی کاو دا آلوچناتمک ادھینک ڈاکٹر مان سنگھ امرت
پنجابی سکول ادھینک گورو نانک دیو یونیورسٹی امرتسر ۱۹۸۹ء
پنجابی شبدارتھ دی روپ ریکھا سرجیت خورشیدی
پراگریسو بک سنٹر (پبلشرز) جالندھر ۱۹۷۳ء
پنجابی شبد جوڑ کوش پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ ۱۹۶۸ء دوجا ایڈیشن
پنجابی لوک دھارا وشوکوش جلد ۱۷ ڈاکٹر سوہندر سنگھ ونجارہ بیدی
لوک پرکاشنا ۸/۱۱ راجوری گارڈن ۔ نویں دہلی ۱۹۸۱ء
پنجابی لوک دھارا وشوکوش حصہ پنجواں ڈاکٹر مہندر سنگھ ونجارہ بیدی
نیشنل بک شاپ پلیر گارڈن مارکیٹ چاندنی چوک دلی ۔ اگست ۱۹۹۱ء
پنجابی ہتھ لکھتاں دی سوچی بھاشا وبھاگ ، پنجاب پٹیالہ
پنجابی ہتھ لکھتاں دی سوچی (بھاگ دوجا) بھاشا وبھاگ ، پنجاب پٹیالہ
راجہ پورس ڈاکٹر بدھ پرکاش پنجابی یونیورسٹی ، پٹیالہ
ساہت کوش ڈاکٹر رتن سنگھ جگی ۔ پبلیکیشن بیورو ، پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ ۱۹۸۹ء
سرلیشٹ گوشٹاں پریتم سنگھ گورو نانک ادھینک وبھاگ گورو نانک یونیورسٹی امرتسر ۱۹۷۴
سری گورو نانک دیوجی ایڈیٹر: پروفیسر پریتم سنگھ ۔ پنجابی ساہت اکیڈمی لدھیانہ ۱۹۶۹ء
سسی تے ہور قصے کرت حافظ برخوردار رانجھا ایڈیٹر پروفیسر ڈاکٹر پیار سنگھ تے
گوبند سنگھ لانبہ ۔ پنجابی بھاشا ، ساہت تے سبھیاچار وبھاگ گورو نانک دیو یونیورسٹی امرتسر نومبر ۱۹۷۰ء
سید وارث شاہ اتہاسک تے کاو ملانکن ڈاکٹر کے۔ایس کانگ
نیو ایج بک سنٹر ، امرتسر
شاہ حسین (درشن ، سادھنا تے کلا) گورمکھی گوردیال سنگھ ڈھلوں
روی ساہت پرکاشن ہال بازار ، امرتسر ۱۹۹۶ء
شکر گنج (گورمکھی) پروفیسر پریتم سنگھ گورو نانک ادھین وبھاگ
گورو نانک دیو یونیورسٹی امرتسر ۱۹۸۲ء
شیخ فرید بابو کھی ادھین (گورمکھی) ایڈیٹر: اجیت سنگھ لکڑ ۔ ڈاکٹر گورمکھ سنگھ
بھاشا وبھاگ ، پنجاب ۱۹۹۷ء
صوفی کاو دھارا پیارا سنگھ پدم قلم مندر ۔ لوئر مال پٹیالہ ۱۹۹۳ء
قصہ کاو وچ سماج تے سبھیاچار ڈاکٹر سورن سنگھ
روی ساہت پرکاش ہال بازار ، امرتسر
کوئل کو ، باوا بدھ سنگھ ، پھلواڑی ایجنسی امرتسر ۱۹۲۷ء

کھوج درپن جنوری ۱۹۷۶ء / ۱۹۷۸ء پنجابی بھاشا، ساہت تے سبھیاچار وبھاگ
گورو نانک دیو یونیورسٹی امرتسر
کھوج درپن چھ ماہی پنجابی ریسرچ جرنل جولائی ۱۹۸۰ء
پنجابی ادھین سکول - گورو نانک دیو یونیورسٹی - امرتسر
کھوج : سدھانت تے وو کار ڈاکٹر پیار سنگھ پبلیکیشن بیورو
پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ ۱۹۸۷ء
گورشبد رتناکر مہان کوش پہلی جلد مصنف: بھائی کاہن سنگھ نابھہ
۱۸-جنوری ۱۹۳۰ء
گورشبد رتناکر مہان کوش جلد دوجی سدھرشن پریس، ہال بازار امرتسر ۱۹۳۰ء
گورشبد رتناکر مہان کوش چوتھی جلد (انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر)
سدھرشن پریس، ہال بازار امرتسر ۱۹۳۰ء
مہان کوش بھائی کاہن سنگھ نابھہ، ایڈیٹر بھائی شمشیر سنگھ اشوک
بھاشا وبھاگ، پٹیالہ تیجی وار ۱۹۷۴ء
لوک یان اتے مدھ کالین پنجابی ساہت ڈاکٹر کرنیل سنگھ تھند
روی ساہت پرکاش، چوک منان سنگھ امرتسر ۱۹۷۳ء
نرمل سنپردائی (پروفیسر پریتم سنگھ) گورو نانک ادھینک وبھاگ
گورو نانک دیو یونیورسٹی امرتسر ۱۹۸۱ء
نیو پنجابی گرامر گیانی امر سنگھ امر مینرز دیوی داس جنکی داس پبلشرز امرتسر
ہیر وارث شاہ (گورمکھی) بھاشا وبھاگ پنجاب، پٹیالہ
میاں جان محمد مطبوعہ کھوج درپن شمارہ ۴ جلد دوم
پبلشنگ بیورو گورو نانک دیو یونیورسٹی نومبر دسمبر ۱۹۷۴ء

قلمی

قلمی نسخہ **شرح قصیدہ بُردہ**
ھل پنجابی حافظ برخوردار - چٹی شیخاں کاتب قاضی عبدالحکیم
نمبر ۸۷۸۱ - لائبریری پنجاب یونیورسٹی، نیو کیمپس، لاہور
باراں انواع (قلمی) حافظ برخوردار قلمی نسخہ نمبر ۵۱۶۴
مخزونہ پنجابی سیمینار لائبریری شعبہ پنجابی یونیورسٹی اورنٹیل کالج، لاہور
مجموعہ پنجابی وظائف (قلمی نسخہ) مملوکہ سید سبط الحسن ضیغم

رسائل

ماہنامہ **البلاغ**، کراچی
ماہنامہ **الحق**، اکوڑہ خٹک
مجلّہ **المیزان** شمارہ اپریل تا جون ۱۹۹۹ء
اعجاز حسین شاہ، شجاع سنز آبپارہ، اسلام آباد
ماہنامہ **پیام** مدیر ثاقب اکبر مکان نمبر ۱۵۸۶- گلی نمبر ۸۰ آئی ٹن ون، اسلام آباد
ماہنامہ **پیام** اکتوبر، نومبر ۱۹۹۹ء مکان نمبر ۱۵۸۶- گلی نمبر ۸۰ آئی ٹی ون، اسلام آباد
چھ ماہی **کھوج** جولائی دسمبر ۱۹۷۸ء جلد ۱ شمارہ ۱ شعبہ پنجابی پنجاب یونیورسٹی، لاہور
ماہنامہ **فاران**، کراچی
چھ ماہی **کھوج** جنوری-جون ۱۹۸۰ء مسلسل شمارہ ۴ شعبہ پنجابی پنجاب یونیورسٹی، لاہور
چھ ماہی **کھوج** جولائی-دسمبر ۱۹۸۴ء مسلسل شمارہ ۱۳ شعبہ پنجابی پنجاب یونیورسٹی، لاہور
چھ ماہی **کھوج** جولائی ۱۹۸۵ء تا جون ۱۹۸۶ء مسلسل شمارہ ۱۵-۱۶ شعبہ پنجابی
پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
چھ ماہی **کھوج** جولائی تا دسمبر ۱۹۸۶ء مسلسل شمارہ ۱۷ شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
چھ ماہی **کھوج** جنوری-جون ۱۹۸۷ء مسلسل شمارہ ۱۸ شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
چھ ماہی **کھوج** جولائی-دسمبر ۱۹۸۷ء جلد ۱۰ شمارہ ۱
چھ ماہی **کھوج** جنوری-جون ۱۹۸۷ء جلد ۹ شمارہ ۲
چھ ماہی **کھوج** مسلسل شمارہ ۳۵ (سلور جوبلی نمبر) شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۹۵ء
چھ ماہی **کھوج** جنوری، جون ۱۹۹۶ء پرنسپل ڈاکٹر شہباز ملک شعبہ پنجابی پنجاب یونیورسٹی لاہور
مہینہ وار **لہراں** فروری، مارچ ۱۹۹۷ء ۵/۷ سوڈیوال کالونی ملتان روڈ، لاہور
مہک گوجرانوالہ نمبر گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ ۱۹۸۲ء-۱۹۸۴ء
مجلّہ **تحقیق** مسلسل شمارہ ۶۴ - ۱۹۹۹ء کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

BIBLIOGRAPHY

A Bibliography of the Punjab,Ganda Singh,Punjabi University, Patiala,1966

A Bibliography of the Punjab and its Dependencies(1849-1910),Ikram Ali Malik,Research Society of Pakistan, University of the Punjab,Lahore, 1968

A Catalogue of Punjabi and Urdu Manuscripts,Kirpal Singh, Sikh HistoryResearch Department,Khalsa College Amritsar, 1963

A Descriptive Catalogue of Persian & Arabic Manuscripts in Ketabkhane-i-Ganjbakhsh,Vol I Persian,Compiled by Ahmad Monzavi,Iran Institute of Persian Studies,Islamabad,1979

A Descriptive Catalogue of the Oriental Manuscripts in The Durgah Library,Uch Sharif Galani,Bahawalpur State, Ghulam Sarwar, Urdu Academy,Bahawalpur

A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and North-West Frontier Provinces,Vol 1,H.A.Rose, Languages Department Punjab,Patiala,1970

A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and North-West Frontier Provinces,Vol II,H.A.Rose, Languages Department Punjab,Patiala,1970

A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and the North-West Frontier Provinces ,Vol III, H.A.Rose, Languages Department Punjab, Patiala,1970

A New Hindustani English Dictionary,F.W Fallan,U.P. Urdu Academy, Lukhnow , Edition 101,1948

A Short Bibliography of Indo-Muslim History (1858-1961),Ikram Ali Malik,Historical Research Institute,Lahore

History of Indigenous Education in the Punjab, G.W. Leitner, Languages Department Punjab,Patiala,1971, II Edition

History of Islam, Masudul Hasan,Vol I,Islamic Publications,Lahore, 1st Edition, May 1987

Imam Khomeini and the Culture of Ashura, International Congress on Imam Khomenini & Culturel of Ashura, Imam Khomeini International Affairs Department,1996

Life of Mohammad, Syed Ahmed Khan Bahadur,First Print,Sheikh Mubarak Ali , Lahore,1979

Muhammad: the Educator of Mankind,Abdul Ghafur Chaudari,Bazm-e-Iqbal,Lahore,First Edition, 1993

Newage Encyclopaedia,London

PSUTB English-Punjabi Dictionary, Punjab State University Text-Book Board, Chandi Garh,1982

Punjab Castes, 1.Bbetson, Sir Denlil, Languages Depatment Punjab,Patiala,1970

Punjabi History Conference,Seventeenth Session,October 1982, Punjab Historical Studies Deptt., Punjabi University,Patiala

Punjab Past and Present,Vol I,Vol II,Punjabi University,Patiala,October 1967

Qaseedat-ul-Burdah of As-Sheikh Muhammad Busiri,English Translation by Al-Qadi Abdur-Rahim Muhammad Zerruque,Islamic Book Center,25-B,Masson Road,Lahore

Shahpuri Kangri Glossary,J. Wilson, Languages Department Punjab, Patiala ,1962

Spirit of Islam, Sayed Amir Ali,London,1922

Standard Dictionary(Persian into English & Urdu), Syed Ali Raza Naqvi,Office of the Cultural Counsellor , Embassy of the Islamic Republic of Iran ,Islamabad,1994

The Methodology of Islamic Research,Qamaruddin Khan ,Institute of Isalmic Studies, Nazimabad,Karachi

The Punjab Past and Present, Serial No.39, Editor Ganda Singh , Punjabi University,Patiala ,April 1986

The Vanguard Punjabi-English Dictionary,Maya Singh, Vanguard Books Ltd., Lahore, 1983

An Oriental Biographical Dictionary,Compiled by Thomas William Beale,Henry George Keene,Second Edition, Sind Saar Academy,Lahore

Asia Pronouncing English-Persian Dictionary,Ahamad Torkzadeh, Manoocher Shokrany, Asia Publishers, Tehran, 1963

Catalogue of Persian Manuscripts in the British Museum, Vol.II,Oxford,1939

Catalogue of Punjabi Printed Books adedd to India Office Library (1902-1964),Compiled by Ganesh Gaur,Foreign & Commonwealth Office, London,1975

Catalogue of the Library of the India Office, Vol.II, Part VI,Persian Books,London,1937

Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of India Office, Vol.I,Arbery,A.J. Revised & Completed by Edwards, Oxford,1937

Char Bagh-i-Punjab,Ganesh Dass Wadehra,Edited by Kirpal Singh M.A, Sikh History Research Department, Khalsa College, Amritsar,1965

Concise Encyclopaedia of Arabic Civilization, Holland, 1959

Dictionary of the Punjabi Languages,Languages Department Punjab, Patiala,1970, Second Reprint

Early Sikh Tradition,W.H.Mcleod,Clarendon Press,Oxford,1980

Encyclopaedia Britannica,14th Edition,London,1918

Encyclopaedia of Indian Literature, Vol I,Sahitya Akademi, New Delhi,1987

Encyclopaedia of Islam , Vol I, Leiden, Holland

Everymans Encyclopaedia,London ,4th Edition,1958

Glossary of the Multani Languages, E. Obrien,I.C.S., Revised by J.Wilson I.C.S. and Pandit Hari Kishen Kaul, Punjab Government Press, Lahore ,1903

Gulshan-i-Raz,The Mystic Rose Garden of Sad-ud-din-Mahmudd,B.H.Whinfield,Iran Pakistan Institute of Persian Studies, Islamic Book Foundation ,Samanabad Lahore,

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا

إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

تضمین شده معه ترجمه ومخمس فارسی و اردو وپنجابی مسمی به

نَظْمُ الْوَرَعِ

مصنفه ابوالرجاء فقیر محمد عزیز الدین متوطن بهاولپور عفی الله عنه

در مطبع حسینی واقع بمبئی طبع گردیده شد

یکے از مطبوعات پیکیجز لمیٹڈ